صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
حضور کا بچپن
شہناز کوثر
اختر کتاب گھر لاہور

حضورؐ کا بچپن

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

شہناز کوثر

مصنفہ	شہناز کوثر (ڈپٹی ایڈیٹر ماہنامہ "نعت" لاہور)
پروف ریڈر	نسرین اختر۔ شمیم اختر۔ کوثر پروین
نگرانِ اشاعت	راجا رشید محمود
نگرانِ طباعت	اظہر محمود (ایڈیٹر ہفت روزہ "اخبارِ عام" لاہور)
کمپیوٹر کمپوزنگ	نعت کمپوزنگ سنٹر
	نیو شالامار کالونی۔ ملتان روڈ۔ لاہور (فون: ۴۶۳۶۸۴)
اشاعتِ اول	۱۶ مئی ۱۹۹۲ء (ہفتہ)
تعداد	پانچ سو
مطبع	کمبائن پرنٹنگ پریس۔ لاہور
قیمت	ایک سو ساٹھ روپے

ناشر

اختر محمود

اختر کتاب گھر

اظہر منزل۔ نیو شالامار کالونی۔ ملتان روڈ لاہور (کوڈ ۵۴۵۰۰)

فون: ۴۶۳۶۸۴

نبی معصوم ہوتا ہے

نبی اگر نبی الانبیا (صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم) ہو

تو معصومیت کس درجے کی ہو گی؟

پھر، اس میں بچپن کی معصومیت کا اضافہ ہو جائے

تو جو صورت بنتی ہے،

اس کے نام

فہرست

دیباچہ ۷
ولادتِ نبوی (صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم)
ولادت کا سال ۱۱
ولادت کا مہینا ۱۱
ولادت کا دن ۱۲
رضاعت ۱۸
حضرت حلیمہ سعدیہؓ ۱۹
حضرت ثویبہؓ ۲۷
حضرت آمنہؓ ۳۵
پرورش اور خدمت کرنے والے ۳۸
حضرت آمنہؓ ۳۹
حضرت حلیمہؓ ۵۵
حضرت شیماؓ ۶۵
حضرت عبدالمطلبؓ ۸۰
حضرت ہالہؓ ۱۰۹
حضرت زبیرؓ بن عبدالمطلبؓ ۱۱۵
حضرت عاتکہؓ ۱۳۳
حضرت ابوطالبؓ ۱۳۹
حضرت فاطمہؓ بنتِ اسد ۱۶۵
حضرت اُمِّ ایمنؓ ۱۸۰

منہ بولی مائیں	۲۰۱
حضرت فاطمہؓ بنتِ اسد	۲۰۲
حضرت عاتکہؓ	۲۰۴
حضرت ام ایمنؓ	۲۰۵
حضرت سلمیٰؓ بنت ابوذوہیب	۲۰۸
حضرت شیماؓ	۲۰۹
بچپن کے عمومی واقعات	۲۱۴
پہلا سال	۲۱۴
دوسرا سال	۲۲۳
تیسرا سال	۲۲۴
چوتھا سال	۲۲۶
پانچواں سال	۲۳۴
چھٹا سال	۲۳۹
ساتواں سال	۲۴۴
آٹھواں سال	۲۵۲
نواں سال	۲۵۵
دسواں سال	۲۶۴
بچپن کے معجزات	
ولادت کے معجزات	۲۶۶
بچپن کے معجزات	۲۶۹

سیرت نگاروں کی بے احتیاطیاں

حضورؐ کے خاندان کی تنگدستی ۲۷۰

حضرت عبداللہؓ کی تجارت

حضرت عبداللہؓ کا ترکہ ۲۸۷

حضرت عبداللہؓ کا سامان تجارت کہاں گیا؟ ۲۹۰

حضورؐ کا اجرت پر بکریاں چرانا ۲۹۶

ابوطالبؓ دشمنی ۳۰۱

حضرت حلیمہ سعدیہؓ ۳۰۹

رضاعی مائیں

حضرت ام ایمنؓ ۳۱۷

عواتک ۳۲۰

حضرت خولہؓ بنت منذر ۳۳۲

بنی سعد کی ایک عورت ۳۳۳

حضرت ام فروہ ۳۳۵

رضاعی بھائی ۳۳۶

شق صدر ۳۳۸

بابا رتن ۳۴۳

تاریخوں کی جدید تعیین ۳۴۷

دیباچہ

ہمارے آقا و مولا حضور رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرتِ پاک پر لکھی جانے والی کتابوں میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بچپن کے بارے میں زیادہ معلومات نہیں ملتیں۔ ہمارے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حیاتِ مبارکہ کے یہ کونپل کونپل لمحات اور معصوم معصوم ماہ و سال عام طور پر سیرت نگار حضرات کی بھر پور توجہ حاصل نہیں کرتے، پتا نہیں کیوں؟

جن حضرات نے اس موضوع پر قلم اٹھایا ہے، انہوں نے بھی یا تو بہت کم لکھا ہے اور تفصیلات کو مجتمع کرنے کا تردّد نہیں کیا، یا ایسی باتیں لکھ دی ہیں جو حقائق کا سامنا نہیں کر سکتیں۔ جس طرح حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی احادیث کو جمع کرنے والے لائقِ صد عزّت و احترام بزرگوں نے تو انتہائی محنت، جانفشانی اور دیدہ ریزی اور ژرف نگاہی سے یہ کام کیا لیکن اس کے فوراً بعد جس کام کی ضرورت تھی، بعد میں آنے والوں نے اس طرف توجہ نہ دی۔ یعنی چھان پھٹک کے بعد روایت اور درایت، ہر لحاظ سے مصدّقہ احادیث کو ملّتِ اسلامیہ کی راہنمائی کے لیے سامنے لایا جانا چاہیے تھا، جو نہ ہُوا۔ اسی طرح صحابۂ کرامؓ کے تذکروں میں جن لوگوں کا صحابی ہونا ثابت نہیں ہوتا، ان کو تذکروں سے نکالنے کا بندوبست ہونا چاہیے تھا۔ لیکن ابنِ حجرؒ اور ابنِ اثیرؒ تک نے اس کی جراَت نہیں کی۔ یہ بھی کیا ہے کہ کوئی نام طرازِ عنوان بنایا ہے، اس کے ساتھ "سیّدنا" اور "رضی اللہ عنہ" لکھا ہے اور نیچے تذکرے میں لکھ دیا ہے کہ ان کا صحابی ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ یہ بھی لکھا ہے کہ فلاں صاحب نے انہیں صحابیوںؓ کے تذکرے میں لکھا ہے اس لیے ہم بھی ایسا کر رہے ہیں ورنہ در

حقیقت یہ صحابی نہیں ہیں۔

ہمارے محترم سیرت نگاروں نے تو عام طور پر یہی طریقہ اختیار کیا ہے کہ جو کچھ کسی ایک بزرگ نے لکھ دیا' اُسی کو دُہراتے چلے آ رہے ہیں۔ یہ نہیں دیکھتے کہ وہ بات حقائق کی کسوٹی پر یا میزانِ نبوت پر پوری اترتی بھی ہے یا نہیں۔ کچھ لوگ تو نقل ہی پر اکتفا کیے ہوئے ہیں لیکن کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو بوجوہ اس کو بڑھا چڑھا کر بیان کرنے بیٹھ جاتے ہیں۔ مثلاً محمود پاشا فلکی کے حوالے سے علامہ شبلی نعمانی نے لکھ دیا کہ حساب کی رو سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تاریخِ پیدائش ۹ ربیع الاول بنتی ہے تو اب ہر شخص یہی لکھنے لگا ہے۔ پھر کچھ لوگوں نے محسوس کیا کہ اگر ریاضی کے زور پر تاریخِ ولادت طے ہو سکتی ہے تو دوسری تاریخیں کیوں نہ طے کر دی جائیں چنانچہ انہوں نے مختلف واقعاتِ سیرت کو سال' ماہ اور دن کے ساتھ لکھنا شروع کر دیا۔

کہیں لکھ دیا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یتیم اور غریب تھے اس لیے کوئی دائی انہیں گود لینے کے لیے تیار نہیں تھی' حضرت حلیمہؓ نے بھی اس وقت اس گھر کا دروازہ دیکھا جب انہیں کوئی بچہ نہ ملا۔ پھر سب سیرت نگار اسی بات کو کچھ اور نمک مرچ لگا لگا کر بیان کرتے چلے گئے۔

ایک بزرگ نے لکھ دیا کہ امِّ ایمنؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دُودھ پلایا تو اب لوگ اسی بات کو آگے چلا رہے ہیں۔ کسی صاحب کو معلوم نہ ہو سکا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جو یہ فرمایا ہے کہ میں بنی سُلیم کی تین عواتک کا بیٹا ہوں' اس سے مراد دادیاں ہیں' تو انہوں نے تحریر فرما دیا کہ بنی سُلیم کی عاتکہ نام کی تین خواتین نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دودھ پلایا۔ پھر اس کی تفصیلات گھڑنے کی کوششیں ہوئیں اور یُوں یہ بات آگے چلائی جاتی رہی۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سرپرستی کے ضمن میں کسی صاحب نے لکھ دیا کہ حضرت ابوطالبؓ کثیر العیال تھے۔ تو اب ہر آدمی یہی لکھے جا رہا ہے بلکہ "بڑھا

بھی دیتے ہیں کچھ زیبِ داستاں کے لیے" ۔۔۔۔۔۔ کسی نے لکھ دیا کہ بچے اتنے زیادہ تھے کہ کھانے پر پل پڑتے تھے، محض حضورؐ علیہ الصلوٰۃ والسلام اِس ہنگامے میں شریک نہیں ہوتے تھے۔ کوئی یہاں تک پہنچ گیا کہ بچے اتنے زیادہ تھے کہ ماں باپ کے لیے ان کی ناکیں صاف کرنا مشکل ہوتا تھا، اور اسی قسم کی اور باتیں۔

کسی نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قراریط پر بکریاں چَرانے کو اُجرت پر بکریاں چَرانا سمجھا تو بعد میں آنے والوں نے یہ تک لکھ دیا کہ حضرت ابوطالبؓ کی تنگدستی کی وجہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اُجرت پر بکریاں چَراتے تھے اور اِس طرح کچھ رقم کما کر حضرت ابوطالبؓ کے گھر کا خرچ چلاتے تھے۔

کچھ لوگوں نے حضرت ابوطالبؓ کے علاوہ حضرت زبیرؓ کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا سرپرست بتایا تو کسی نے آگے بڑھ کر حضرت ابوطالبؓ سے یہ اعزاز ہی چھین لیا۔ پھر یہاں تک لکھ دیا گیا کہ وہ تو معذور شخص تھے، وہ کیا سرپرستی کر سکتے تھے۔

اِس طرح سیرتُ النبیؐ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے واقعات کو اپنی مرضی کے واقعات کی شکل دی جاتی رہی۔ یا کسی ایک بات کو بڑھا چڑھا کر بیان کرنے کے زعم میں کہیں سے کہیں پہنچا دیا جاتا رہا۔ یوں، حضور حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بچپن کے کئی گوشوں پر "خامہ فرسائی" کی جسارتیں ہوئیں۔

کئی برسوں سے میرے والدِ گرامی (راجا رشید محمودؔ ایڈیٹر ماہنامہ "نعت" لاہور) سیرتِ پاک کے کئی پہلوؤں پر کتابوں میں دی گئی معلومات پر اظہارِ خیال فرماتے ہوئے ایک ایسی کتاب لکھنے کا ارادہ ظاہر کر رہے تھے جس میں واقعات کی چھان پھٹک بھی کی جائے۔ محض چلی ہوئی باتوں کو چلاتے رہنا اور نقل در نقل یا کچھ نمک مرچ لگا کر واقعات کو پیش کرنا کوئی خدمت نہیں ہے۔ میں نے ماہنامہ "نعت" کے ایک نمبر کے لیے مقالہ لکھنا شروع کیا تو معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بچپن کے موضوع پر کام کی ضرورت ہے۔ چنانچہ میں نے اس موضوع پر خصوصی مطالعہ

شروع کیا۔ کئی برس کی محنت زیرِ نظر کتاب کی صورت میں سامنے ہے۔ اور خانوادۂ راجا غلام محمدؒ علیہ الرحمہ (میرے والد راجا رشید محمودؔ، بھائی اظہر محمودؔ اور میں) نے ایک مبسوط سیرتُ النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (بارہ جلدوں میں) لکھنے کا کام شروع کر دیا ہے۔ اِن شاءَ اللہ یہ کام چار برسوں میں مکمل ہو گا اور زیرِ نظر کتاب اس کا حصہ ہو گی۔

قارئینِ محترم کو اگر میری یہ کاوش پسند آئے تو ہمارے لیے دعا کریں کہ ہم اپنا پراجیکٹ مکمل کر سکیں۔ اگر یہ بات کسی صاحب کو اچھی نہ لگے کہ جو باتیں اب تک بعینہٖ لکھی جا رہی تھیں اور وہ بہت مشہور مصنفین کے قلم سے بھی تحریر ہوئی تھیں، ان کے خلاف کیوں لکھا گیا ہے تو مؤدّبانہ گزارش ہے کہ میرے نزدیک عزّت و تکریم حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہے اور جو بات اُن کے مقام سے کمتر نظر آئے یا آپؐ کے حوالے سے کوئی بات بے جواز دکھائی دیتی ہو یا سامنے کے حقائق کے خلاف ہو، مجھے اس کے خلاف لکھنے سے کوئی چیز نہیں روک سکتی۔ میرا مقصد محض خوشنودیٔ خدا (جلّ جلالہٗ) و رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ہے۔ باقی ساری دنیا بھی ناراض ہو جائے تو پروا نہیں۔

ولادتِ نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

ولادت کا سال

حضور فخرِ موجودات سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تخلیق تو خیر اس وقت ہوئی تھی جب حضرت آدم علیہ السلام مٹی اور پانی کے درمیان تھے۔ لیکن بہرحال اس دنیائے آب و گل میں سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کے بارے میں اس پہلو سے کوئی اختلاف نہیں کہ یہ عام الفیل میں ہوئی۔ جس سال ابرہہ نے کعبہ اللہ کو ڈھانے کے عزم کے ساتھ حملہ کیا تھا' اسی سال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کائنات عالم میں قدم رنجہ فرمایا۔ بعض لوگ اس واقعے کو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی ولادت مبارک سے پچپن دن پہلے بتاتے ہیں' بعض اس واقعے میں دنوں کی کمی بیشی کے قائل ہیں لیکن اس بات پر سب کو اتفاق ہے کہ سال وہی تھا(۱)

ولادت کا مہینا

مہینے کے بارے میں تمام سیرت نگار اور سب قدیم و جدید مورخین متفق ہیں کہ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مبارک ربیع الاول میں ہوئی۔ حافظ ابن کثیر کہتے ہیں کہ اس امر میں ذرا اختلاف نہیں ہے کہ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) دو شنبہ کے دن پیدا ہوئے۔ پھر جمہور کا یہ بھی فیصلہ ہے کہ ربیع الاول کا مہینا تھا(۲)۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضور علیہ التحیہ والثناء کے اس دنیا میں

ظہور فرمانے سے پہلے سے جو مہینے متبرک اور مقدس مشہور تھے' آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت پاک ان میں سے کسی مہینے میں کیوں نہ ہوئی۔ ڈاکٹر محمد عبدہ' یمانی اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ "اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان یا حرمت والے مہینوں یا شعبان المبارک میں پیدا ہوتے تو بعض ناسمجھ اس سے بے بنیاد وہم کا شکار ہو جاتے کہ آپؐ کو جو عظمت و شان حاصل ہے' وہ ان مہینوں کی فضیلت اور قدر و منزلت کی وجہ سے ہے۔ لیکن خالق حکیم جل جلالہ نے چاہا کہ آپؐ کی ولادت ماہ ربیع الاول میں ہو' تاکہ یہ مہینا آپ کے وجود مسعود کی برکت سے شرف بزرگی حاصل کرے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جشن میلاد نبوی کی بدولت خدائے علی و قدیر کی عنایات و نوازشات کا اظہار ہو"۔ پھر اس مہینے کی تعریف میں یوں رطب اللساں ہوتے ہیں۔ "کیا آپ دیکھتے نہیں کہ فصل ربیع سب سے اچھا اور معتدل موسم ہے' اس میں کپکپا دینے والی سردی ہوتی ہے' نہ جھلسا دینے والی گرمی۔ اس میں رات لمبی ہوتی ہے' نہ دن۔ اور یہ موسم خزاں' جاڑے اور گرمیوں کے موسموں کی تمام بیماریوں سے پاک ہوتا ہے۔ بلکہ لوگ اس میں نئی زندگی اور جوش و ولولہ پاتے ہیں.....یہ فضا رحمت و شفقت کی شریعت کے مطابق ہے جسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لے کر تشریف لائے"(۳)۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ربیع الاول کے مہینے میں ظہور فرمانے کا ذکر سب سیرت نگار کرتے ہیں(۴)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے "مدارج النبوت" میں تاریخ کے اختلاف تو بتائے ہیں لیکن ربیع الاول کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں کیا(۵)

ولادت کا دن

ابن ہشام نے لکھا ہے کہ رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پیر کے دن بارھویں ربیع الاول کو پیدا ہوئے(۶)۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی پیر کے دن

پیدائش کے بارے میں کوئی دوسری رائے نہیں ہو سکتی کیونکہ خود میرے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے(۷)۔

بعض سیرت نگاروں نے حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تاریخ ولادت ۸ ربیع الاول بتائی ہے۔ آج کل لوگ محمود پاشا فلکی کے حوالے سے ۹ ربیع الاول بھی لکھتے ہیں(۸) لیکن البدایہ والنہایہ(۹)' بلوغ الامانی شرح الفتح الربانی(۱۰) اور السیرۃ النبویہ(۱۱) میں حضرت جابر اور حضرت ابن عباس سے روایت نقل ہے کہ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت عام الفیل میں پیر کے دن بارھویں ربیع الاول کو ہوئی۔ سید ابوالاعلی مودودی بھی لکھتے ہیں کہ ابن ابی شیبہ نے حضرت عبداللہ ابن عباس اور حضرت جابر بن عبداللہ کا قول نقل کیا ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ۱۲ ربیع الاول کو پیدا ہوئے تھے۔ اس کی تصریح محمد بن اسحاق نے کی ہے اور جمہور اہل علم میں یہی تاریخ مشہور ہے(۱۲)

ابن جوزی اور ابن البزار نے ۱۲ ربیع الاول پر اجماع نقل کیا ہے اور اسی کو کامل ابن اثیر نے اختیار کیا ہے(۱۳)

ابن حجر عسقلانی(۱۴) اور طبری(۱۵) کے علاوہ آج کے بہت سے سیرت نگار مثلاً عمر ابوالنصر(۱۶)' علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی(۱۷)' مولانا نقی علی خاں(۱۸)' مفتی عنایت احمد کاکوروی(۱۹)' شاہ ولی اللہ محدث دہلوی(۲۰)' سید سلیمان ندوی(۲۱)' شیخ محمد رضا مصری(۲۲)' سرسید احمد خاں(۲۳)' محمد عالم آسی(۲۴)' عبدالقدوس ہاشمی(۲۵)' پیر محمد کرم شاہ الازہری(۲۶)' محمد ولی رازی(۲۷)' نور بخش توکلی(۲۸)' محمد عاشق الہی میرٹھی(۲۹) اور میرزا حیرت دہلوی(۳۰) بھی ۱۲ ربیع الاول ہی کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تاریخ پیدائش مانتے ہیں۔ شیعہ محدثین میں سے ثقۃ الاسلام کلینی نے بھی ۱۲ ربیع الاول ہی کو اختیار کیا ہے(۳۱)۔

ایسے میں جو لوگ محمود پاشا فلکی کے حوالے سے ۹ ربیع الاول کو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی تاریخ پیدائش قرار دیتے ہیں' ان کی جرات قابل داد ہے۔ صرف

اسی حوالے سے نہیں کہ وہ حضرت عبداللہ ابن عباس اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالی عنہما کو اور امت کے اجماع کو نہیں مانتے' بلکہ اس لحاظ سے بھی کہ مکی کیلنڈر اور مدنی کیلنڈر کا تفاوت سامنے ہے اور عربوں کی یہ عادت بھی سامنے ہے کہ جس مہینے کو چاہتے تھے' آگے پیچھے کر لیتے تھے(۳۲) یا جب چاہتے تھے سال کے تیرہ یا چودہ مہینے بنا لیتے تھے(۳۳)۔

جب مکی کیلنڈر مختلف تھا' مدنی کیلنڈر مختلف تھا' جب عرب صفر کے بجائے محرم اور کسی اور مہینے کے بجائے کوئی اور مہینا بنا لیتے تھے' جب وہ کبھی سال کے ۱۲ ہی مہینے رہنے دیتے تھے' کبھی تیرہ' کبھی چودہ بنا لیتے تھے' ایسے میں محمود پاشا فلکی نے کس ریاضی کے فارمولے سے تاریخ نکال لی اور اس تاریخ کو غلط کہا جو صحابہ بتاتے ہیں' پہلے سیرت نگار ابن اسحاق مانتے ہیں' مسلم سیرت نگار ابن ہشام تسلیم کرتے ہیں' جس پر اجماع نقل کیا جا چکا ہے' جسے اب تک لوگ تسلیم کرتے آئے ہیں۔ چنانچہ مفتی محمد شفیع قرار دیتے ہیں کہ "محمود پاشا فلکی مصری نے جو نویں تاریخ کو بذریعہ حسابات اختیار کیا ہے' یہ جمہور کے خلاف بے سند قول ہے"(۳۴)۔

حواشی

○ ۱۔ سیرۃ ابن ہشام۔ ص ۸۹/ نواب صدیق حسن خاں بھوپالی۔ الشمامہ العنبریہ من مولد خیر البریہ۔ ص ۷/ تواریخ حبیبؐ الہ۔ ص ۱۳/ عمر ابوالنصر۔ نبی امی۔ ص ۵۶/ اشرف علی تھانوی' مولانا۔ حبیبؐ خدا۔ ص ۲۹/ خاتون پاکستان (ماہنامہ) کراچی۔ رسولؐ نمبر ۱۹۶۴ء۔ ص ۸۳۹ (مضون "میلاد رسولؐ" از مولانا شاہ حسن میاں پھلواروی)/ خاتون پاکستان۔ رسولؐ نمبر۔ ۱۹۶۴ء۔ ص ۱۵ (مضمون "رسول اکرمؐ کا عہد طفلی" از سرسید احمد خاں)/ نظام الدین احمد جعفری۔ جنات النعیم فی ذکر نبی الکریمؐ۔ ص ۲۴/ اردو دائرہ معارف اسلامیہ (جامعہ پنجاب لاہور) جلد ۱۹۔ ص ۱۲/ مصباح الدین شکیل۔ سیرت احمد مجتبیؐ۔ ص ۴۲

○ ۲۔ قصص القرآن۔ جلد چہارم۔ ص ۲۸۷

○ ۳۔ عبدہ، یمانی، ڈاکٹر محمد۔ علموا اولاد کم محبت رسول اللہ۔ ص ۱۰۲ (اس کتاب کے باب "الاحتفا بالمولد النبوی الشریف" کا ترجمہ از محمد طفیل ضیغم ماہنامہ "نعت" لاہور بابت اکتوبر ۱۹۸۸ء میں شائع ہوا۔ یہ ترجمہ وہیں سے لیا گیا ہے۔ ص ۴۷، ۴۸)

○ ۴۔ اشرف علی تھانوی، مولانا۔ حبیبؐ خدا۔ ص ۲۹/ اسوۃ الرسولؐ۔ جلد دوم۔ ص ۸/ نبی رحمت۔ ص ۱۰۲/ سیرت سرور انبیاؐ۔ ص ۱۷/ محفل (ماہنامہ) لاہور۔ خیر البشرؐ نمبر۔ ص ۲۴۰ (مضمون "بارہ ربیع الاول تاریخ کے آئینہ میں" از شفیق بریلوی)/ خطبات رسولؐ۔ ص ۱۷/ شبلی نعمانی۔ سیرت النبیؐ۔ جلد اول۔ ص ۱۷۶/ رحمت دو عالمؐ۔ ص ۶۷/ سراپائے اقدس۔ ص ۵/ ماہ نو۔ سیرت پاک کے مضامین کا انتخاب۔ ص ۱۵

○ ۵۔ مدارج النبوت۔ ص ۲۴

○ ۶۔ سیرۃ ابن ہشام۔ ص ۸۹

○ ۷۔ مسلم شریف بروایت قتادہؓ/ مسند احمد بن حنبل/ بیہقی/ رسالتمابؐ۔ ص ۹/ نعت (ماہنامہ) لاہور۔ اکتوبر ۱۹۸۸ء۔ میلاد النبیؐ نمبر۔ حصہ اول۔ ص ۴۳/ نعت نومبر ۱۹۸۸ء۔ میلاد النبیؐ نمبر۔ حصہ دوم۔ ص ۳۱ (مضمون محافل میلاد از راجا رشید محمود)

○ ۸۔ شبلی۔ سیرت النبی۔ جلد اول۔ ص ۱۷۶/ سلمان منصور پوری۔ رحمۃ للعالمینؐ۔ جلد اول۔ ص ۴۰/ پرویز۔ معراج انسانیت۔ ص ۷۸/ ابوالکلام آزاد۔ رسول رحمتؐ۔ ص ۷۳/ افضل حق چودھری۔ محبوبؐ خدا۔ ص ۲۰

○ ۹۔ حصہ دوم۔ المکتبۃ المعارف۔ بیروت ۱۹۷۷ء۔ ص ۲۶۰

○ ۱۰۔ جلد دوم۔ مطبوعہ بیروت۔ ص ۱۸۹

○ ۱۱۔ ابن کثیر۔ حصہ اول۔ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت۔ ص ۱۹۹

○ ۱۲۔ ابوالاعلیٰ مودودی۔ سیرت سرور عالمؐ۔ جلد دوم۔ ص ۹۳، ۹۴

○ ۱۳۔ ابن جوزی۔ میلاد رسولؐ۔ ص ۷۳/ محمد شفیع، مفتی۔ سیرت خاتم الانبیاءؐ۔ ص

۱۸/ نعت (ماہنامہ) لاہور۔ میلاد النبیؐ نمبر حصہ اول۔ اکتوبر ۱۹۸۸ء۔ ص ۳۲

○ ۱۴۔ قاری احمد پیلی بھیتی، مولانا۔ تاریخ مسلمانان عالم۔ جلد دوم۔ ص ۴۷

○ ۱۵۔ نقوش لاہور۔ رسولؐ نمبر۔ جلد اول۔ ص ۱۷۰ (مضمون "ابن الجوزی اور سوانح رسولؐ" از ڈاکٹر غلام جیلانی برق)

○ ۱۶۔ نبی امیؐ۔ ص ۵۶

○ ۱۷۔ الانوار المحمدیہ۔ ص ۴۲

○ ۱۸۔ سرور القلوب بذکر المحبوبؐ۔ ص ۱۱، ۱۲

○ ۱۹۔ تواریخ حبیبؐ الہ۔ ص ۱۳

○ ۲۰۔ سرور المحزون ترجمہ نور العیون۔ ص ۳

○ ۲۱۔ سلیمان ندوی، سید۔ رحمت عالمؐ۔ ص ۱۳

○ ۲۲۔ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۳۰

○ ۲۳۔ سیرت محمدیؐ۔ ص ۲۱/۷ خاتون پاکستان (ماہنامہ) کراچی۔ رسولؐ نمبر ۱۹۶۳ء۔ ص ۱۵ (مضمون "رسول کریمؐ کا عہد طفلی" از سرسید احمد خاں)

○ ۲۴۔ الفقیہ (ہفت روزہ) امرتسر۔ میلاد نمبر ۱۹۳۲ء۔ (مضمون "مجالس میلاد نبویؐ" از مولانا حکیم محمد عالم آسی)

○ ۲۵۔ خاتون پاکستان۔ رسولؐ نمبر ۱۹۶۴ء۔ ص ۱۱۰ (مضمون "سیرت نبویؐ کی بعض ضروری تاریخیں" از مولانا سید عبدالقدوس ہاشمی)

○ ۲۶۔ تفسیر ضیاء القرآن۔ جلد پنجم۔ ص ۶۶۵

○ ۲۷۔ ہادی عالمؐ۔ ص ۴۳

○ ۲۸۔ سیرت رسولؐ عربی۔ ص ۴۳

○ ۲۹۔ تاریخ اسلام۔ ص ۳۵

○ ۳۰۔ المحمدؐ۔ مطبوعہ دہلی۔ ص ۱۳۵

○ ۳۱۔ توحید (دو ماہی) قم، ایران۔ اگست ستمبر ۱۹۹۱ء۔ ص ۱۶۳

○ ۳۲۔ تفسیر ابن کثیر۔ جلد پنجم۔ ص ۶۰/ ابن حجر۔ الفتح الباری شرح البخاری۔ بحوالہ ماہنامہ "اظہار" کراچی۔ جولائی ۱۹۸۳۔ ص ۸/ تفسیر الحسنات۔ جلد دوم۔ ص ۸۱۲

○ ۳۳۔ ابوالاعلیٰ مودودی، سید۔ تفہیم القرآن۔ جلد دوم۔ ص ۱۹۲/ ضیاء القرآن۔ جلد دوم۔ ص ۲۰۳/ تفسیر الخازن و تفسیر بغوی بحوالہ اظہار۔ جولائی ۱۹۸۳۔ ص ۸

○ ۳۴۔ محمد شفیع، مفتی۔ سیرت خاتم الانبیاءؐ۔ ص ۱۸

اللہ تبارک و تعالیٰ نے سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ جن خواتین کو عظمت عطا فرمانی چاہی' انہیں یہ سعادت نصیب ہوئی کہ وہ حضور محبوب خالق و مالک (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کو دودھ پلائیں۔ ماں تو آقا حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی سیدہ آمنہ سلام اللہ علیہا ہیں' یہ شرف تو کسی اور کو میسر نہیں آ سکتا لیکن جن خواتین کو اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو دودھ پلانے کا شرف بخشا' ان کی سعادت' ان کی عظمت کو امت سلام کرتی ہے۔ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی رضاعی مائیں ٹھہریں۔۔۔۔۔۔ لیکن ہمارے سیرت نگاروں نے اس فہرست میں جس طرح اضافے فرمائے ہیں' وہ تکلیف دہ بات ہے۔

حقیقت یہی ہے کہ مادر محترم حضرت آمنہؓ کے علاوہ صرف حضرت ثویبہؓ اور حضرت حلیمہؓ ہی نے حضور حبیب خدا علیہ التحیہ والثنا کو دودھ پلایا۔ کچھ سیرت نگار رضاعت میں صرف حضرت آمنہؓ' حضرت حلیمہؓ اور حضرت ثویبہؓ کا ذکر کرتے ہیں مثلاً

عبدالرحمن ابن جوزی (الوفا۔ ص ۱۳۷'۱۳۸) شیخ عبدالحق محدث دہلوی (مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۳۰) احمد زینی دحلان (سیرت دحلانیہ۔ ص ۴۵) نور بخش توکلی (سیرت رسول عربی۔ ص ۳۶) سید اولاد حیدر فوق بلگرامی (اسوۃ الرسولؐ۔ جلد دوم۔ ص ۱۵-۱۸) شرافت نوشاہی (شریف التواریخ۔ جلد اول۔ ص۱۷۹) عبدالمقتدر۔ (محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۴۸) عبدالمصطفیٰ اعظمی۔ (سیرت مصطفیٰؐ۔ ص ۶۱'۶۲) مفتی محمد شفیع (سیرت رسول اکرمؐ۔ ص ۳۸/ سیرت خاتم الانبیاءؐ۔ ص ۱۹) عبدالصمد صارم (محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۲۰'۲۱) سید سلیمان ندوی (رحمت عالم۔ ص ۱۳)

نقی علی خاں (سرور القلوب بذکر المحبوبؐ۔ ص ۱۵) چودھری افضل حق (محبوبؐ خدا۔ ص ۲۲) عارف بٹالوی (حیات رسولؐ۔ ص ۳۴) سید نظر زیدی (سب سے بڑا انسان۔ ص ۳۷) برکت علی (سیرت حبیبؐ۔ ص ۴۴،۴۳) ماہر القادری (در یتیم۔ ص ۳۷۔۳۹) جعفر سبحانی (فروغ ابدیت۔ ص ۱۰۵) نعیم صدیقی (سید انسانیت۔ ۱۷) احمد حسین خاں (تاریخ احمدی۔ ص ۹) رضوان اللہ و انتظام اللہ شہابی (سیرت الرسولؐ من القرآن۔ ص ۸۸) ساجد الرحمن (سیرت رسولؐ۔ ص ۷) طالب ہاشمی (رسولؐ پاک۔ ص ۴۶) اسلم جیراجپوری (نوادرات۔ ص ۷) عمر ابوالنصر (رسول عربیؐ۔ ص ۱۴،۱۵)

ان کے علاوہ جن خواتین کے بارے میں یہ لکھا گیا ہے' وہ بلا ثبوت ہے اور درست نہیں۔ مثلاً حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ میں بنی سلیم کی تین عواتک کا بیٹا ہوں۔ بنی سلیم کی تین عواتک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دادیاں ہیں لیکن عربوں میں جب کوئی خاتون ماں بنتی ہے تو اس کا نام تبدیل ہو جاتا ہے' شاید اس لیے بنی سلیم کی عاتکہ نام کی تین عورتیں سیرت نگاروں کو سامنے نظر نہ آئیں تو انہوں نے لکھ دیا کہ بنی سلیم کی ان خواتین نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو دودھ پلایا۔ باقی سیرت نگاروں نے بغیر سوچے سمجھے نقل چلا دی۔

ایک بزرگ نے حضرت ام ایمنؓ کے بارے میں یہی لکھ دیا' اسی طرح بنت منذر اور ام فروہ کے بارے میں یہ بات چلا دی گئی۔ اس موضوع پر تفصیلی بحث آخری باب میں ہوگی۔ فی الحال ان تین معزز خواتین کا اجمالی تذکرہ مطلوب ہے جن کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دودھ پلانا ثابت ہے۔

حضرت حلیمہؓ بنت عبداللہ بن حارث

نام و نسب

حضرت حلیمہؓ سعدیہ ابوذوہیب کی بیٹی تھیں اور ابوذوہیب کا اصل نام عبداللہ

بن حارث ہے۔ اور یہ سعد بن بکر کے کنبہ سے تھے (۱)۔ حضرت حلیمہؓ کا نسب حضرت الیاس (۲) سے جا ملتا ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اجداد میں سے تھے (۳)۔ ڈاکٹر حمید اللہ لکھتے ہیں کہ بنو ہوازن حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے جد امجد قیس کی اولاد ہوازن سے ہیں (۴)۔

شیخ عبداللہ لکھتے ہیں کہ حضرت حلیمہؓ کا نسب حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ بنو قیس عیلان' مضر میں جمع ہوتا ہے (۵)۔ دراصل الیاس مضر کے بیٹے ہیں (۶)۔ اور الیاس کے ایک بیٹے قیس عیلان (۷) تک حضرت حلیمہؓ کا شجرہ جاتا ہے۔ اس طرح حضرت حلیمہؓ کا نسب بنو قیس عیلان سے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اجداد بنو مضر میں جمع ہوتا ہے (۸)۔

خصوصیات حلیمہؓ

حضرت حلیمہؓ بنو سعد کے شریف گھرانے سے تھیں اور اخلاق و فضائل میں اسم با مسمی تھیں (۸)۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی رضاعت کی سعادت حاصل کرنے میں جو خاتون مشہور و معروف اور مخصوص و ممتاز ہیں وہ حلیمہؓ سعدیہ ہیں' وہ اپنے نام حلیمہؓ اور نسبت سعدیہ کی طرح حلم و وقار اور سعادت سے موصوف تھیں (۹)۔ ابراہیم سیالکوٹی امام سہیلی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ حضرت حلیمہؓ بنی سعد کی شریف اور اپنی قوم کی باعزت خواتین میں سے تھے (۱۰)۔ حضرت حلیمہؓ کی ذاتی خصوصیات بہت سی تھیں۔ مثلاً غریب ہونے کے باوجود ان میں حرص و طمع نہ تھا اور وہ قناعت پسند' ملن سار اور محبت کرنے والی خاتون تھیں (۱۱)۔ "مواہب اللدنیہ" میں حضرت حلیمہؓ کی ایک خصوصیت یہ بھی بتائی گئی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت اقدس میں جو سب سے پہلا وفد آیا تھا' وہ غزوۂ حنین سے واپسی پر جعرانہ کے مقام پر حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ اس طرح حضرت حلیمہؓ کے قبیلہ نے یہ

فضیلت حاصل کر لی (۱۲)۔

حضرت حلیمہؓ کا گاؤں

سیرت کی کتابوں میں حضرت حلیمہؓ کے گاؤں کے متعلق معلومات نہیں دی جاتیں۔ ڈاکٹر حمید اللہ حضرت حلیمہؓ کے قبیلہ کو خانہ بدوش تصور کرتے ہیں کہ جو سال کے مختلف حصوں میں مختلف مقام پر خیمہ زنی کرتا ہو (۱۳)۔

باڈلے اس موقع پر یوں لکھتے ہیں کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بنو سعد کی چراگاہوں کی طرف لے جائے گئے اور اوائل عمر میں ہی صحرا نورد ہو گئے...... ۵ سال تک ان ہی بدوؤں کے سیاہ خیموں میں رہے......... آپ (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) صحرا نشینوں کے ساتھ سرسبز و شاداب چراگاہوں کی تلاش میں دن رات گھومتے تھے۔ اس عرصہ میں شاید ہی چند روز سے زیادہ آپؐ نے کہیں قیام کیا ہو........ آندھی، بگولے اور جھلتی سموم میں آپؐ اپنے چہرہ کو ایک کپڑے سے ڈھانپ لیتے" (۱۴)۔ رحیم دہلوی لکھتے ہیں کہ حضرت حلیمہؓ کے خانہ بدوش ہونے کی بات غلط ہے کیونکہ مکے کے سردار اور روسا اپنے بچوں کو موسم کی سختیاں جھیلنے کے لیے خانہ بدوشوں کے حوالے تو نہیں کرتے ہوں گے جن کا کسی ایک جگہ ٹھکانا ہی نہ ہو (۱۵)۔ دراصل حضرت حلیمہؓ کی نگری جس علاقے میں ہے، اسے ضیسات کہتے ہیں اور ان کی خاص بستی کا نام شحط ہے۔ شحط ایک چھوٹی مگر سرسبز و شاداب بستی ہے جو بہت خوبصورت، سادہ اور پرکشش ہے۔ ابھی تک یہاں اسی قبیلے کے لوگ رہتے ہیں۔ یہ سارا علاقہ بنی سعد کہلاتا ہے۔ رحیم دہلوی پروفیسر فلپ حتی کی کتاب "تاریخ عرب" کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ اس میں کہیں کہیں نخلستان بھی ہیں۔ یہاں بعض دفعہ جاڑوں میں اتنا مینہ برس جاتا ہے کہ زمین پر سبزے کی چادر بچھ جاتی ہے اور بدوؤں کے اونٹوں، بھیڑوں، بکریوں کو جنت کا مزا آ جاتا ہے (۱۶)۔

باڈلے اور ڈاکٹر حمید اللہ کا یہ کہنا کہ حضرت حلیمہؓ کا خاندان خانہ بدوش تھا

اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ساتھ ساتھ پھرتے رہے' ان حضرات کی تصوراتی کہانی سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔

حضرت حلیمہؓ کی غربت

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے حضرت حلیمہؓ خوشحال نہ تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ رضاعت میں حضرت حلیمہؓ کے گھر برکت اور سعادت ہوئی اور ان کے معاشی حالات بہتر ہو گئے (۱۷)۔ حضرت حلیمہؓ فرماتی ہیں کہ جس سال حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے۔ ہم لوگوں کو قحط سالی کی بڑی تکلیف تھی۔ فاقوں کے مارے مجھ کو غش آ جاتا تھا (۱۸)۔ میری گود میں ایک بچہ تھا مگر اتنا دودھ نہ تھا کہ اس کو کافی ہوتا اس لیے رات بھر اس کے چلانے سے نیند نہ آتی۔ میں جس اونٹنی پر سوار تھی' وہ اتنی لاغر تھی کہ سب کے ساتھ نہ چل سکتی تھی (۱۹)۔ میں اور میرا شوہر بھوکے تھے (۲۰)۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گود لینے کی دیر تھی کہ حضرت حلیمہؓ کا بیٹا پہلی بار ماں کے دودھ سے سیراب ہوا۔ پھر حضرت حلیمہؓ کے خاوند نے جا کر اونٹنی کو دیکھا تو دودھ ہی دودھ بھرا تھا۔ اس نے دودھ نکالا اور سب نے خوب سیر ہو کر پیا اور رات بڑے آرام سے گزری۔ اس سے قبل سونا میسر نہیں آتا تھا۔ خاوند نے کہا حلیمہؓ تو بڑا برکت والا بچہ لائی ہے (۲۲)۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضاعت

ابن سعد' یحییٰ بن یزید سعدی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ اس سال قبیلہ بنی سعد بن بکر کی دس عورتیں بچوں کو دودھ پلانے کی غرض سے مکے آئی تھیں (۲۳)۔ تمام سیرت نگار یہی لکھتے ہیں کہ حضرت حلیمہؓ کو کسی مالدار کا بچہ نہیں ملا اور وہ یتیم بچہ ملا جس کو دوسری دائیاں لینے سے انکار کر چکی تھیں۔ اس سے پہلے حضرت حلیمہؓ بھی اس بچے کے لیے انکار کر چکی تھیں۔ مگر اب خالی ہاتھ نہ جانے کے خیال

سے اس یتیم کو قبول کر لیا۔ یہ مفروضے کس حد تک حقائق سے قریب ہیں' اس سلسلے میں آخری باب میں بحث دیکھیے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکات

حضرت حلیمہؓ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گود میں اٹھا کر اپنے قافلے میں پہنچیں تو اس وقت انہوں نے آپؐ کی برکات کھلی آنکھوں سے دیکھ لیں۔ انہیں اپنی ہر چیز میں نیا رنگ نظر آ رہا تھا۔ ان کو دودھ میں' جانوروں میں' رزق میں' غرض ہر چیز میں برکت محسوس ہوئی۔ ان کی ساتھی عورتوں نے کہنا شروع کر دیا کہ حلیمہؓ! تمہیں بہت مبارک بچہ ملا ہے۔ ان کو حضرت حلیمہؓ سے حسد بھی ہونے لگا (۲۴)۔ حضرت حلیمہؓ کہتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لینے کے بعد دوسرے دن میرے شوہر نے کہا "اے حلیمہؓ! بخدا ہمیں مبارک بچہ ملا ہے۔ کیا تو نے محسوس نہیں کیا کہ آج کی رات سے ہم نے اس بچے کو لیا ہے اور کتنے آرام اور برکت سے یہ رات گزاری ہے" چنانچہ اسی طرح برکت میں اضافہ ہوتا گیا۔

حضرت حلیمہؓ نے فرمایا کہ جب مکہ مکرمہ سے اپنے علاقے کی طرف جانے کے لیے میں نے حضرت آمنہؓ سے اجازت لی اور حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو گود میں اٹھا کر اپنی سواری پر چڑھی تو اپنی ساتھی عورتوں سے آگے نکل گئی (۲۵)۔ میری ہمراہی عورتیں تعجب سے کہنے لگیں کہ حلیمہؓ ذرا آہستہ چلو اور یہ بتاؤ کہ یہ سواری وہی ہے جس پر تم آئی تھیں۔ میں نے کہا ہاں وہی ہے۔ کہنے لگیں بے شک اس وقت اس میں کوئی بات ہے (۲۶)۔ اس کے بعد اپنے گھر جاتے ہوئے ہم جس جگہ پر بھی قیام کرتے' وہ سرسبز و شاداب ہو جاتی (۲۷)۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے حضرت حلیمہؓ اور ان کے شوہر اپنا پسینہ بہانے کے باوجود تنگی اور عسرت سے زندگی بسر کرتے تھے اور اب یہ حال ہو گیا کہ مٹی کو بھی ہاتھ لگاتے تو وہ سونا ہو جاتی تھی۔ ہر طرف خوش حالی اور فارغ البالی کا

دور دورہ ہو گیا (۲۸)۔ حضرت حلیمہؓ فرماتی ہیں کہ میری بکریاں دودھ سے بھری ہوئی آتی دیکھ کر میری قوم کے لوگ اپنے چرواہوں سے کہا کرتے' ارے تم بھی وہیں چراؤ جہاں حلیمہؓ کے جانور چرتے ہیں (۲۹)۔ اب حضرت حلیمہؓ کے اونٹ اور بکریوں کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے حضرت حلیمہؓ اپنے قبیلہ میں بہت رفیع ہو گئیں۔ حضرت حلیمہؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیثیت کو ہمیشہ پہچانتی تھیں (۳۰)۔

حضرت حلیمہؓ کی لوری

حضرت حلیمہؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو لوری سنا کر دل بہلایا اور کھلایا کرتی تھیں اس کا ترجمہ یہ ہے:

☆ اے میرے رب جب تو نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ہمیں دیا ہے تو آپؐ کو باقی رکھ یعنی زندگی دے اور عمر کو پہنچا اور آپؐ کے مراتب اعلیٰ کر اور آپؐ کے دشمن' جو باطل باتیں اور باطل خیال کریں' ان کو مٹا دے (۳۱)۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رضاعی بہن بھائی

جنہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رضاعی بہن بھائی بننے کا شرف حاصل ہوا' وہ عبداللہؓ بن حارث' انیسہؓ بنت حارث اور شیماؓ (۳۲) بنت حارث ہیں (۳۳)۔ حافظ ابن حجر نے حضرت حلیمہؓ کے بیٹے حضرت عبداللہؓ کو صحابہؓ میں اور حافظ ذہبی نے حضرت شیماؓ کو صحابیات میں شامل کیا ہے (۳۴)۔ جب حضرت حلیمہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دودھ پلانے کے لیے لیا تھا تو اس وقت ان کی گود میں شیر خوار عبداللہؓ بن حارث تھے (۳۵)۔ حضرت حلیمہؓ کا سارا گھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گرویدہ تھا۔ کسی نے بھی آپؐ کی خاطرداری اور پرورش میں کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا (۳۶)۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود بہت کم روتے مگر کسی رضاعی بہن کو روتے دیکھ کر آنکھیں نمناک ہو جایا کرتی تھیں۔ آپؐ کو حضرت حلیمہؓ

ان کے خاوند اور بچوں سے بہت پیار تھا (۳۷)۔

کچھ سیرت نگار لکھتے ہیں کہ حضرت حلیمہؓ نے حضرت ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلبؓ کو بھی دودھ پلایا تھا اور یہ بھی آپؐ کے رضاعی بھائی ہیں مگر یہ غلط ہے۔ تفصیل کے لیے آخری باب دیکھیے۔

حواشی

○ ۱۔ کتاب المعارف۔ ص ۱۱۶'۱۱۷

○ ۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجداد میں حضرت الیاس کے بارے میں شیخ محمد رضا لکھتے ہیں کہ یہ اپنی قوم میں حضرت لقمان حکیم کی حیثیت کے حامل سمجھے جاتے تھے۔ ان کے دانشوارانہ قول ملاحظہ فرمائیں۔ جو شخص نیکی کا تخم بوئے گا' وہ خوشی و شادمانی کا پھل کاٹے گا۔ جو شخص شر کا تخم بوئے گا' وہ ندامت کا پھل کاٹے گا۔ (محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۱۵)

الیاس کے تین بیٹے تھے۔ ان میں ایک کو مدرکہ کہتے ہیں۔ (شجرہ رسول مقبول۔ ص ۱۸)

○ ۳۔ سلمان منصور پوری۔ رحمۃ للعالمین۔ جلد دوم۔ ص ۵۷

○ ۴۔ نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۲۔ ص ۵۹۷ (مضمون محمدؐ رسول اللہ از ڈاکٹر حمید اللہ۔ مترجم نذیر حق)

○ ۵۔ مختصر سیرۃ الرسولؐ۔ ص ۲۷

○ ۶۔ تاجدار دو عالمؐ کے والدین۔ ص ۹

○ ۷۔ اللہ تعالیٰ نے قیس کو بڑی کثرت سے مال و دولت عطا فرمائی تھی۔ غطفان اور ہوازن کے قبائل اور سلیم اور عازن انہی قیس کی اولاد ہیں (مختصر سیرۃ الرسولؐ۔ ص ۲۷)

○ ۸۔ ابراہیم سیالکوٹی۔ سیرۃ المصطفیؐ۔ جلد اول۔ ص ۱۱۹

○ ۹۔ مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۳۰
○ ۱۰۔ ابراہیم سیالکوٹی۔ سیرۃ المصطفیٰ۔ جلد اول۔ ص ۱۱۹
○ ۱۱۔ رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی۔ ص ۴۸/ حضرت محمدؐ ولادت سے نزول وحی تک۔ حصہ اول۔ ص ۲۱۵
○ ۱۲۔ سیرت محمدیہؐ۔ ترجمہ مواہب اللدنیہ۔ جلد دوم۔ ص ۳۹۹
○ ۱۳۔ رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی۔ ص ۴۸
○ ۱۴۔ باڈلے۔ الرسولؐ۔ ص ۶۷۔۶۹
○ ۱۵۔ دائی حلیمہؓ اور ان کی سرسبز و شاداب وادی۔ ص ۷۱۔۷۳
○ ۱۶۔ ایضاً۔ ص ۲۰۷۔۲۰۹
○ ۱۷۔ صفیہ صابری۔ حرا کا آفتابؐ۔ ص ۲۹/ ساجد الرحمن۔ سیرت رسولؐ۔ ص ۸
○ ۱۸۔ جنات النعیم فی ذکر نبی الکریمؐ۔ ص ۳۱
○ ۱۹۔ حبیبؐ خدا۔ ص ۵۱، ۵۲/ عبدالصمد صارم۔ ص ۲۱
○ ۲۰۔ عبدالصمد صارم۔ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۲۲
○ ۲۱۔ انوار محمدیہؐ۔ ص ۴۵/ حبیبؐ خدا۔ ص ۵۱، ۵۲
○ ۲۲۔ حبیبؐ خدا۔ ص ۵۲
○ ۲۳۔ دائی حلیمہؓ اور ان کی سرسبز و شاداب وادی۔ ص ۱۹/ شرف النبیؐ۔ ص ۴۰۱
○ ۲۴۔ نبیؐ رحمت۔ ص ۱۰۴
○ ۲۵۔ انوار محمدیہؐ۔ ص ۴۵، ۴۶
○ ۲۶۔ حبیبؐ خدا۔ ص ۵۲
○ ۲۷۔ جنات النعیم فی ذکر نبی الکریمؐ۔ ص ۳۵
○ ۲۸۔ سوامی لکشمن پرشاد۔ عرب کا چاند۔ ص ۷۰
○ ۲۹۔ حبیبؐ خدا۔ ص ۵۲
○ ۳۰۔ سیرت محمدیہؐ۔ جلد اول۔ ص ۱۶۴

○ ۳۱۔ رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی۔ ص ۵۳
○ ۳۲۔ سیرت محمدیہ۔ جلد اول۔ ص ۱۶۳/ الخصائص الکبری۔ جلد اول۔ ۱۱۵، ۱۱۶
○ ۳۳۔ حضرت شیماؓ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے بہت محبت کرتی تھیں اور انہیں لوری دیتی تھیں۔
○ ۳۴۔ الوفا۔ ص ۱۳۹/ العطور المجموعہ۔ ص ۳۶/ شرف النبیؐ۔ ص ۱۹۹/ الرحیق المختوم۔ ص ۱۰۲/ کتاب المعارف۔ ص ۱۱۶، ۱۱۷
○ ۳۵۔ ابراہیم سیالکوٹی۔ سیرت المصطفیٰ۔ جلد اول۔ ص ۱۳۵
○ ۳۶۔ علی اصغر چودھری۔ نبی اکرمؐ کاشانہ نبویؐ میں۔ ص ۱۰
○ ۳۷۔ عرب کا چاند۔ ص ۷۰
○ ۳۸۔ مہک۔ گوجرانوالہ۔ خاص نمبر۔ ص ۱۹ (مضمون "دور طفولیت" از محمد ایوب)

حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا

نام و نسب

ان کا اصل نام ثویبہؓ ہے مگر اردو زبان میں لکھی گئی بیشتر کتابوں میں غلطی سے "ثویبہؓ" کے بجائے ثوبیہؓ لکھا جاتا ہے (۱)۔ اور نسب کے متعلق صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے چچا ابولہب کی لونڈی تھیں (۲)۔ لونڈی اور غلام کا اس سے زیادہ نسب نہیں ہوتا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ثویبہؓ کی آزادی کا سبب بنے

آقا حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ولادت کی خبر لے کر حضرت ثویبہؓ بھاگی بھاگی اپنے مالک ابولہب کے پاس پہنچیں۔ ابولہب حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا چچا بھی تھا۔ ثویبہؓ نے اسے فرمایا کہ تمہارے بھائی عبداللہؓ کے گھر بیٹا پیدا ہوا ہے۔ ابولہب بھتیجے کی پیدائش کی خبر سن کر خوش ہو گیا اور اپنی لونڈی حضرت ثویبہؓ کو آزاد کر

دیا (۴)۔ اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دنیا میں تشریف لاتے ہی سب سے پہلے عورتوں کو آزادی کی نوید سنائی۔ بعد میں سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کی وجہ سے ہر قسم کی طاغوتی طاقتوں کے ہر قسم کے بندھنوں سے جس طرح عورتوں کو آزادی ملی' وہ حضرت ثویبہؓ کی آزادی کا تکملہ تھا۔ حضرت ثویبہؓ کو حیات طیبہ کے پہلے پیر کو آزادی ملی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعت اور ثویبہؓ

ابولہب نے ثویبہؓ کو آزاد کرنے کے بعد انہیں حکم دیا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دودھ پلائیں (۵)۔ یوں حضرت ثویبہؓ کو آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضاعی ماں بننے کا شرف حاصل ہوا (۶)۔ سید اولاد حیدر فوق بلگرامی ابن سعد کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ثویبہؓ نے دودھ پلایا تھا (۷)۔ اور عبدالصمد صارم لکھتے ہیں کہ پیغمبر اسلام کی سب سے پہلی دایہ ثویبہؓ ہیں (۸)۔ پہلی دایہ تو حضرت ثویبہؓ ہی ہیں مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے پہلے والدہ ماجدہ حضرت آمنہؓ کا دودھ پیا (۹) اور پھر جب تک حلیمہؓ نہیں آئیں' یہ خدمت حضرت ثویبہؓ کے حصہ (۱۰) میں لکھی گئی۔ رضاعت کی مدت کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے مثلاً سید اولاد حیدر فوق بلگرامی لکھتے ہیں کہ ثویبہؓ کو دودھ پلاتے ایک' دو دن یا ایک ہفتہ یا دو ہفتے ہو گئے تو حلیمہؓ آئیں (۱۱)۔ "خاتم النبیین" میں یہ مدت سات دن (۱۲) لکھی ہے۔

کچھ سیرت نگار آٹھ (۱۳) دن اور کچھ چار ماہ (۱۴) کا ذکر کرتے ہیں۔ محمد میاں لکھتے ہیں کہ یہ مدت سات ماہ (۱۵) تھی اور سید محمد اسماعیل اسے کئی مہینے (۱۶) لکھتے ہیں لیکن زیادہ تر سیرت نگاروں کے مطابق حضرت ثویبہؓ کو یہ سعادت صرف چند دن نصیب ہوئی تھی (۱۷)۔

ثویبہؓ کے حوالے سے حضورؐ کے بھائی

حضرت ثویبہؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ اپنے بیٹے مسروح، حضرت حمزہؓ (۱۸) حضرت ابو سلمہؓ (۱۹) کو بھی دودھ پلایا تھا۔ اس طرح حضرت ثویبہؓ کی نسبت سے یہ سب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رضاعی بھائی بنے (۲۰)۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثویبہؓ کا احترام کرتے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ثویبہؓ کی رضاعت کے باعث ان کا بے حد احترام کرتے (۲۱)۔ اور ان کا اعزاز و اکرام فرمایا کرتے (۲۲)۔ ان کے ساتھ بہت حسن سلوک سے پیش آتے (۲۳)۔ ابن سعد سے نقل ہے کہ جب تک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں رہے تو ثویبہؓ کے ساتھ انعام و اکرام فرمایا کرتے (۲۴)۔ جب تک ثویبہؓ زندہ رہیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملنے آیا کرتیں (۲۵)۔

حضرت خدیجہؓ بھی ثویبہؓ کا احترام کرتیں

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظروں میں حضرت ثویبہؓ کی رضاعت کا عمل ہمیشہ قابل قدر رہا (۲۶) حضرت ام المومنین خدیجہؓ حضرت ثویبہؓ کا ادب کیا کرتی تھیں (۲۷) اور ان کی تکریم فرمایا کرتیں۔(۲۸) حضرت خدیجہؓ ان کی عزت کیا کرتی تھیں کیونکہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ماں تھیں۔(۲۹) وہ حضرت ثویبہؓ کے ساتھ احسان کا برتاو کرتیں(۳۰)۔

حضرت ثویبہؓ کی وفات

حضرت ثویبہؓ ۷ھ میں فوت ہوئیں(۳۱)۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب خیبر سے واپس آئے تو خبر ملی کہ حضرت ثویبہؓ فوت ہو گئی ہیں(۳۲)۔ ان کی وفات کی خبر سن کر آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غمگین ہو گئے(۳۳)۔ حضرت ثویبہؓ کا

بیٹا (۳۴) مسروح اپنی والدہ سے قبل ہی فوت ہو گیا تھا(۳۵)۔ دریافت فرمایا گیا کہ ان کا کوئی اور وارث یا عزیزوں میں سے کوئی ہے تو معلوم ہوا کہ کوئی نہیں ہے(۳۶)۔

حضرت ثویبہؓ کا اسلام

عبدالرحمن بن جوزی لکھتے ہیں کہ "وثوق" سے نہیں کہا جا سکتا کہ وہ شرف اسلام و ایمان سے مشرف ہو سکیں یا نہیں۔ ابو نعیم اصبہانی نے کہا ہے کہ اس کے بارے میں علماء کرام کا اختلاف ہے (۳۷)۔ ابراہیم سیالکوٹی یہاں لکھتے ہیں کہ حافظ ابن عبدالبر حضرت ثویبہؓ کے اسلام کے بارے میں صاف لکھ دیتے ہیں کہ انہوں نے اسلام کا زمانہ پایا ہی نہیں لیکن یہ درست نہیں ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ سے ان کے لیے تحائف بھیجا کرتے تھے۔ حافظ ذہبی تجرید اسماء الصحابہؓ میں لکھتے ہیں کہ وہ اسلام لائیں اور حافظ ابن حجر کا میلان بھی ان کے اسلام کے لانے کی طرف ہے (۳۹)۔ "سیرت دحلانیہ" میں لکھا ہے کہ "کتب معتبرہ میں مرقوم ہے کہ بے شک یہ تحقیق شدہ امر ہے کہ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو دودھ پلانے والیوں میں سے ایک بھی ایسی نہیں جو ایمان و اسلام کی دولت سے محروم رہی" (۴۰)۔

حضرت ثویبہؓ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کھلانے والی محترم خواتین میں ایک حضرت ثویبہؓ بھی شامل ہیں (۴۱)۔ ہیکل لکھتے ہیں کہ "ثویبہؓ نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو چند ہی روز دودھ پلایا تھا مگر مولود مسعود کی محبت ان کے دل میں راسخ ہو گئی۔ وہ جب تک زندہ رہیں' آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو دیکھنے کے لیے تشریف لاتی رہیں۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان کے ساتھ ہمیشہ حسن سلوک سے پیش آتے" (۴۲)۔

آپؐ ثویبہؓ کے لیے تحائف بھیجا کرتے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ میں، اور مدینہ طیبہ میں تشریف لانے کے بعد بھی، اس رضاعی ماں کے لیے کپڑے (۴۳)، اشیاء (۴۴) اور تحفے تحائف بھیجا کرتے تھے (۴۵)۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے لیے کپڑوں کے علاوہ روپیہ پیسہ بھی بھیجتے تھے (۴۶)۔

حواشی

○ ۱۔ شہناز کوثر۔ حیات طیبہ میں پیر کے دن کی اہمیت۔ ص ۲۹ (حاشیہ)

○ ۲۔ اسد الغابہ۔ جلد ۱۰۔ ص ۵۷/ تذکار صحابیات۔ ص ۳۲۳

○ ۳۔ مسلم شریف/ انوار محمدیہؐ۔ ص ۴۳/ محمد عابد، سید۔ رحمۃ للعالمینؐ۔ ص ۱۳۹/ عبدالعزیز ہزاروی۔ سیرت مصطفیٰؐ۔ ص ۶۰/ عبدالمصطفی محمد اشرف۔ سیرت سید المرسلینؐ۔ جلد اول۔ ص ۳۸۰، ۳۸۱/ معارج النبوۃ۔ جلد دوم۔ ص ۱۱۰/ عبدالمصطفی اعظمی۔ سیرت مصطفیٰ۔ ص ۶۰/ سیرت رسول عربیؐ۔ ص ۴۳/ سیرت دحلانیہ۔ ص ۱۶۵ (حاشیہ)

○ ۴۔ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ میں نے ابولہب کے مرنے کے بعد اسے خواب میں دیکھا تو میں نے پوچھا تیرا کیا حال ہے۔ اس نے کہا جس روز سے مرا ہوں، عذاب و عتاب کی موجوں کے تلاطم میں گرفتار ہوں مگر ہر دوشنبہ کی رات جس میں میں نے ثویبہؓ کو آزاد کیا تھا، میرے عذاب میں کمی ہو جاتی ہے اور مجھے میری دو انگلیوں سے پانی کا قطرہ مل جاتا ہے (مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۱۱۰، ۱۱۱/ انوار محمدیہؐ۔ ص ۴۳، ۴۴/ محمد عابد، سید۔ رحمۃ للعالمینؐ۔ ص ۱۳۹/ عبدالعزیز ہزاروی۔ سیرت مصطفیٰؐ۔ ص ۶۰، ۶۱/ الوفا۔ ص ۱۳۸/ سیرت سید المرسلینؐ۔ جلد اول۔ ص ۳۸۱/ سیرت رسول عربیؐ۔ ص ۴۴)

○ ۵۔ الوفا۔ ص ۱۲۸/ مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۲۹

○ ۶۔ مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۲۹/ معارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۱۱۰/

عبدالمصطفیٰ اعظمی۔ سیرت مصطفیٰؐ۔ ص ۶۱/ انوار محمدیہؐ۔ ص ۴۳/ الوفا۔ ص ۱۲۸/ سیرت رسول عربیؐ۔ ص ۳۶/ نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد اول۔ ص ۳۰۷/ رسالتمابؐ۔ ص ۱۳

○ ۷۔ اسوۃ الرسولؐ۔ جلد دوم۔ ص ۵۱

○ ۸۔ عبدالصمد صارم۔ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۲۱

○ ۹۔ شیخ محمد رضا۔ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۳۶/ سیرت احمد مجتبیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۶۷

○ ۱۰۔ سیرت احمد مجتبیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۶۷/ معارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۱۱۰/ ابراہیم سیالکوٹی۔ جلد اول۔ ص ۱۱۵

○ ۱۱۔ اسوۃ الرسولؐ۔ جلد دوم۔ ص ۱۷

○ ۱۲۔ نذیر احمد سیماب قریشی۔ خاتم النبیین۔ ص ۲۷

○ ۱۳۔ ڈپٹی نذیر احمد۔ شمائل شریف مترجم۔ پیغمبر صاحب کے متعلق چند باتیں۔ ص ۳۷/ سیرت احمد مجتبیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۶۷/ محمد منیر قریشی۔ انسان کامل۔ ص ۲۶

○ ۱۴۔ فروغ ابدیت۔ ص ۱۰۵/ انسان کامل۔ ص ۲۶

○ ۱۵۔ محمد میاں۔ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۹، ۱۰

○ ۱۶۔ سیارہ ڈائجسٹ۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۱۔ ص ۲۰۴ (مضمون حضورؐ کا بچپن از سید محمد اسماعیل)

○ ۱۷۔ سیرت سرور عالمؐ۔ جلد دوم۔ ص ۹۶/ نوادرات۔ ص ۹/ اصح السیر۔ ص ۶/ النبی الاطہر۔ ص ۵۲/ حیات محمدؐ۔ ص ۱۳۱/ مولوی۔ دہلی۔ رسول نمبر۔ صفر و ربیع الاول۔ ص ۳۶/ سیرت رسول عربیؐ۔ ص ۴۶/ نبی رحمت۔ ص ۱۰۳/ محمد ایوب خان' کرنل۔ حیات رسولؐ۔ ص ۱۲

○ ۱۸۔ حضرت حمزہ جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا تھے' حضرت ثویبہؓ کے دودھ پلانے سے آپؐ کے رضاعی بھائی بھی بنے۔ (حیات محمدؐ۔ ص ۱۳۱)

○ ۱۹۔ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کے پہلے شوہر تھے۔

○ ۲۰۔ معارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۴۰/ سیرتِ سرورِ عالمؐ۔ جلد دوم۔ ص ۹۵

○ ۲۱۔ معارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۱۱/ علی اصغر چودھری۔ حضرت محمدؐ۔ جلد اول۔ ص ۲۱۳ (حاشیہ)

○ ۲۲۔ الوفا۔ ص ۱۳۸/ مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۳۰

○ ۲۳۔ حیاتِ محمدؐ۔ ص ۱۳۱/ سیرتِ سرورِ عالمؐ۔ جلد دوم۔ ص ۹۶

○ ۲۴۔ ابراہیم سیالکوٹی۔ سیرت المصطفیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۱۱۷

○ ۲۵۔ حیاتِ محمدؐ۔ ص ۱۳۱

○ ۲۶۔ فروغِ ابدیت۔ ص ۱۰۵ (مترجم نصیر حسین)

○ ۲۷۔ مولوی (دہلی) رسولؐ نمبر۔ صفر و ربیع الاول۔ ۱۳۴۷ھ۔ ص ۲۶

○ ۲۸۔ اسوۃ الرسولؐ۔ جلد دوم۔ ص ۱۷

○ ۲۹۔ اصح السیر۔ ص ۶ (حاشیہ)

○ ۳۰۔ سیرتِ سرورِ عالمؐ۔ جلد دوم۔ ص ۹۶

○ ۳۱۔ حیاتِ محمدؐ۔ ص ۱۳۱/ مولوی۔ رسولؐ نمبر۔ ۱۳۴۷ھ۔ ص ۲۶۔ کچھ سیرت نگاروں کے مطابق فتح مکہ کے بعد فوت ہوئیں۔ (سیرتِ محمدیہؐ جلد دوم۔ ص ۳۱۵/ حضرت محمدؐ۔ جلد اول۔ ص ۲۱۳ (حاشیہ)

○ ۳۲۔ ابراہیم سیالکوٹی۔ سیرت المصطفیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۱۱۷

○ ۳۳۔ معارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۱۱، ۳۰/ حیاتِ طیبہ میں پیر کے دن کی اہمیت۔ ص ۲۹/ فروغِ ابدیت۔ ص ۱۰۵

○ ۳۴۔ حضرت ثویبہؓ کا بیٹا مسروح جو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رضاعی بھائی بھی تھا، اس کے اسلام کا حال معلوم نہیں (اصح السیر۔ ص ۶ (حاشیہ)/ ابراہیم سیالکوٹی۔ سیرت المصطفیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۱۱۷)

○ ۳۵۔ لکھا جاتا ہے کہ حضرت ثویبہؓ کے انتقال کی خبر سن کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے بیٹے مسروح کے بارے میں دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ وہ ماں

سے پہلے ہی فوت ہو چکا ہے۔ (سیرتِ سرورِ عالمؐ۔ جلد دوم۔ ص ۹۶/ فروغِ ابدیت۔ ص ۱۰۵)

محمد حسین ہیکل لکھتے ہیں کہ مدینہ ہجرت فرمانے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مسروح کی مالی امداد کا ارادہ کیا تو معلوم ہوا کہ ان کا انتقال ہو چکا ہے۔

○ ۳۶۔ نوادرات۔ ص ۹

○ ۳۷۔ الوفا۔ ص ۱۳۸

○ ۳۸۔ مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۳۰/ حضرت محمدؐ۔ حصہ اول۔ ص ۲۱۳ (حاشیہ)

"اصح السیر" میں لکھا ہے' ابنِ حجر لکھتے ہیں کہ صرف ابنِ مندو نے ان کو صحابیات میں ذکر کیا ہے (اصح السیر۔ ص ۶ حاشیہ)

○ ۳۹۔ ابراہیم سیالکوٹی۔ سیرت المصطفیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۱۱۷

طالب ہاشمی لکھتے ہیں کہ حضرت ثوبیہؓ کے قبولِ اسلام پر متعدد اہلِ سِیَر متفق ہیں۔ (تذکارِ صحابیات۔ ص ۳۲۴)

○ ۴۰۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۱۶۵ (حاشیہ)

○ ۴۱۔ ابنِ قیم الجوزی۔ اسوۂ حُسنہ۔ ص ۴۰/ حبیبِؐ خدا۔ ص ۶۰

○ ۴۲۔ حیاتِ محمدؐ۔ ص ۱۲۱

○ ۴۳۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت ثوبیہؓ کے لیے برابر کپڑے بھیجا کرتے تھے۔ (اصح السیر۔ ص ۶ حاشیہ)

آپؐ مدینہ سے ان کے لیے انعام و پوشاک بھیجا کرتے تھے۔ (مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۳۰/ ابراہیم سیالکوٹی۔ جلد اول۔ ص ۱۷۷/ حضرت محمدؐ۔ جلد اول۔ ص ۲۱۳ (حاشیہ)/ نوادرات۔ ص ۹/ النبیؐ الاطہر۔ ص ۵۲ (حاشیہ))

○ ۴۴۔ آپؐ مدینہ منورہ نے لباس اور دیگر ضروری اشیاء ثوبیہؓ کو ارسال فرمایا کرتے تھے۔ (الوفا۔ ص ۱۳۸)

○ ۴۵۔ معارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۳۰،۱۱۱/ حیاتِ طیبہ میں پیر کے دن کی اہمیت۔ ص ۳۰

○ ۴۶۔ اسوۃ الرسولؐ۔ جلد دوم۔ ص ۱۷

مولانا مودودی اور طالب ہاشمی لکھتے ہیں کہ آپؐ ان کے لیے مدینہ سے کپڑا اور خرچ بھیجا کرتے تھے۔ (سیرتِ سرورِ عالمؐ۔ جلد دوم۔ ص ۹۶/ تذکارِ صحابیات۔ ص ۳۲۳)

حضرت آمنہؓ بنتِ وہب

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی والدۂ ماجدہ حضرت آمنہؓ بنتِ وہب اپنی خاندانی شرافت، اخلاقی طہارت، حسنِ صورت، حسنِ سیرت، شرافتِ طبع، سنجیدگیٔ مزاج اور خداداد عقل و تمیز میں قریشی لڑکیوں میں اپنا جواب نہیں رکھتی تھیں (۱)۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کو دودھ پلانے والیوں میں سب سے پہلی آپؐ کی والدۂ ماجدہ حضرت آمنہؓ ہیں (۲)۔ ان کے بعد دودھ پلانے کی سعادت حضرت ثویبہؓ کو حاصل ہوئی (۳)۔

حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کو اپنے والدِ ماجد حضرت عبداللہؓ کے خون سے عبودیتِ الٰہی اور والدۂ محترمہ سیّدہ آمنہؓ کے دودھ سے امانت کی صفات ملیں (۴)۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ حضرت آمنہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کو کئی دن دودھ پلایا (۵)۔ محمد ادریس کاندھلوی کہتے ہیں کہ ولادت با سعادت کے تین چار روز تک حضرت آمنہؓ نے آپؐ کو دودھ پلایا اور پھر ثویبہؓ نے (۶)۔ مفتی عزیز الرحمٰنؒ، مفتی عنایت احمد کاکوروی، ابراہیم سیالکوٹی اور نذیر احمد سیماب قریشی لکھتے ہیں کہ حضرت آمنہؓ نے سات روز دودھ پلایا (۷)۔ حضرت آمنہؓ کے نام کا مطلب ہے امن چین اور سلامتی چاہنے والی، اور حفاظت، پناہ اور سکون و قرار دینے والی (۸)۔ یہ ماں اپنے اکلوتے بیٹے کو تعریف کے قابل دیکھنا چاہتی تھیں اس لیے انہوں نے

اپنے نومولود بیٹے کا نام احمدؐ رکھا (۹)۔

سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بچے کو دائی حلیمہؓ کے سپرد کرتے وقت کیا کیا نصیحتیں نہ کی ہوں گی۔ اس کے بعد خدا تعالیٰ سے یہ دعا کی کہ میں اپنے بچے کو خدائے ذوالجلال کی پناہ میں دیتی ہوں' اس شر سے جو پہاڑوں پر چلتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اسے اونٹ پر سوار دیکھوں اور دیکھ لوں کہ یہ غلاموں کے ساتھ اور درماندہ لوگوں کے ساتھ احسان کرنے والا ہے (۱۰)۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پانچ برس کی عمر میں حضرت حلیمہؓ سے مستقلاً حضرت آمنہؓ کے پاس تشریف لے آئے (۱۱)۔ (اس مدت میں بھی اسی طرح سیرت نگاروں میں اختلاف ہے جیسا دوسرے واقعات میں ہے) پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو لے کر حضرت آمنہؓ حضرت عبداللہ کی قبر کی زیارت کے لیے مدینہ منورہ تشریف لائیں۔ ایک ماہ (۱۲) مدینہ میں قیام فرمایا اور واپسی پر ابواء کے مقام پر بیمار ہوئیں (۱۳) اسی مقام پر فوت ہوئیں اور وہیں دفن کی گئیں (۱۵)۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی والدہ سے بہت محبت تھی۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں سے گزرے تو والدہ کے مزار پر گئے۔ قبر مبارک کو اپنے مقدس ہاتھوں سے درست کیا اور بے اختیار رو دیے۔ صحابہؓ کرام بھی رونے لگے اور عرض کی کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) آپؐ تو رونے سے منع فرماتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ مجھے اپنی والدہ کی ممتا یاد آ گئی' اس لیے میں رو دیا (۱۶)۔

حواشی

○ ۱۔ ابراہیم سیالکوٹی۔ سیرت المصطفیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۲۴

○ ۲۔ شیخ محمد رضا۔ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۳۶/ سیرتِ احمدِ مجتبیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۶۷/ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۶۵

○ ۳۔ سیرت احمد مجتبیٰ ؐ۔ جلد اول۔ ص ۶۷/ سیرت دحلانیہ۔ ص ۶۵

○ ۴۔ سیرت احمد مجتبیٰ ؐ۔ جلد اول۔ ص ۶۷

○ ۵۔ سیرت رسول عربیؐ۔ ص ۳۶

○ ۶۔ محمد ادریس کاندھلوی، مولانا۔ سیرۃ المصطفیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۶۸

○ ۷۔ رسالتمابؐ۔ ص ۱۴/ تواریخ حبیبؐ الٰہ۔ ص ۲۱/ محمد ابراہیم سیالکوٹی۔ سیرت المصطفیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۱۱۵/ نذیر احمد سیماب قریشی۔ خاتم النبیین۔ ص ۲۷

محمد میاں لکھتے ہیں کہ حضرت آمنہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ابتدائی سات یا نو دن دودھ پلایا (محمد میاں۔ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۹، ۱۰)

○ ۸۔ شجرۂ رسول مقبول۔ ص ۲۶

○ ۹۔ نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۲۔ ص ۵۴۳

○ ۱۰۔ مہک گوجرانوالہ۔ نذرانۂ عقیدت بحضور سرور کونین (مضمون "دور طفولیت" از محمد ایوب)۔ ص ۱۸

○ ۱۱۔ سیرۃ الرسولؐ من القرآن۔ ص ۸۸، ۸۹

○ ۱۲۔ سلمان منصور پوری۔ رحمۃ للعالمینؐ۔ جلد دوم۔ ص ۹۴، ۹۵

○ ۱۳۔ سیرتِ سرورِ عالمؐ۔ جلد دوم۔ ص ۹۹

○ ۱۴۔ حیاتِ محمدؐ۔ ص ۲۵

○ ۱۵۔ مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۳۷

○ ۱۶۔ سیرتِ احمدِ مجتبیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۸۵

پرورش اور خدمت کرنے والے

ہمارے آقا حضور، جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے والدِ گرامی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ تو آپؐ کی ولادت سے پہلے ہی اللہ کو پیارے ہو گئے تھے۔ والدۂ معظمہ حضرت آمنہؓ رضی اللہ عنہا کا سایۂ عاطفت بھی زیادہ دیر نصیب نہ ہوا۔ اس لیے ان کے علاوہ بھی کچھ لوگوں کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پرورش، نگہداشت اور خدمت کی توفیق عطا ہوئی۔

ایسی خواتین، ایسے حضرات ہمارے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریبی عزیز تھے لیکن کس قدر خوش بختی ہے کہ حضور محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دیکھ بھال، ان کی پرورش، ان کی خدمت کا فریضہ ادا کرنے کی سعادت انہیں حاصل ہوئی۔ ان میں سے کسی نے انہیں جنم دیا، کسی نے دودھ پلایا، کسی نے انہیں گود وں کھلایا، کسی کو انہیں لوری دینے کا شرف حاصل ہوا، کسی کو آپؐ کی انگلی پکڑ کر اِدھر اُدھر لے جانے کی یعنی ہم قدمی کی سعادت ملی۔ کسی نے انہیں زبان سکھائی۔ کوئی انہیں سفر پر ساتھ لے گیا، کسی نے ان کی حفاظت کے خیال سے سفر کرنا چھوڑ دیا۔ کوئی ان کی موجودگی سے دنیا جہان کی نعمتوں سے فیض یاب ہوتا رہا۔ کوئی انہیں اٹھا کر کعبۃ اللہ میں لے جاتا تھا، کبھی اپنی مسند پر بٹھاتا رہا۔ کوئی ان کی خدمت کے لیے، ان کی پرورش کے فرض کے خیال سے اپنے بچوں تک کو بھول جاتا رہا، کوئی ان کی طرف آنے والی ہر مصیبت کے سامنے خود سینہ سپر ہوتا رہا۔

یہ کتنی بڑی سعادتیں ہیں، یہ خوش قسمتی کے بامِ بلند کو چھو لینے والے کون کون لوگ ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت، اپنائیت، اخلاص اور شفقت

کی نسبت والے یہ خواتین و حضرات ہمارے لیے کتنے محترم ہیں' ان کی عظمتوں کو سلام کرنے میں ہمارے لیے کتنی سعادتوں کا اہتمام نظر آتا ہے۔ امتِ مسلمہ کے یہ محسن' ہمارے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے یہ قریبی عزیز' ان سے محبت کی انتہاؤں کو چھونے والے ہمارے یہ "بڑے" اس قابل ہیں کہ ہم انھیں اپنی عقیدتوں کا ہدف بنائیں' ہماری گردنیں ان کی عظمت کے احساس سے جھکی رہیں' ہمارے قلم ان کی تعریف میں تر زبان نظر آئیں اور ہماری زبانیں ان کی مدحت میں لال ہوں۔

جن شخصیتوں نے حضور حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بچپن کے کونپل کونپل لمحات میں اپنی نسبت کی عطر آشنا ہوا میں محبت و عقیدت اور خدمت کے رنگا رنگ پھول کھلائے ------ ان کے ذکرِ خیر' ان کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق کی خوشبوؤں سے ملتِ اسلامیہ کی روح و جاں کو معطر کرنے کی سعادت کے حصول کی خواہش ہمیں ایک اجمالی تفصیل کے ساتھ یہ باب لکھنے پر اکسا رہی ہے--------

حضرت آمنہؓ بنتِ وہب

نام و نسب

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی والدۂ ماجدہ حضرت آمنہؓ کے والد کا نام وہب بن عبد مناف تھا(۱)۔ جو بنی زہرہ کے سردار تھے اور قریش میں نہایت محترم تھے(۲)۔ حضرت آمنہؓ نے اپنے چچا وہب کے ہاں پرورش پائی جو اپنے بھائی کی طرح قوم کے سید اور مطاع تھے(۳)۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی والدۂ ماجدہ حضرت آمنہؓ کا نسب حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اجداد میں سے حضرت کلاب سے جا ملتا ہے(۴)۔ یعنی آپؐ کے باپ کی طرف سے اوپر کی چھ پشت اور ماں کی طرف سے پانچ پشتوں میں یہ دونوں خاندان کلاب پر جا کر مل جاتے ہیں(۵)۔ نسب یہ ہے۔ وہب بن عبد مناف

بن زہرہ بن کلاب بن مرہ(۶)۔ حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی والدہ حضرت آمنہؓ اور "آپؐ کی نانیاں سب شریف خاندانوں سے تھیں اور عفت و عصمت کی دیویاں تھیں۔ اس امر میں سب سے پہلے یہ جاننا چاہیے کہ آنحضرت صلعم (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کی والدۂ ماجدہ اور آپؐ کی اوپر کی نانیاں خاندان قریش سے تھیں۔ بعض تو نسب میں آپؐ سے حضرت قصی پر اور بعض کعب بن لوی سے جاملتی ہیں اور سب شرافتِ نسب اور طہارتِ نفس میں ممتاز تھیں(۷)"۔

حضرت آمنہؓ کی خصوصیات

جہاں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے والدِ گرامی حضرت عبداللہؓ بے پناہ خوبیوں(۷۔الف) کے مالک تھے اور رحم دلی اور فیاضی(۸) ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی وہاں حضرت آمنہؓ کو بھی خدا تعالیٰ نے بہترین خصوصیات سے نوازا تھا۔ مثلاً وہ نسب میں قوم بھر میں افضل(۹) ہونے کے ساتھ ساتھ پاکیزہ اور طیب(۱۰) تھیں۔ بڑی پرہیز گار اور خدا پرست تھیں(۱۱)۔ حسن و جمال میں یکتا(۱۲)۔ آپؓ بڑی عظیم اور بلیغ خاتون(۱۳)، بڑی نیک اور پارسا اور خاموش رہنے والی تھیں اور ان میں لڑنے جھگڑنے والی عادت نہ تھی(۱۴)۔ حضرت آمنہؓ اپنی خاندانی شرافت اور اخلاقی طہارت اور حسنِ صورت اور خوبیٔ سیرت اور شرافتِ طبع اور سنجیدگی، مزاج اور خداداد عقل و تمیز میں قریشی لڑکیوں میں اپنا جواب نہیں رکھتی تھیں(۱۵)۔ "حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا بیان ہے کہ آپؐ کی والدہ سوکھا گوشت کھایا کرتی تھیں، اس سے حضرت آمنہؓ کی کفایت شعارت اور سلیقہ مندی کا پتا چلتا ہے"(۱۶)۔

اور سب سے بڑی خوبی حضرت آمنہؓ کا نام مبارک ہے۔ نام تو شخصیات کی پہچان ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم بُرے ناموں کو ناپسند کرتے اور بُرے ناموں کو بدل کر کوئی اچھا نام رکھ دیا کرتے تھے۔ مثلاً حضرت عباسؓ بن عبدالمطلبؓ کے ایک غلام کی کنیت ابومرّہ تھی چونکہ "مرہ" کڑوی چیز کو کہتے ہیں اس لیے آپؐ نے

اس غلام کی کنیت بدل کر ابو حلوہ رکھ دی کیونکہ حلوہ میٹھی چیز کو کہتے ہیں(۱۷)۔

حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی والدۂ ماجدہ کے نام آمنہ کا مطلب ہے' امن چین اور سلامتی چاہنے والی اور حفاظت' پناہ اور سکون و قرار دینے والی(۱۸)۔

حضرت آمنہؓ کی شادی

قریش کے سردار حضرت عبدالمطلبؓ کے سب صاحبزادے ممتاز اور نامور تھے مگر حضرت عبداللہؓ سب بھائیوں میں بہت ستودہ صفات اور مرکزی حیثیت کے مالک تھے(۱۹)۔

حضرت عبدالمطلبؓ اپنے پیارے بیٹے حضرت عبداللہؓ کے لیے کسی ایسی عورت کی تلاش میں تھے کہ جو شرف و نسب و حسب و عفت میں ممتاز ہو۔ اس کے لیے وہ بنو زہرہ کے سردار وہب بن عبد مناف کے پاس گئے اور ان کی بیٹی حضرت آمنہؓ کے لیے پیغام دیا(۲۰)۔ اس رشتہ کو حضرت آمنہؓ کے ورثا(۲۱) نے بخوشی منظور کر لیا(۲۲)۔ نکاح کے بعد حضرت عبداللہؓ تین دن اپنے سسرال(۲۳) میں رہے اور پھر دونوں عبدالمطلبؓ کے دولت خانہ میں تشریف لے گئے(۲۴)۔

حضرت آمنہؓ اور حضرت عبداللہؓ کا نکاح جمادی الآخر کی پہلی(۲۵) تاریخ کو ہوا اور وہ دوشنبہ (پیر)(۲۶) کا دن تھا(۲۷)۔

حضرت عبداللہؓ کی وفات پر تأثرات

حضرت آمنہؓ حضرت عبداللہؓ کی وفات کی خبر سے ازحد مغموم ہو گئیں مگر اُف تک نہ کی اور خدا کی مرضی پر شاکر رہیں(۲۸)۔ اور حضرت عبداللہؓ کی وفات کے بعد حضرت عبدالمطلبؓ کے مکان میں رہنے لگیں(۲۹)۔ "بی بی آمنہؑ نے اپنے شوہر عبداللہؓ کی جوان مرگی پر جو دلدوز مرثیہ کہا تھا اس کے چند شعر نووی ابن سعد (۴۲) وغیرہ مؤلفوں نے محفوظ کیے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ رسولِ کریم (صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم) کے گھرانے کے مرد ہی نہیں' عورتیں بھی ذہنی حیثیت سے کتنا ممتاز اور بلند مرتبہ

رکھتی تھیں(۳۰)"۔ ان کے اشعار کا ترجمہ یہ ہے۔

☆ آلِ ہاشم یعنی حضرت عبداللہؓ سے بطحا کی سمت خالی ہو گئی' وہ شور و غوغا کے جہان سے نکل کر لحد کے مجاور بن گئے

☆ موت نے انہیں پکارا تو انہوں نے اس کی دعوت کو قبول کر لیا۔ موت نے لوگوں میں ابنِ ہاشم (عبداللہؓ) جیسا کون چھوڑا ہے یعنی ان کی مثل اب دنیا میں کون رہ گیا ہے

☆ ان کے دوستوں نے ان کے جنازے کا تخت اٹھایا ہوا تھا اور وہ کندھا دینے کے لیے ایک دوسرے کے مزاحم ہوتے تھے یعنی ایک دوسرے پر سبقت حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔

☆ موت نے انہیں بغیر کچھ بتائے اپنی آغوش میں لے لیا اور ان کے جانے کا افسوس کیوں نہ ہو جبکہ وہ کثرت کے ساتھ عطا کرنے والے اور بہت زیادہ رحم کرنے والے تھے(۳۱)۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادتِ پاک

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے والدین کی آپؐ کے علاوہ کوئی اور اولاد نہیں تھی یعنی حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کوئی سگا بہن بھائی نہ تھا۔ حضرت آمنہؓ فرماتی ہیں کہ "جس رات نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پیدا ہوئے' میں نے ایک نور طلوع ہوتے دیکھا۔ جس سے شام کے محل اس قدر روشن ہو گئے کہ میں نے اس روشنی میں شام کے محل دیکھ لیے"(۳۲)۔ "ماں اپنے لختِ جگر کو تعریف کے قابل دیکھنا چاہتی تھی' اس لیے نومولود کا نام احمد(صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) رکھا"۔(۳۳)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے منقول ہے کہ جب حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادتِ پاک ہوئی تو حجون کے مقام پر جس کے نیچے قبرستان ہے اور

قریش اس مقام پر اپنے کپڑے دھو کر سکھایا کرتے تھے۔ اس مقام کے جنّ نے کوہ ابو قیس کے جنّ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ آلہٖ وسلم کی ولادت کی شہادت جن اشعار میں دی' ان کا ترجمہ یہ ہے۔

☆ "میں قسم کھاتا ہوں کہ کوئی عورت انسانوں میں نہ خود اتنی سعادت مند ہے اور نہ کسی نے اتنے سعادت مند اور نجیب و شریف کو جنم دیا ہے۔

☆ جیسا کہ بنو زہرہ سے تعلق رکھنے والی قابلِ صد افتخار امتیازی اوصاف کی مالکہ قبائل کی ملامت اور طعن و تشنیع سے منزّہ و مبرا اور مجد و بزرگی کی مالکہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے مقدس اور سعادت مند بچے کو جنم دیا ہے۔

☆ تحقیق اس نے جنم دیا ہے اس ذاتِ اقدس کو جو سب مخلوق میں سے بہتر ہیں اور احمد (صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم) کے پیارے نام سے موسوم ۔ پس کس قدر عزت والا اور کتنا بلند مقام والا مولود ہے۔

اب ابو قیس پر موجود جنّ نے اس مبارک خبر کو پا کر جو اشعار کہے' ان کا ترجمہ یہ ہے۔

☆ اے بطحا کے رہنے والو! دھوکہ نہ کھاؤ اور مغالطہ میں نہ رہو اور سابقہ اعمال و افعال سے حقیقتِ امر معلوم کرو۔

☆ بے شک بنو زہرہ قبیلہ ابتدا اور انتہا دونوں میں تمھارا ہی حصہ ہے اور وہ شاخ اور سرو ناف کے رشتہ میں تمھارے ساتھ شریک ہیں۔

☆ مگر تم گزشتہ لوگوں میں سے یا جو باقی بچ رہے ہیں' ان میں سے کوئی ایسی مقدس عورت دکھاؤ اور پاکیزہ ماں بتلاؤ۔

☆ جس کا بیٹا بنی زھرہ کی لاڈلی ماں آمنہؓ کے مقدس بیٹے جیسا ہو جو کہ مقامِ بنوت کے مالک ہیں اور خدا ترس اور پابندِ احکام خداوندِ اعلیٰ ہیں(۳۴)۔

سیدہ آمنہؓ کے اشعار کا ترجمہ

حضرت آمنہؓ حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کو آپ کی رضاعی ماں حضرت

حلیمہؓ کے سپرد کرتے جو اشعار کہے ان کا ترجمہ دیکھیے۔

☆ "میں اپنے بچے کو خدائے ذوالجلال کی پناہ میں دیتی ہوں۔ اس شر سے جو پہاڑوں پر چلتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اسے شتر پر سوار دیکھوں اور دیکھ لوں کہ وہ غلاموں کے ساتھ اور درماندہ لوگوں کے ساتھ احسان کرنے والا ہے(۳۵)"۔

حضرت حلیمہؓ کی منت سماجت

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عمر مبارک دو سال ہوئی اور حضرت حلیمہؓ نے دودھ چھڑا لیا تو وعدہ کے مطابق حضرت آمنہؓ کے پاس لے گئیں مگر دل سے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ابھی اپنے پاس رکھنا چاہتی تھیں۔ حضرت حلیمہؓ نے حضرت آمنہؓ کی خدمت میں عرض کی کہ ان دنوں مکہ کی فضا سے بیماری اور گرمی کا خطرہ ہے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ہمارے ساتھ جانے دیں۔ بہت منت سماجت کی تو والدہ مان گئیں اور اس طرح حضرت حلیمہؓ کامیاب لوٹیں(۳۶)۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت آمنہؓ کے پاس

حضور علیہ الصلوٰۃ السلام کو پانچ سال کی عمر میں حضرت حلیمہؓ واپس مکہ لائیں(۳۷) اور آپؐ کی والدہ حضرت آمنہؓ کے سپرد کر دیا(۳۸)۔

حضرت آمنہؓ حضورؐ کو لے کر مدینہ گئیں

ہیکل لکھتے ہیں کہ حضرت آمنہؓ آپؐ کو ہمراہ لے کر اپنے میکے بنی نجار میں گئیں(۳۹)۔ بنی نجار میں حضرت آمنہؓ کے بھائی تھے اور اس جگہ کو نابغہ کہتے ہیں(۴۰)۔ دراصل ان کے دل میں خواہش تھی کہ وہ حضرت عبداللہؓ کی قبر کی زیارت کریں(۴۱)۔ اس مقام پر حضرت آمنہؓ نے ایک ماہ قیام فرمایا۔ اور آپؐ کو وہ مکان دکھایا جہاں حضرت عبداللہؓ کا انتقال ہوا تھا اور وہ جگہ دکھائی جہاں وہ مدفون تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہجرت مدینہ کے بعد صحابہ کرامؓ کو اپنے بچپن

میں کیے گئے مدینہ کے سفر کے حالات سنائے(۴۲)۔ آپؐ فرمایا کرتے کہ یہاں ایک لڑکی انیسہ ہوتی تھی جو ہمارے ساتھ کھیلا کرتی تھی اور بنو عدی بن النجار کی باولی میں میں خوب تیرنا سیکھ گیا تھا۔ اس قلعہ کے اوپر پرندہ آ بیٹھا کرتا تھا۔ بچے اسے اڑایا کرتے تھے اور اس گھر میں میری ماں یہاں بیٹھا کرتی تھیں(۴۳)۔ مدینہ میں ایک ماہ قیام فرمانے کے بعد حضرت آمنہؓ مکہ کی طرف روانہ ہوئیں مگر راستے میں ابوا کے مقام پر بیمار پڑ گئیں(۴۴)۔ "اس وقت شفا خانوں کا رواج نہ تھا۔ عطائی طبیب جڑی بوٹیوں سے علاج کرتے یا پھر کاہنوں اور راہبوں سے جھاڑ پھونک اور عمل پڑھوائے جاتے۔ آمنہؓ کی تیمار داری اور غم گساری کے لیے وہاں پردیس میں کون بیٹھا تھا۔ بس لے دے کر ام ایمنؓ تھیں جو تیمارداری کرتیں اور پورے سفر میں ان کی رفاقت بہت کچھ کام آئی۔ بیمار اور نحیف آمنہؓ کی غم گساری اور خدمت گزاری میں ام ایمنؓ نے ذرہ برابر کوتاہی نہ کی"(۴۵)۔ مگر حضرت آمنہؓ اس مرض سے جان بر نہ ہو سکیں اور ابوا ہی کے مقام پر فوت ہو گئیں(۴۶)۔

آمنہؓ نے اپنی وفات کے وقت اشعار کہے

ابو نعیم نے زہری کے طریق پر دلائل النبوت میں روایت بیان کی ہے کہ حضرت اسما بنت رہم نے اپنی والدہ سے روایت کی ہے کہ میں حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدۂ ماجدہ حضرت آمنہؓ کی رحلت کے وقت ان کے پاس موجود تھی اور حضور علیہ الصلوٰۃ السلام پانچ سال کی عمر مبارک میں ان کے سرہانے کھڑے تھے۔ آپؐ کی والدہ مکرمہ نے آپؐ کے چہرہ اقدس کی طرف دیکھا اور اور کچھ اشعار کہے۔ ان کا ترجمہ یہ ہے۔

☆ اے بیٹے! اللہ آپؐ کو برکت عطا فرمائے۔ آپؐ اس عظیم باپ کے فرزندِ ارجمند ہیں جو قوم کے سردار اور شریف تھے۔

☆ جنہوں نے بلند شان کے مالک اللہ تعالیٰ کی نصرت سے نجات حاصل کی اور جن کی

زندگی بچانے کے لیے صبح کے وقت تیروں سے قرعہ اندازی ہوئی۔ ان کے بدلے میں اچھی نسل کے ایک سو اونٹ کا فدیہ دیا گیا۔

☆ میں نے خواب میں دیکھا ہے اگر وہ درست ہے تو آپؐ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمام لوگوں کی طرف سے مبعوث ہوں گے۔

☆ آپؐ حلت و حرمت کے لیے اسی دین کے ساتھ مبعوث ہوں گے جو دین آپؐ کے باپ ابراہیم علیہ السلام کا ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ بتوں سے آپؐ کی حفاظت فرمائے گا اور آپؐ کی دوستی ان لوگوں سے نہیں ہو گی جو بتوں کی پرستش کرتے ہیں۔

پھر حضرت آمنہؓ نے فرمایا!

☆ ہر زندہ کے لیے موت ہے' ہر ایجاد کا اختتام ہے اور ہر بڑی عمر والے کے لیے فنا ہے۔

☆ میں مر جاؤں گی مگر میرا ذکر باقی رہے گا۔ اس لیے کہ میں نے پاکیزہ اور طاہر کو جنم دیا ہے اور اپنی یاد کے لیے خیر کو چھوڑا ہے(۴۷)۔

اس سانحے پر جنوں کا نوحہ

الخصائص الکبریٰ میں ہے کہ سامہ بنت الجارھم کی والدہ کے مطابق جب حضرت آمنہؓ کا انتقال ہو گیا تو ہم نے جنوں کو نوحہ کرتے ہوئے سنا' اور اس نوحے کو یاد رکھا(۴۸)۔

ان اشعار کا ترجمہ یہ ہے

☆ وہ جوان خاتون جو محسنہ اور مطیع خدا اور امینہ ہیں اور انتہائی باوقار جمال و عفت کی مالکہ ہیں۔ ہم لوگ ان کو روتے ہیں

☆ وہ مقدس بی بی جو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی صاحب قرینہ زوجہ مکرمہ اور اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سکون و راحت دینے والی والدۂ معظمہ

ہیں۔
☆ آپؓ ان کی امی جان ہیں جو مدینۂ منورہ میں صاحب منبر ہوں گے لہٰذا آپؓ کو خوشی سے سپردِ لحد نہیں کیا جا سکتا(۴۹)۔

اس سانحے کے وقت حضورؐ کی عمر مبارک

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی والدہ حضرت آمنہؓ کے انتقال کے وقت آپؐ کی عمر چھ برس تھی ''انوارِ محمدیہ'' میں ہے کہ چھ برس کی عمر میں آپؐ کو حضرت آمنہؓ مدینہ منورہ لے گئیں۔ اور وہاں ایک ماہ قیام کیا اور واپسی پر راستے ہی میں فوت ہو گئیں۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عمر مبارک چھ برس ہی تھی(۵۰)۔ حضرت آمنہؓ نے تقریباً بیس سال کی عمر میں انتقال فرمایا(۵۱)۔

حضرت آمنہؓ کا مدفن

حضرت آمنہؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور برکہ (ام ایمنؓ) کے ہمراہ واپسی پر مکہ اور مدینہ کے درمیان موضع ابوا(۵۲) میں فوت(۵۳) ہو گئیں اور وہیں دفن کی گئیں(۵۴)۔ ''سیرت دحلانیہ'' میں لکھا ہے بعض نے کہا کہ حضرت آمنہؓ کو حجون میں دفن کیا گیا تھا۔ بعض نے دونوں روایتوں کو ملا کر کہا کہ پہلے آپؓ کو ابوا میں دفن کیا گیا اور پھر وہاں سے آپؓ کا تابوت حجون کے قبرستان میں منتقل کر دیا گیا(۵۵)۔ لیکن درست یہی ہے کہ حضرت آمنہؓ ابوا شریف میں ہی دفن کی گئی ہیں(۵۶)۔

کفار کی سازش

غزوۂ اُحُد کے موقع پر جب جنگ کے ارادے سے کفارِ مکہ کا لشکر ابوا(۵۷) کے مقام پر پہنچا تو اس لشکر میں سے کچھ کافروں نے حضرت آمنہؓ کے مزار کو اکھاڑنے کی اور قبر کی بے حرمتی کا پروگرام بنایا(۵۸) کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی والدہ

کی قبر چونکہ اس مقام پر ہے اس لیے اسے اکھاڑا جائے۔ جس کے بیٹے کو خدا تعالیٰ نے نبوت سے سرفراز فرمایا ہے اور جن کے ساتھیوں نے بدر میں ہمیں شکست دی ہے۔ ان سے انتقام لینے اور انھیں ذہنی اذیت میں مبتلا کرنے کا یہ ایک انوکھا انداز تھا۔ مگر جب قائدینِ کفر تک یہ تجویز پہنچی تو انہوں نے اس کے تمام نتائج اور عواقب پر غور کیا اور یہ ارادہ ملتوی کر دیا گیا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اس طرح لاشوں کی بے حرمتی کا انجام کیا ہو سکتا ہے(۵۹)۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ماں سے محبت

صلحِ حدیبیہ کے موقع پر جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ابوا کے مقام سے گزرے تو فرمایا "اللہ نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اپنی ماں کی قبر پر جانے کی اجازت دے دی ہے۔ پھر آپؐ والدہ حضرت آمنہؓ کے مزار پر گئے۔ قبرِ مبارک کو اپنے دستِ مبارک سے درست کیا اور بے اختیار رو دیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو روتا دیکھ کر مسلمان بھی رونے لگے اور عرض کی کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) آپؐ تو رونے سے منع فرماتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا "ان کی ممتا مجھے یاد آگئی اور میں رو دیا"(۶۰)۔

ماموں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سلوک

حضرت اسودؓ بن وہب بن عبد مناف بن زہر کو بعض لوگ وہب بن اسود بھی کہتے ہیں۔ اسودؓ بن وہب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ماموں تھے۔ قاسم نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ماموں(۶۱) اسودؓ بن وہب(۶۲) نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آنے کی اجازت مانگی۔ آپؐ نے فرمایا" اے ماموں چلے آؤ" چنانچہ وہ آ گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی چادر مبارک ان کے لیے بچھا دی اور فرمایا اس پر بیٹھ جاؤ۔ انہوں نے عرض کی نہیں مجھے یہ جگہ کافی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے

فرمایا۔ اسی پر بیٹھو۔ پھر فرمایا کہ ماموں باپ کے برابر ہوتا ہے۔ اے ماموں جس کے ساتھ کچھ احسان کیا جائے اور وہ شکر گزاری نہ کرے تو اسے چاہیے کہ اس احسان کا ذکر کرے۔ جب وہ اس احسان کا ذکر کرے گا تو اس کی شکر گزاری ہو جائے گی(۴۳)۔

حواشی

○ ۱۔ شرف النبیؐ۔ ص ۱۹۳/ حبیبِؐ خدا۔ ص ۳۰/ تاج دار دو عالمؐ کے والدین۔ ص ۴۱/ محمد عبدالشکور۔ ذکر حبیبؐ۔ ص ۳۲/ اسلامی انسائیکلو پیڈیا۔ ص ۴۱

○ ۲۔ سلمان منصور پوری۔ رحمۃ اللعالمین۔ جلد اول۔ ص ۴۰/ شیخ محمد رضا۔ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۲۳، ۲۴/ نبیؐ رحمت۔ ص ۱۰۲ انوار محمدیہؐ۔ ص ۳۴/ حیاتِ رسالت مآبؐ۔ ص ۵۲

○ ۳۔ حیات رسالتمآبؐ۔ ص ۵۲/ ہادی کونینؐ۔ ص ۱۳۲/ منصور پوری۔ رحمۃ للعالمینؐ۔ جلد اول۔ ص ۹۳/ سیرت احمدِؐ مجتبیٰ۔ جلد اول۔ ص ۵۶

"سیرتِ دحلانیہ" میں لکھا ہے کہ حضرت عبدالمطلبؓ نے اپنے بیٹے عبداللہؓ کے لیے حضرت آمنہؓ کا رشتہ وہیب سے مانگا جو حضرت آمنہؓ کے والد تھے، چچا نہ تھے۔ (سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۳۹)

○ ۴۔ شجرۂ رسولؐ مقبول۔ ص ۲۳

○ ۵۔ سیرتِ احمدِ مجتبیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۵۶

○ ۶۔ "کلاب کا اصل نام حکیم ہے انہوں نے محبت سے شکاری کتے پال رکھے تھے۔ اس لیے ان کو کلاب کہنے لگے۔ ان کے دو بیٹے قصی اور زہرہ ہیں"۔ (محمد رحیم دہلوی۔ شجرۂ رسولؐ مقبول۔ ص ۲۳) چونکہ "کلاب کا نام حکیم اسی لیے بعض سیرت کی کتابوں میں زہرہ ابن کلاب کی جگہ زہرہ بن حکیم مذکور ہے"۔ (حفظ الرحمٰن سیوہاروی۔ نور البصر فی سیرۃ خیر البشرؐ۔ ص ۳۷)

○ ۷۔ ابراہیم سیالکوٹی۔ سیرت المصطفیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۴۷ "آمنہؓ کی ماں کا نام برہ

بنت عبدالعزیٰ بن عثمان بن عبداللہ بن قصی ہے بره کی والدہ ام حبیب بنت اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی ہے اور ام حبیب کی والدہ کا نام برہ بنت عوف بن عبید بن عویج بن عدی بن کعب بن لوی ہے"۔ (نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۱۱۔ ص ۳۳)

○ ۷ الف۔ حضرت عبداللہؓ شریف' شائستہ' خوش خلق' خوش اطوار' رحم دل' خدا ترس اور سیدھے' سچے آدمی تھے۔ (تاجدارِ دو عالمؐ کے والدین۔ ص ۳)

○ ۸۔ شجرۂ رسولؐ مقبول۔ ص ۲۵

○ ۹۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۲۹/ انوارِ محمدیہؐ۔ ص ۳۴/ شجرۂ رسولِؐ مقبول۔ ص ۲۵/ شیخ محمد رضا۔ محمد رسولؐ اللہ۔ ص ۲۳ ۲۴

○ ۱۰۔ تاج دارِ دو عالمؐ کے والدین۔ ص ۶۱/ محمد رحیم دہلوی۔ ظہورِ قدسی۔ ص ۱۱

○ ۱۱۔ اسلامی انسائیکلو پیڈیا۔ ص ۴۱

○ ۱۲۔ اثر فاضلی۔ تاجدارِ حرمؐ۔ ص ۴۴

○ ۱۳۔ ہادیٔ کونینؐ۔ ص ۱۳۵

○ ۱۴۔ خواجہ حسن نظامی۔ میلاد نامہ اور رسولؐ بیتی۔ ص ۱۴' ۱۵

○ ۱۵۔ ابراہیم سیالکوٹی۔ سیرت المصطفیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۲۴

○ ۱۶۔ رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی۔ ص ۳۱/ سیرت رسولؐ عربی۔ ص ۳۹/ علی اصغر چودھری۔ حضرت محمدؐ ولادت سے نزولِ وحی تک۔ ص ۲۰۷' ۲۰۸

○ ۱۷۔ محمد احمد پانی پتی۔ غلامانِ محمدؐ۔ ص ۱۳۳

○ ۱۸۔ شجرۂ رسولؐ مقبول۔ ص ۲۶

○ ۱۹۔ نبیؐ رحمت۔ ص ۱۰۲

○ ۲۰۔ سیرتِ رسولِؐ عربی۔ ص ۳۸

○ ۲۱۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ کچھ مؤرخین کے مطابق حضرت آمنہؓ اپنے والد وہب کی وفات کے بعد اپنے چچا وہیب کے پاس' ان کی سرپرستی میں رہتی تھیں۔ (سیرتِ رسولِؐ عربی۔ ص ۳۸)

سیرت دحلانیہ میں لکھا ہے کہ حضرت عبدالمطلبؓ نے وہیب کے بجائے وہب یعنی حضرت آمنہؓ کے والد سے ہی رشتہ مانگا تھا۔ (سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۱۳۹)

○ ۲۲۔ تاجدارِ حرم۔ ص ۲۴

○ ۲۳۔ جمرۂ وسطیٰ کے قریب شعب ابی طالب میں جناب آمنہؓ حضرت عبداللہؓ کے نکاح میں آئیں۔ (معارج النبوت۔ جلد اول۔ ص ۷۴۰)

○ ۲۴۔ ہیکل۔ حیاتِ محمدؐ۔ ص ۱۱۹

○ ۲۵۔ معین واعظ کاشفی لکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے والدین گرامی کا نکاح ذوالحجہ کی نویں تاریخ کو ہوا تھا۔ (معارج النبوت۔ جلد اول۔ ص ۷۴۳)

○ ۲۶۔ شہناز کوثر۔ حیاتِ طیبہ میں پیر کے دن کی اہمیت۔ ص ۹،۱۰

○ ۲۷۔ الوارث (ماہنامہ) کراچی۔ اپریل۔ اپریل ۱۹۹۱ء۔ ص ۳۶،۳۵ (مضمون اسلامی مہینوں کے فضائل از سید معراج جامی)۔

○ ۲۸۔ میلاد نامہ اور رسولؐ بیتی۔ ص ۱۴،۱۵

○ ۲۹۔ قاضی نواب علی۔ رسولِؐ اکرم۔ ص ۲۱

○ ۳۰۔ رسولِؐ اکرم کی سیاسی زندگی۔ ص ۵۲

○ ۳۱۔ سیرت دحلانیہ۔ ص ۱۳۶،۱۳۵ ۔/ رسولِؐ اکرم کی سیاسی زندگی۔ ص ۵۲۔ شجرہ رسولؐ مقبول۔ ص ۲۶،۲۵/ ہادیؐ کونین۔ ص ۱۳۶،۱۳۵

○ ۳۲۔ الخصائص الکبریٰ۔ جلد اول۔ ص ۹۴

○ ۳۳۔ نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۴۔ ص ۵۱۴

○ ۳۴۔ الوفا۔ ص ۱۳۶،۱۳۵

○ ۳۵۔ مہک گوجرانوالہ۔ (نذرانۂ عقیدت بحضورِ سرورِ کونینؐ) مضمون دورِ طفولیت۔ از محمد ایوب۔ ص ۱۸

○ ۳۶۔ الخصائص الکبریٰ۔ جلد اول۔ ص ۱۰۷

○ ۳۷۔ ایضاً۔ ص ۹۴' ۹۵

○ ۳۸۔ سیرۃ الرسولؐ من القرآن۔ ص ۸۸' ۸۹/ شیخ محمد رضا۔ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۴۱

○ ۳۹۔ حیاتِ محمدؐ۔ ص ۱۲۵

○ ۴۰۔ رسالتمآبؐ۔ ص ۲۲' ۲۳

○ ۴۱۔ سلمان منصور پوری۔ رحمتہ للعالمینؐ۔ جلد دوم۔ ص ۹۴' ۹۵

○ ۴۲۔ سیرتِ سرورِ عالمؐ۔ جلد دوم۔ ص ۹۹

○ ۴۳۔ سلمان منصور پوری۔ رحمتہ للعالمینؐ۔ جلد دوم۔ ص ۹۴' ۹۵۔

○ ۴۴۔ حیاتِ محمدؐ۔ ص ۱۲۵

○ ۴۵۔ درِ یتیم۔ ص ۵۰' ۵۱

○ ۴۶۔ حیاتِ محمدؐ۔ ص ۱۲۵ (میرے والدِ گرامی راجا رشید محمود نے اپنے آٹھ دوستوں کے ساتھ ابوا شریف میں سیدہ آمنہ سلام اللہ علیہا کی بارگاہ میں حاضری کا شرف حاصل کیا۔ خدا کرے، ہمیں بھی یہ سعادت نصیب ہو جائے۔ آمین!

ابا جی بتاتے ہیں کہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی قبر مبارک ایک پہاڑی پر واقع ہے۔ پہاڑی کی چوٹی کی سطح ہموار ہے۔ ساتھ کچھ اور پہاڑیاں بھی ہیں۔ سیدہ آمنہؓ کی قبر مبارک کے گرداگرد پتھر رکھے ہوئے ہیں۔ ان پتھروں کی باہر کی سطح پر سبز اور سفید رنگ بھی لگا ہوا ہے۔ رات کو ایک بہت روشن ستارہ اس بارگاہ میں اپنی روشنی نچھاور کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ ابوا کا گاؤں پہاڑی کے پیچھے ہے)۔

○ ۴۷۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۱۹۰' ۱۹۱/ سیرتِ محمدیہؐ۔ جلد اول۔ ص ۱۷۶' ۱۷۷/ جلال الدین سیوطی۔ والدینِ مصطفیٰؐ۔ ص ۸۵' ۸۶۔ مترجم صائم چشتی/ انوارِ محمدیہؐ۔ ص ۵۰' ۵۱

○ ۴۸۔ الخصائص الکبریٰ۔ جلد اول۔ ص ۱۳۵

○ ۴۹۔ سیرتِ محمدیہؐ۔ اول۔ ص ۱۷۷/ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۱۹۱' ۱۹۲/ سیوطی۔ والدینِ مصطفیٰؐ۔ ۸۶

○ ۵۰۔ انوارِ محمدیہ۔ ص ۴۹، ۵۰

○ ۵۱۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۱۹۰

○ ۵۲۔ یہ مقام مدینہ سے ۴۳ میل پر مدینہ اور جعفہ کے درمیان واقع ہے۔ (حیاتِ محمدؐ۔ ص ۱۲۵)

○ ۵۳۔ حبیبؐ خدا۔ ص ۵۹/ اشرف علی تھانوی۔ العطور المجموعہ ص ۴۰ (مرتب محمد اقبال مہاجر مدنی)/ انوارِ محمدیہؐ۔ ص ۴۹، ۵۰/ سرور القلوبؐ بذکرا لمحبوب۔ ص ۱۸

○ ۵۴۔ مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۳۷، ۳۸/ اسلامی انسائیکلو پیڈیا۔ ص ۴۲

○ ۵۵۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۱۹۰

○ ۵۶۔ ہیکل۔ حیاتِ محمدؐ۔ ص ۱۲۵/اسوۃ الرسولؐ۔ جلد دوم۔ ص ۳۵۸/ رسولؐ رحمت۔ ص ۲۴۳/ عبدالمصطفیٰ اعظمی۔ سیرت مصطفیٰؐ۔ ص ۲۴۶/ رسولِ اکرمؐ کی سیاست خارجہ۔ ص ۱۹۱، ۲۵۷/ توکلی۔ غزوات النبیؐ۔ ص ۱۳(حاشیہ)/ سیرتِ احمدِ مجتبیٰؐ۔ جلد دوم۔ ص ۱۹۱/ پیغمبرِؐ اعظم و آخر۔ ص ۳۴۷/ سرورِ عالمؐ کے سفر مبارک۔ ص ۱۸۵/ مصطفیٰ خان بی اے۔ غزوات نبویؐ۔ ص ۸/ عہدِ نبویؐ کو نادر واقعات۔ ص ۱۲۹

○ ۵۷۔ حافظ لدھیانوی اپنے سفرنامہ میں لکھتے ہیں کہ جب وہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ حضرت آمنہؓ کی قبرِ مبارک کی زیارت کے لیے ابوا شریف جا رہے تھے تو مستورہ سے پہلے کا راستہ چونکہ سڑک پر تھا اس لیے وہاں تک تو کوئی دقت نہ ہوئی لیکن مستورہ سے راستہ نرم ریت اور کچی زمین ہونے کی وجہ سے سفر بہت مشکل تھا۔ بہر حال پختہ ارادہ لیے جب یہ چلے تو مستورہ کے مقام سے ان کی کار پر ایک بادل کا ٹکڑا سایہ کرنے لگا۔ یہ سایہ کار کے کچھ آس پاس بھی پڑتا تھا مگر اس کے باہر ہر طرف سخت دھوپ تھی۔ مگر کار بادل کے سایہ کی وجہ سے دھوپ سے قطعی محفوظ تھی۔ جب کار کہیں موڑ کاٹتی تو ساتھ ہی بادل کا سایہ کار کو احاطہ میں لیے ہوئے مڑ جاتا۔ یہ سایہ بہت دیر تک رہا۔

چونکہ ابوا کے مقام پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ مدفون ہیں اور حافظ لدھیانوی اپنے ساتھیوں سمیت حضرت آمنہؓ کی قبر کی زیارت کے لیے جا رہے تھے اس لیے ذرا غور کریں کہ کہیں بادل کے اس ٹکڑے کو اللہ تعالیٰ نے حکم نہیں دیا تھا کہ جاؤ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبوب والدہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی قبر کی زیارت کے لیے جانے والوں پر سایہ کرو کہ کہیں وہ گرمی سے گھبرا کر واپس نہ لوٹ جائیں۔

حافظ لدھیانوی نے یہ بھی لکھا تھا کہ ہمیں ابوا کے راستے کا صحیح اندازہ نہ تھا اس لیے ہو سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خوش ہو کر بادل سے فرمایا ہو کہ جا کر میری والدہ کے مہمانوں کی خاطر کرو، انہیں صحیح راستہ سے آگاہ کرو اور یہ کہ میری والدہ کی قبر کی زیارت کے لیے آنے والوں کو اپنی موجودگی سے اس بات کی وضاحت کرو کہ جو عمل وہ کر رہے ہیں وہ کتنا نیک اور قابلِ قبول ہے۔

چشمِ تصور سے دیکھیں کہ کہیں حضرت آمنہؓ نے اپنے مہمانوں کے استقبال کے لیے اس بادل کو نہ بھیجا ہو اور خود مسکرا مسکرا کر اپنے مہمانوں کو آتا دیکھ رہی ہوں۔

بہرحال بادل کے سایہ کی موجودگی حضرت آمنہؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا اظہار ہے اس لیے ہمیں بھی چاہیے کہ جب کبھی مدینہ اور مکہ کے سفر کو جائیں تو ابو کے مقام پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ کے پاس ابوا شریف بھی حاضری دیں۔

○ ۵۸۔ حیاتِ محمدؐ۔ ص ۳۵۵/ سیرتِ احمدِ مجتبیٰؐ۔ جلد دوم۔ ص ۳۹۵، ۳۹۶

○ ۵۹۔ مفتی محمد سعید خاں۔ تب و تابِ جاودانہ۔ ص ۱۴۲، ۱۴۳

○ ۶۰۔ مودودی۔ سیرتِ سرورِ عالمؐ۔ جلد دوم۔ ص ۹۹، ۱۰۰/ سیرتِ احمدِ مجتبیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۸۵

○ ۶۱۔ "شرف النبی" میں لکھا ہے کہ حضرت آمنہؓ کا کوئی بہن بھائی نہ تھا۔ (شرف

النبی۔ ص ۱۹۹)

مگر امام جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ والدۂ ماجدہ اور حضرت ام ایمنؓ کے ہمراہ بنو نجار میں قیام کے دوران ایک یہودی نے مجھے بڑے غور سے دیکھا اور کہا کہ یہ اس امت کے نبی ہیں اور پھر وہ ماموں کے ہاں گیا اور یہی بات بتائی۔ ماموں نے یہ بات والدہ کو بتائی تو والدہ مکہ کی طرف چل پڑیں تاکہ جلد از جلد مکہ پہنچیں۔ (الخصائص الکبریٰ۔ جلد اول۔ ص ۱۴۴، ۱۴۵ مترجم راجا رشید محمود اور حامد لطیف سید۔)

○ ۴۲۔ "وہبؓ بن اسود بن عبد یغوث بن وہب بن عبد مناف بن زہرہ قرشی زہری، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ماموں کے بیٹے تھے، جناب وہب اور حضورِ اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی والدۂ ماجدہ کا نسب وہب بن عبد مناف میں جمع ہو جاتا ہے"۔ (اُسُدُ الغابہ۔ جلد ۹۔ ص ۱۴۳)

○ ۴۳۔ اُسُدُ الغابہ۔ جلد اول۔ ص ۱۴۶، ۱۴۷

حضرت حلیمہؓ بنتِ ابو ذوہیب

حلیمہؓ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پرورش

اس زمانے میں عرب اپنے بچوں کو رضاعت اور ابتدائی پرورش کے لیے دیہات میں بھیجتے تھے اس لیے کہ وہاں کی آب و ہوا زیادہ صاف و پاکیزہ اور وہاں کے رہنے والوں کے اخلاق میں اعتدال اور سلامتیٔ طبع زیادہ نمایاں تھی۔ شہر کے مفاسد سے بھی حفاظت تھی اور وہاں کی زبان بھی صحیح اور فصیح مانی جاتی تھی۔ اس کام میں قبیلہ بنی سعد کی عورتیں خاص شہرت رکھتی تھیں(۱)۔ اسی قبیلہ کی حضرت حلیمہؓ سعدیہ کو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دودھ پلانے اور پرورش کرنے کا شرف حاصل ہوا(۲)۔ "سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حلیمہ کے گھر پرورش کا آغاز ہوا تو خدائے قدوس نے اس نادار و مفلس خاتون کے لیے اپنی رحمتِ بے پایاں کے

ابواب کو کھول دیا"(۳)۔

سوامی لکشمن پرشاد اپنے خوبصورت اندازِ تحریر میں یوں لکھتے ہیں کہ "کچھ تو حضورِ انور (صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم) کی صورت ہی من موہنی تھی۔ اس گلدستۂ جمال، اس پیکرِ حسن کو دیکھ کر کس کے دل میں محبت کے جذبات نہ پیدا ہو جاتے۔ اس حسن و جمال پر مستزاد یہ کہ آپ کی تشریف آوری سے حلیمہ کے گھر کی کایا ہی پلٹ گئی۔ اس لیے گھر بھر آپ کا گرویدہ ہو گیا۔ آپ کی خاطرداری اور پرورش میں کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا جانے لگا"(۴)۔ دودھ چھڑانے کے بعد دائی حلیمہ نہ چاہنے کا باوجود حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کو حضرت آمنہ کے پاس لے گئیں مگر دل چاہتا تھا کہ ابھی حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کو واپس نہ کیا جائے۔ اس لیے حضرت حلیمہؓ نے حضرت آمنہ سے جو گزارش کی، اسے رحیم دہلوی یوں زبان دیتے ہیں کہ "آپ اس درِ یتیم کو، میرے بچے کو، میری جان کو، میرے لاڈلے کو ابھی کچھ دنوں ہمارے پاس اور چھوڑ دیں تو ان میں توانائی آ جائے گی اور اس وقت تو مکے کا حال بھی یہ ہے کہ یہاں موسم برا ہے اور ہَوا خراب ہے اور وبا زور شور سے پھیلی ہوئی ہے۔ اس حال میں بچے کو یہاں چھوڑتے ہوئے دل ڈرتا ہے۔ ایسے میں میرے ہاں، میری نظروں کے سامنے رہیں گے تو میری خاطر جمع رہے گی"۔ غرض جب میں نے بہت ضد کی اور اونچ نیچ سمجھائی تو سیدہ آمنہ نے انہیں میرے ساتھ بھیجنے پر حامی بھر لی"۔(۵) یوں رضاعت کے بعد اب حضرت حلیمہ سعدیہ کی ذمہ داری صرف حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی پرورش و خدمت تھی۔

حضرت حلیمہؓ حضرت آمنہؓ سے اجازت لے کر ننھے حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کو لیے شاداں و فرحاں اپنے گاؤں کی طرف بڑھ رہی تھیں،(٦) کہ جب وہ وادیٔ سعد پہنچیں تو حبشہ کے کچھ لوگ ساتھ آ ملے، انہوں نے غور سے حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کو دیکھا اور حضرت حلیمہؓ سے دریافت کیا کہ کیا ان کی آنکھیں کی سرخی ہر وقت یونہی رہتی ہے۔ حضرت حلیمہؓ کے اثبات میں جواب دینے پر وہ کہنے لگے کہ خدا

کی قسم! یہ نبی ہیں۔ اسی طرح ایک بار ذوالمجاز سے گزریں تو ایک قیافہ شناس نے دیکھا اور چیخ چیخ کر کہنے لگا کہ اے اہلِ عرب! اس بچے کو قتل کر دو۔ کیونکہ یہ تمہارے اہلِ دین کو قتل کرے گا۔ تمہارے بت توڑے گا اور تمہارے اوپر غلبہ پالے گا۔ حلیمہؓ جلدی سے وہاں سے نکل آئیں۔(۷)

حضرت حلیمہؓ اور ان کی بیٹی شیماؓ ہر وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنی آنکھوں کے سامنے رکھا کرتی تھیں اور ایک منٹ کے لیے اپنی آنکھوں سے اوجھل نہ ہونے دیتی تھیں(۸)۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حلیمہؓ سے اپنے رضاعی بہن بھائیوں کا پوچھا اور معلوم ہونے پر کہ وہ بکریاں چرانے جاتے ہیں' حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بھی ساتھ جانے کی ضد کی اور اپنی رضاعی والدہ سے اجازت لے کر خوشی خوشی بکریاں چَرانے بہن بھائیوں کے ساتھ جانے لگے۔(۹) حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی یہ عقل مندی کی باتیں سن کر دائی حلیمہؓ بہت خوش ہوتی تھیں۔(۱۰)

ایک بار حضرت حلیمہؓ کے پاس کچھ یہودی گزرے تو حضرت حلیمہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیدائش سے قبل اور پیدائش کے وقت کے معجزات اپنی ذات سے منسوب کر کے بیان فرمائے اور جو جو واقعات رضاعت و پرورش کے دوران میں ان سے پیش آئے تھے' وہ بھی ان سے بیان کر کے فرمایا کہ اس فرزند کے متعلق کیا بتا سکتے ہو؟ پہلے یہودیوں نے آپس میں مشورہ کیا اور کہا کہ اس بچے کو مار ڈالنا چاہیے۔ پھر حضرت حلیمہؓ سے دریافت کیا کہ کیا یہ یتیم ہیں؟ حضرت حلیمہؓ نے فرمایا' نہیں' میں ان کی ماں ہوں اور یہ ان کے باپ ہیں۔ اس پر یہودیوں نے کہا کہ اگر یہ یتیم ہوتے تو ہم انھیں ضرور مار ڈالتے کیونکہ ان میں آخری نبی ہونے کی تمام خصوصیات موجود ہیں مگر ان کا یتیم ہونا بھی ان نشانیوں میں شامل ہے۔(۱۱)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پانچ برس تک بنی سعد کے اس قبیلہ میں رہے۔ اس عرصے میں دو تین بار حلیمہؓ انہیں آمنہؓ کے پاس لے گئیں(۱۲)۔ پانچ سال

تک پرورش و خدمت کی اور بعد میں بادلِ نا خواستہ اس قیمتی متاع کو حضرت آمنہؓ کے حوالے کر کے اپنے قبیلہ کی طرف روانہ ہوئیں۔(۱۳)

بنی سعد کی فصاحت و بلاغت

"علمائے لُغت و ادب کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی فصاحت و بلاغت کا دوسرا سبب یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے لسان نبوت کو پاکیزہ اسلوب بیان اور شستہ انداز کلام سے مزین کرنے کے لیے آپؐ کی تربیت کا بندوبست قبیلۂ بنو سعد میں فرمایا تھا۔ یہ بنو سعد بن بکر بن ہوازن عرب کے بدوی قبائل میں سب سے زیادہ فصیح اللسان تھے اور قریش کے شرفا و سادات اپنے بچوں کی رضاعت اور پرورش کا بندوبست عموماً اسی قبیلے میں کرتے تھے۔ یہاں آپؐ نے حضرت حلیمہؓ سعدیہ کی گود میں پرورش پائی' اسی لیے آپؐ کے اس ارشاد میں جس کی تشریح اوپر گزری ہے' ان الفاظ کا اضافہ بھی ملتا ہے کہ "میری پرورش قبیلہ بنو سعد میں ہوئی ہے۔"" میں عربوں میں سب سے بہتر اظہار خیال پر قادر ہوں' میری پیدائش قریش میں ہوئی اور میری پرورش بنو سعد میں ہوئی تو میرے کلام میں اور لحن کہاں سے آتی؟(۱۴)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی برکات

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا بابرکت وجود اپنی رضاعی ماں کے لیے کس قدر بابرکت ثابت ہوا ہو گا' اس کا اندازہ بہت مشکل ہے کیونکہ سارے واقعات ملنا ناممکن ہے۔ بہرحال کچھ واقعات اہلِ سیر تحریر کرتے ہیں مثلاً

حضرت حلیمہؓ سے جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے رضاعی بہن بھائیوں کے ساتھ بکریاں چَرانے کی اجازت لے لی تو آپؐ کے بکریوں کے ساتھ چراگاہ میں جاتے ہی بکریوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا۔ بکریاں پہلے سے زیادہ دودھ دینے لگیں۔ چراگاہوں کی ہریالی بڑھنے لگی اور بنو سعد خوش ہو گئے۔(۱۵)

حضرت حلیمہؓ فرماتی ہیں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے باعث

میرے گھر میں بہت برکت تھی۔ جب سے آپؐ کے قدم مبارک میرے گھر میں آئے تھے' مجھے چراغ کی حاجت کسی رات کو نہ ہوئی تھی۔ تمام مکان حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چہرے کے نور سے ہمیشہ روشن و درخشاں رہتا اور مجھے جب بھی کسی چیز کی ضرورت ہوتی اور میں اندھیرے کمرے میں جاتی تو وہ آپ کے نور سے روشن ہو جاتا اور میں بلا تکلف اس روشنی سے اپنی مطلوبہ چیز لے لیتی۔(۱۶)

حضرت حلیمہؓ نے فرمایا کہ میری ایک بکری کا پاؤں ٹوٹ گیا تھا۔ وہ بکری حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاؤں سے لپٹ گئی۔ آپ نے اس کے ٹوٹے ہوئے پاؤں پر ہاتھ پھیرا تو وہ فوراً اچھا ہو گیا۔(۱۷)

حلیمہؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ملنے آیا کرتیں

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رضاعی والدہ حضرت حلیمہؓ اپنے رضاعی بیٹے کو دیکھنے اکثر آیا کرتی تھیں(۱۸)۔ حضرت حلیمہؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بھی بے انتہا محبت تھی(۱۹)۔ آپ حلیمہؓ سعدیہ کے ساتھ ہمیشہ بہت اچھا سلوک فرماتے تھے(۲۰)۔ وہ جب بھی تشریف لاتیں' حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان کا بے حد احترام کرتے(۲۱) اور ان کے بیٹھنے کے لیے اپنی چادر بچھا دیتے(۲۲)۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اس رضاعی والدہ نے نہ صرف ننھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دو برس تک دودھ پلایا بلکہ بعد میں پرورش و خدمت بھی کی تھی۔ نہ صرف حلیمہؓ بلکہ ان کے بچے بھی آپ کی گود میں کھلایا کرتے تھے۔ اس نسبت کے حوالے سے آپ نے حضرت حلیمہ کا ہمیشہ احترام کیا۔(۲۳)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حلیمہؓ سے محبت

ایک بار مکہ اور اس کے نواح میں قحط نمودار ہوا۔ اس موقع پر حضرت حلیمہ اپنے عظیم بیٹے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس تشریف لائیں۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شادی حضرت خدیجہ سے ہو چکی تھی(۲۴)۔ حضرت

حلیمہؓ نے آپ کی خدمت میں مال کی کمی کی گزارش کی(۲۵) کہ سخت قحط کی وجہ مویشی مر گئے ہیں۔ اس پر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انہیں چالیس بکریاں(۲۶) اور سامان سے لدا ہوا ایک اونٹ مرحمت فرمایا۔(۲۷)

مولانا اسلم جیراجپوری لکھتے ہیں کہ حضرت حلیمہؓ آئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جوش مسرت میں بے خود ہو کر ان کے استقبال کو دوڑے(۲۸)۔ اور "میری ماں" کہہ کر ان سے لپٹ گئے(۲۹) جیسے بچپن میں لپٹا کرتے تھے(۳۰) ان کے لیے اپنی چادر بچھائی(۳۱) حال احوال پوچھا۔ پھر جو حاجت انہوں نے بیان کی' وہ پوری کی اور عزت و احترام سے رخصت کیا(۳۲)۔ جاتی دفعہ انہیں چالیس بکریاں اور اونٹ عطا فرمائے۔(۳۳)

حضرت خدیجہؓ کا حسن سلوک

حضرت خدیجہؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رضاعی ماں حضرت حلیمہؓ سے نہایت حسنِ سلوک سے پیش آیا کرتیں(۳۴)۔ سیرتِ دحلانیہ میں ہے کہ حلیمہ نے حضرت خدیجہ سے تنگدستی کی شکایت کی تو حضرت خدیجہ نے انہیں بیس بکریاں اور جوان اونٹ عطا فرمائے۔ ایک روایت کے مطابق بکریوں اور اونٹ کی تعداد چالیس تھی۔(۳۵)

علامہ سُہیلی نے "روض الانف" میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت حلیمہؓ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو حضرت حلیمہ نے انہیں کئی اونٹنیاں مرحمت فرمائیں جس پر حلیمہ دعائیں دیتی ہوئی رخصت ہوئیں۔(۳۶)

حضرت حلیمہؓ کا اسلام

ابن جوزی' منذری اور ابن حجر نے ان کے اسلام لانے کی توثیق کی ہے(۳۷)۔ ابنِ حجر نے شرح ہمزیہ میں حضرت حلیمہؓ کے اسلام کے بارے میں لکھا

ہے کہ حضرت حلیمہ اور ان کے شوہر اور ان کے بیٹے کو اسلام کی توفیق نصیب ہو گئی تھی اور ان کے اسلام سے انکار کرنے والا غلط کہتا ہے۔ انہوں نے اسلام قبول کیا اور ہجرت کی اور مدینۂ منورہ میں رحلت فرما کر جنت البقیع میں دفن ہوئیں اور ان کی قبرِ مبارک مشہور زیارت گاہ ہے۔(۳۷۔الف)

حضرت حلیمہؓ کے خاوند حارث بن العزیٰ اعلانِ نبوت کے بعد مکہ آئے اور مشرکین کے بہکانے کے باوجود انہوں نے اسلام قبول کر لیا اور اس پر ثابت قدم رہے(۳۸)۔ ان کے اسلام قبول کرنے کے واقعے کے بارے میں ابنِ اثیر لکھتے ہیں کہ جب یہ مکہ آئے تو قریش نے انہیں کہا کہ تمہیں نہیں معلوم کہ تمہارے بیٹے کیا کہتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اللہ لوگوں کے مرنے کے بعد پھر زندہ کرے گا اور ایک اور عالم بھی ہے، جہاں نافرمانوں کو سزا اور فرمانبرداروں کو اللہ انعام دے گا۔ تمہارے بیٹے نے ہمارے معاملات کو برہم کر دیا ہے اور ہماری جماعت کو متفرق کر دیا ہے۔ حضرت حارث یہ سن کر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ لوگ یوں کہتے ہیں، کیا یہ سچ ہے؟ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ ہاں یہ سچ ہے اور وہ دن آئے گا جب میں تمہارا ہاتھ پکڑ کر تمہیں آج کی بات دکھا دوں گا۔ اس کے بعد حارث مسلمان ہو گئے۔ ان کا اسلام عمدہ رہا اور وہ اکثر کہا کرتے تھے کہ جب میرا بیٹا میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے اپنی بیان کی ہوئی باتیں دکھا دے گا تو جنت میں داخل کیے بغیر مجھے نہ چھوڑے گا۔(۳۹)

حضرت حلیمہؓ کے بچوں میں حضرت عبداللہ کو ابنِ حجرؒ نے صحابہ میں شمار کیا ہے اور حافظ ذہبی نے حضرت شیما کو صحابیات میں شامل کیا ہے۔(۴۰)

حضرت حلیمہؓ کی وفات

مولانا مودودی اپنی کتاب "سیرتِ سرورِ عالم" میں لکھتے ہیں کہ فتح مکہ کے موقع پر حضرت حلیمہ کی بہن سے آپ کو حضرت حلیمہ کی وفات کی اطلاع ملی تو حضورِ اکرم

صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی آنکھوں سے آنسو بہ نکلے۔(۴۱)

سیرتِ دحلانیہ میں ابنِ اثیر کے حوالے سے ابی طفیل کی روایت نقل کی گئی ہے کہ غزوہ حنین کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رضاعی والدہ حلیمہ آئی تھیں(۴۲) اور ابنِ اثیر کی "اسد الغابہ" میں ابی طفیل(۴۳) اور ابو الفضل(۴۴) کے حوالے سے یہ روایت درج ہے مگر یہ دونوں راوی غزوہ حنین کے وقت کم سن بچے تھے۔ مولانا مودودی اپنی کتاب کے حاشیہ میں یوں لکھتے ہیں کہ "حلیمہ کے متعلق ابنِ کثیر کا بیان ہے کہ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی بعثت سے پہلے ان کا انتقال ہو چکا تھا مگر استعاب میں ابن عبدالبر نے عطا بن یسار کی روایت درج کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رضاعی ماں حلیمہ جنگِ حنین کے موقع پر آئیں تو حضور (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ان کو دیکھ کر کھڑے ہو گئے اور اپنی چادر بچھا کر انہیں اس پر بٹھایا(۴۵)۔

غزوۂ حنین ۸ھ میں پیش آیا اور اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عمر تقریباً ساٹھ سال تھی اور حضرت شیماؓ کی عمر آپؐ سے کم از کم دس' بارہ برس تو زیادہ ہو گی' اس طرح حضرت شیماؓ کی عمر ہوازن میں تقریباً ۷۲ سال ہو گی اور حضرت شیماؓ اپنی والدہ سے اگر بیس سال بھی چھوٹی ہوں تو آٹھ ہجری میں حضرت حلیمہؓ کی عمر ۹۲ برس بنتی ہے۔ اس لیے قوی امکان ہے کہ وہ شیماؓ تھیں' حلیمہؓ نہیں تھیں۔

حواشی

○ ۱۔ نبیٔ رحمتؐ۔ ص ۱۰۳'۱۰۴
○ ۲۔ نبیٔ اکرمؐ کاشانۂ نبوی میں۔ ص ۱۰
○ ۳۔ ساجد الرحمٰن۔ سیرتِ رسولؐ۔ ص ۸
○ ۴۔ سوامی لکشمن پرشاد۔ عرب کا چاند۔ ص ۷۰
○ ۵۔ دائی حلیمہؓ اور ان کی سرسبز و شاداب وادی۔ ص ۴۰'۴۱

○ ۶۔ الخصائص الکبریٰ۔ جلد اول۔ ص ۱۱۳

○ ۷۔ سیرتِ ابنِ ہشام۔ جلد اول۔ ص ۱۶۷/ آقائے جعفر سبحانی۔ فروغِ ابدیت۔ ص ۱۰۹،۱۱۰/ الخصائص الکبریٰ۔ جلد اول۔ ص ۱۳۴

○ ۸۔ سیرتِ رسولِ عربیؐ۔ ص ۴۷/ حبیبِؐ خدا۔ ص ۵۰

○ ۹۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۱۷۵

○ ۱۰۔ عرفان خلیلی۔ ہمارے حضورؐ۔ ص ۱۱

○ ۱۱۔ شیخ محمد رضا۔ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۴۰،۴۱

○ ۱۲۔ فروغِ ابدیت۔ ص ۱۰۹،۱۱۰

○ ۱۳۔ تذکارِ صحابیات۔ ص ۳۵۵،۳۵۶

○ ۱۴۔ ظہور احمد اظہر، ڈاکٹر۔ فصاحتِ نبوی۔ ص ۱۶۷،۱۶۸

○ ۱۵۔ نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۲۔ ص ۴۷۱۔ (مضمون فخرِ موجودات۔ آنحضرتؐ کی مکی زندگی از ابو الجلال ندوی)

○ ۱۶۔ محمد صالح۔ سرورِ عالمؐ۔ ص ۳۶/ جنات النعیم فی ذکر نبیؐ الکریم۔ ص ۳۷

○ ۱۷۔ جنات النعیم فی ذکر نبی الکریم۔ ص ۳۸،۳۹

○ ۱۸۔ تذکارِ صحابیات۔ ص ۳۵۷/ نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۲۔ ص ۴۳۸

○ ۱۹۔ شہدائے عہدِ نبوی۔ ص ۳۸/ نوادرات۔ ص ۸/ صفیہ صابری۔ حرا کا آفتاب۔ ص ۱۷

○ ۲۰۔ مولوی، دہلی رسول نمبر، صفر و ربیع الاول ۱۳۴۷ھ۔ ص ۲۶،۲۷

○ ۲۱۔ حضرت محمدؐ ولادت سے نزول وحی تک۔ ص ۲۱۴

○ ۲۲۔ ہیکل۔ حیاتِ محمدؐ۔ ص ۱۳۴

○ ۲۳۔ ابراہیم سیالکوٹی۔ سیرت المصطفیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۱۳۲۔۱۳۴

○ ۲۴۔ حیاتِ محمدؐ۔ ص ۱۳۴/ مودودی۔ سیرتِ سرورِ عالم۔ جلد دوم۔ ص ۹۸/ ہادیؐ عالم۔ ص ۴۹/ ابراہیم سیالکوٹی۔ سیرت المصطفیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۱۳۲

○ ۲۵۔ ہادیٔ عالمؐ۔ ص ۴۹

○ ۲۶۔ ابراہیم سیالکوٹی لکھتے ہیں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انہیں بیس راس بکریاں اور جوان اونٹ دیے تھے۔ (سیرت المصطفیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۱۲۲، ۱۲۳)

ہیکل کے مطابق آپ نے اپنی بیوی کے مال سے حضرت حلیمہؓ کو چالیس بکریوں کا ریوڑ اور ایک اونٹ تحفے میں دیا تھا اور ہیکل کی کتاب کے مترجم لکھتے ہیں کہ اس اونٹ پر پانی کے بھرے ہوئے مشکیزے جھلک رہے تھے۔ (حیاتِ محمدؐ۔ ص ۱۲۴)۔ "ہادیٔ عالم" میں لکھا ہے کہ حضرت حلیمہؓ کو ایک سواری مال سے لدی ہوئی اور دوسرے مال دے کر رخصت کیا۔ (ہادیٔ عالم۔ ص ۴۹)

○ ۲۷۔ مودودی۔ سیرتِ سرورِ عالمؐ۔ جلد دوم۔ ص ۹۸

○ ۲۸۔ عرب کا چاند۔ ص ۱۷/ عبدالمقتدر۔ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۴۹/ برکت علی۔ سیرت حبیبؐ۔ ص ۱۲۸

○ ۲۹۔ عبدالمقتدر۔ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۴۹/ مہک گوجرانوالہ۔ (مضمون دورِ طفولیت از محمد ایوب) ص ۱۹/ شہدائے عہدِ نبوی۔ ص ۳۸

○ ۳۰۔ صفیہ صابری۔ حرا کا آفتاب۔ ص ۱۷

○ ۳۱۔ مولوی، دہلی۔ رسولؐ نمبر۔ صفر و ربیع الاول ۱۳۴۷ھ۔ ص ۲۶، ۲۷

○ ۳۲۔ برکت علی۔ سیرتِ حبیب۔ ص ۱۲۸

○ ۳۳۔ نوادرات۔ ص ۸

○ ۳۴۔ نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد دوم۔ ص ۶۲۸

○ ۳۵۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۱۸۶

اولاد حیدر فوقؔ بلگرامی بھی لکھتے ہیں کہ حضرت خدیجہ نے چالیس بکریاں اور چالیس تیز رفتار اونٹ مع ہودج کے حضرت حلیمہ کو عطا فرمائے۔ (اسوۃ الرسول۔ جلد دوم۔ ص ۲۰) ڈاکٹر حمید اللہ لکھتے ہیں کہ چالیس بکریاں اور ایک اونٹ دیا تھا۔ (رسولؐ

اکرمؐ کی سیاسی زندگی۔ ص ۵۴) شاہ مصباح الدین شکیل یہاں یوں اضافہ کرتے ہیں کہ چالیس بکریوں کے علاوہ ساز و سامان خوردو نوش سے لدا ہوا اونٹ عطا فرمایا۔ (سیرتِ احمدِ مجتبیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۷۸)

○ ۳۶۔ تذکارِ صحابیات۔ ص ۳۵۶

○ ۳۷۔ عبدالمقتدر۔ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۴۹

○ ۳۷الف۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۱۸۷/ دائی حلیمہؓ اور ان کی سرسبز و شاداب وادی۔ ص ۲۵۴

○ ۳۸۔ تذکارِ صحابیات۔ ص ۳۵۷

○ ۳۹۔ اسد الغابہ۔ جلد دوم۔ ص ۱۹۵/ سیرت النبیؐ۔ جلد چہارم۔ ص ۳۸۱

○ ۴۰۔ ابراہیم سیالکوٹی۔ سیرت المصطفیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۲۵

○ ۴۱۔ مودودی۔ سیرتِ سرورِ عالم۔ جلد دوم۔ ص ۹۸

○ ۴۲۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۱۸۷

○ ۴۳۔ اسد الغابہ۔ جلد پنجم۔ ص ۱۳۰

○ ۴۴۔ اسد الغابہ۔ جلد ۱۱۔ ص ۵۷

○ ۴۵۔ سیرتِ سرورِ عالمؐ۔ جلد دوم۔ ص ۹۹

حضرت شیماؓ بنت حارث

نام

حضرت شیماؓ کے اصلی نام کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ کچھ سیرت نگار جدامہ(۱)، زیادہ تر حذافہ(۲) لکھتے ہیں۔ بہرحال یہ شیماؓ کے عرف(۳) سے مشہور تھیں۔

نسب

یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضاعی ماں حضرت حلیمہؓ سعدیہ کی بڑی بیٹی تھیں اور ان کے والد کا نام حارث تھا۔ ابن اثیر ان کا سلسلہ نسب یوں بیان کرتے ہیں۔ شیماؓ بنت حارث بن عبدالعزی بن رفاعہ بن ملان بن ناضرہ بن بکر بن ہوازن(۴)۔

حضرت شیماؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھلائی

جب حضرت حلیمہؓ سعدیہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پرورش و رضاعت کے لیے اپنے گھر لے جا کر اپنے آپ اور اپنے گھر کو دنیا و آخرت کی نعمتوں سے مالا مال کیا تو حضرت حلیمہؓ کی بیٹی شیماؓ ننھے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گود میں لیا کرتیں(۵)' اور کھلایا کرتی تھیں۔(٦) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی حیات پاک میں بچپن کے چند قیمتی سال حضرت حلیمہؓ سعدیہ کی گود میں اور ان کے خاوند کے کندھوں پر اور اپنی رضاعی بہن شیماؓ کے ساتھ کھیل کود میں گزارے(۷)۔

حضرت حلیمہؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہیں دور نہیں جانے دیا کرتی تھیں۔ ایک روز وہ غافل ہو گئیں مگر شیماؓ آپؐ کے ساتھ ساتھ رہا کرتی تھیں۔(۸) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت شیماؓ کے ساتھ بھیڑوں کے ریوڑ میں تشریف لے گئے۔ رضاعی ماں حضرت حلیمہؓ آپؐ کو تلاش کرنے نکلیں تو آپؐ کو شیماؓ کے ہمراہ پایا۔ حضرت حلیمہؓ نے حضرت شیماؓ سے کہا کہ انہیں اتنی گرمی میں لیے پھرتی ہو تو حضرت شیماؓ نے بتایا کہ اماں جان میرے بھائی نے دھوپ کی گرمی محسوس نہیں کی اس لیے کہ بادل آپؐ پر سایہ کرتا تھا۔ جب یہ ٹھہر جاتے تو بادل بھی ٹھہر جاتا اور جب چلتے تو بادل بھی چلتا۔ یہاں تک کہ ہم اس جگہ آ پہنچے ہیں(۹)۔

حضورؐ کی پرورش و خدمت اور شیماؓ

حضرت شیماؓ بنت حارث حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پرورش(۱۰)

اور خدمت(۱۱) و تربیت(۱۲) اور دیکھ بھال(۱۳) میں اپنی ماں کا ہاتھ بٹاتی تھیں۔ جب حضرت حلیمہؓ سعدیہ گھر کے کاموں میں مصروف ہوتیں تو شیماؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اٹھائے اٹھائے پھرا کرتی تھیں۔ بہلاتیں، نہلاتیں، دھلاتیں اور کپڑے بدلا کرتیں(۱۴)۔

حضرت شیماؓ حضورؐ کو لوری سنایا کرتیں

محمد بن المعلی الازدی نے کتاب الترقیص میں ذکر کیا ہے، کہتے ہیں، شیماؓ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کھلایا کرتیں اور جو شعر پڑھا کرتیں(۱۵)۔ اس لوری (۱۶) کا ترجمہ یہ ہے۔

☆ ہمارے پروردگار! ہمارے بھائی محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو تو سلامت رکھ، یہاں تک کہ ہم اس کو جوان اور بالغ دیکھ لیں اور پھر اس کو سید و سردار قوم پائیں، اس کے ساتھ دشمنی و حسد رکھنے والوں کو ذلیل کر اور اس کو ایسی عزت دے جو ابد الاباد تک قائم رہے(۱۷)۔

ابو عروہ الازدی جب یہ (گیت) پڑھتے تو کہتے، اللہ تعالیٰ نے ان (شیماؓ) کی دعا کو کیسا شرف قبولیت سے نوازا(۱۸)۔

ڈاکٹر حمید اللہ حضرت شیماؓ کی اس لوری کے بارے میں لکھتے ہیں کہ "اس کے مندرجات عام بچوں پر صادق نہیں آتے۔ خاص آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے مخصوص معلوم ہوتے ہیں اور ایک جاہل بدوی نوعمر لڑکی سے ایسی توقع نہیں کی جا سکتی، وہ اپنے گھر کی مروجہ لوریاں ہی سنا سکتی تھی"(۱۹)۔ ڈاکٹر حمید اللہ کی یہ بات درست ہے کہ یہ لوری حضور صلی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخصوص لگتی ہے کیونکہ یہ عام بچوں کو دی جانے والی لوری نہیں لیکن ڈاکٹر حمید اللہ کا یہ لکھنا سراسر غلط ہے کہ ایک جاہل بدوی نوعمر لڑکی سے گھر کی مروجہ لوریوں کے علاوہ توقع نہیں کی جا سکتی۔ نہ تو بچہ معمولی تھا اور نہ اس بچے کی پرورش اور خدمت کرنے

والے عام لوگ تھے جنھیں ڈاکٹر حمید اللہ جیسے لوگ بے سوچے سمجھے "جاہل بدوی" قرار دے دیں۔

حضرت شیماؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لوریاں دیتے ہوئے یہ بھی کہا کرتیں۔

☆ میرے اس بھائی کو میری ماں نے نہیں جنا' اور نہ ہی یہ میرے باپ اور چچا کی نسل سے ہیں۔ اے اللہ! انھیں نیند آجائے' جو میری نیند ہے(۲۰)۔

خصوصیات شیماؓ

حضرت شیماؓ کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضاعی بہن(۲۱) ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا بچپن ان کی ہمراہی میں گزارا اور ان کی اس وقت کی خدمت کو ہمیشہ یاد رکھا۔ کیونکہ جب حضرت شیماؓ کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تقریباً ٦٠ سال کے بعد غزوہ حنین کے موقع پر ملاقات ہوئی تو انھیں پہچان کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہو گئے' انھیں دیکھ کر آپؐ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ آپؐ نے ان کے لیے اپنی چادر(۲۲) بچھا کر انھیں عزت بخشی اور انھیں اپنی چادر پر بٹھایا۔ غزوہ حنین کے علاوہ اہل سیر کسی اور ملاقات کا ذکر نہیں کرتے۔

اس عظیم خاتون کے بارے میں سیرۃ الحلبیہ میں لکھا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت شیماؓ بنت حلیمہؓ کو ماں فرمایا کیونکہ انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گود میں لیا(۲۳)۔

شیماؓ ہوازن میں قید ہوئیں

حضرت شیماؓ کے حالات زیادہ نہیں ملتے۔ صرف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بچپن کے حالات کے بعد غزوہ حنین یا ہوازن میں ان کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو ملاقات ہوئی' اس کے کچھ حالات ملتے ہیں۔

"شوال ۸ ہجری میں غزوہ حنین پیش آیا۔ بنی ہوازن اور بنی ثقیف کے قبیلوں نے طائف کی، جاگیروں کے لالچ میں چار ہزار جنگجوؤں کے ساتھ مکہ پر حملہ کا قصد کیا۔ دوسری طرف سے حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے جانثاروں کے ساتھ مکہ سے نکل کر وادی حنین میں اترے۔ ایک خونریز جنگ کے بعد دشمنوں کو شکست فاش ہوئی(۲۴)۔

غزوہ حنین کے قیدیوں کی تعداد چھ ہزار تھی(۲۵)۔ ان قیدیوں میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضاعی بہن حضرت شیماؓ بنت حارث بھی شامل تھیں(۲۶)۔ یہ انصار کی جس پارٹی کے ہاتھ لگی تھیں، وہ بہت سختی کرنے والے تھے(۲۷)۔ جب انہوں نے جنگی سختی سے کام لیا تو حضرت شیماؓ نے لشکریوں سے بہت فخر سے کہا جانتے نہیں ہو کہ میں تمہارے آقاؐ کی بہن ہوں۔ میرے ساتھ ادب سے بات کرو(۲۸)۔ انہوں نے یقین نہ کیا اور کہا کہ اس سلسلہ میں کوئی نشانی نہیں ہے۔ حضرت شیماؓ نے فرمایا کہ تم مجھے ان کے پاس لے چلو(۲۹)۔ وہ حضرت شیماؓ کو ساتھ لے کر دربار رسالت میں پہنچے(۳۰)۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور اپنا تعارف کروایا(۳۱)۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں ایک نشانی سے پہچان لیا(۳۲) اور ان سے بہتر سلوک کیا(۳۳)۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو پہچان کر ان کی تعظیم کے لیے سیدھے کھڑے ہو گئے(۳۴)۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شیماؓ کو مرحبا کہا اور ان کے لیے اپنی مبارک چادر بچھا دی اور انہیں اس چادر پر بٹھایا(۳۵)۔

رضاعی بہن کو دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں میں شدت جذبات سے آنسو بھر آئے(۳۶)۔ آپؐ نے ان کی بڑی قدر و عزت کی(۳۷)۔ ان کی ہر طرح تسلی و تشفی بھی کی اور مہمان نوازی بھی(۳۸)، اور دیر تک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی رضاعی بہن سے باتیں کرتے رہے(۳۹)۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شیماؓ کو رخصت کیا

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت شیمہؓ سے فرمایا "اگر تو میرے پاس ٹھہرنا چاہے، تو تیری تکریم اور احترام میں کوئی کوتاہی نہ کی جائے گی اور اگر تیری مرضی اپنے عزیزوں میں واپس جانے کی ہو، تو میں تجھ سے بھلائی کر کے واپس بھیج دوں گا(۴۰)۔

حضرت شیمہؓ نے اپنے قبیلے میں رہنے کو ترجیح دی(۴۱)۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں تحائف عطا فرمائے(۴۲) اور انہیں غلام و اموال خمس(۴۳) میں سے دیا(۴۴) اور انہیں عزت و احترام کے ساتھ ان کے قبیلے کی طرف بھیج دیا(۴۵)۔

بنو سعد کا خیال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں ایک غلام دیا جس کا نام مکحول(۴۶) تھا اور ایک لونڈی دی تو انہوں نے ان کی ایک دوسرے سے شادی کر دی۔ ان کی نسل ان میں باقی رہی، المستغفری نے سلمہ بن الفضل کی سند سے ابن اسحٰق کی روایت اسی طرح تخریج کی ہے(۴۷)۔ اصابہ میں ابو عمر کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت شیمہؓ کو "اونٹ بکریاں(۴۸) اور تین غلام اور ایک لونڈی عطا فرمائی"(۴۹)۔

شیمہؓ کا اسلام

حضرت شیمہؓ بنت حارث نے اپنے قبیلہ کی طرف جانے سے پہلے اسلام قبول کیا اور اسلام کی دولت سے مالا مال ہو کر واپس گئیں(۵۰)۔

شیمہؓ ہوازن کے لیے مسلمانوں کی سفیر

محمد رحیم دہلوی لکھتے ہیں "(حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے) بہن کو شاید قبیلہ ہوازن کے لیے کچھ پیام بھی دیا تھا۔ اس طرح حضرت شیمہؓ مسلمانوں کی سفیر بھی ہیں(۵۱)۔

حضورؐ کی جعرانہ کے مقام پر عنایات

حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے غزوہ حنین کے مال غنیمت کو میدان جنگ سے دور جعرانہ کے مقام پر بھیج دیا کہ شاید انہیں چھڑانے کے لیے ان کے قبیلے کا کوئی وفد آ جائے(۵۲)۔ غزوہ طائف کے بعد عمرہ ادا کیا' اور پھر جعرانہ تشریف فرما ہوئے(۵۳)۔ اور حنین کے وفد کا انتظار کرنے لگے۔ جب کئی دن گزر گئے اور کوئی نہ آیا تب مال غنیمت بانٹا گیا۔ ایک روایت کے مطابق دس دن تک انتظار کیا گیا۔ تب مال غنیمت تقسیم(۵۴) کرنا پڑا(۵۵)۔ جب غزوہ حنین کے قیدی اور مال غنیمت غازیوں میں بانٹا جا چکا تو قبیلہ ہوازن کا وفد حاضر خدمت ہوا(۵۶)۔ یہ کل چودہ آدمی تھے۔ اور سب مسلمان ہو کر آئے تھے۔ ان کا سربراہ زہیر بن صرد تھا اور ان میں حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا رضاعی چچا ابو برقان(۵۷) بھی تھا(۵۸)۔ رحیم دہلوی ابن سعد اور طبری کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ان رضاعی چچا نے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کی کہ "ہم پر جو مصیبت ٹوٹی ہے۔ وہ آپؐ سے چھپی ہوئی نہیں ہے۔ آپؐ ہمارے ساتھ اس طرح مہربانی کا برتاؤ کیجیے جس طرح اللہ پاک نے آپؐ پر رحم و کرم کیا ہے۔ یہ بزرگ اور عالی مرتبت ہستیاں وہ ہیں جنہوں نے آپؐ کی پرورش کی ہے۔ پالا پوسا ہے۔ ان میں آپؐ کی چچیاں ہیں' خالائیں ہیں انہوں نے آپ کو گودیوں میں کھلایا ہے اور اپنی چھاتیوں سے دودھ پلایا ہے۔

"میں نے آپؐ کو دودھ پیتے دیکھا ہے اور کوئی دودھ پیتا بچہ آپؐ سے اچھا نہیں دیکھا۔ دودھ بڑھانے کے بعد آپؐ کو دیکھا ہے اور کوئی دودھ چھڑایا ہوا بچہ آپؐ سے بہتر نہیں دیکھا۔ پھر آپؐ کو جوان دیکھا اور کوئی جوان آپؐ سے اچھا نہیں دیکھا۔ نیک خصلتیں آپؐ میں درجہ کمال پر پہنچیں ہوئی ہے اور آپؐ کی جڑ بنیاد ہم ہیں۔ آپ کے خاندان کے لوگ ہم ہیں۔ ہم پر احسان کیجیے۔ اللہ آپؐ پر احسان کرے گا"(۵۹)۔

رئیس وفد (زہیر) نے رضاعت ہی کے رشتے کا حوالے دیتے ہوئے کہا کہ

اسیر عورتوں میں آپؐ کی پھوپھیاں اور خالائیں بھی ہیں۔ اگر سلاطین عرب میں سے کسی نے ہمارے خاندان کا دودھ پیا ہوتا' تو اس سے بھی بہت امیدیں ہوتیں' آپؐ سے بہت امیدیں ہیں(۶۰)۔ پھر زہیر نے چند شعر بھی پڑھے۔ طبری نے دو شعر نقل کیے ہیں' ان کا ترجمہ دیکھیے۔

☆ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) ہم پر کرم فرمائیں' احسان کریں کیونکہ ہماری ساری امیدیں' آرزوئیں اور تمنائیں آپؐ ہی سے وابستہ ہیں۔

آپؐ ایسے خاندان کے لوگوں پر احسان کریں جس کی آزادی آپؐ کے دست قدرت میں ہے اور جو اس وقت بدبختی میں گھرے ہوئے ہیں اور انہیں زمانے کی سختیوں نے گھیر لیا ہے(۶۱)۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "جو میرا اور بنی عبدالمطلب کا حصہ ہے وہ میں نے چھوڑا۔ انصار نے کہا جو ہمارا حصہ ہے وہ ہم نے اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لیے چھوڑ دیا۔ اس طرح چھ ہزار قیدی رہا کر دیے گئے اور جو مال ان کو واپس دیا گیا اس کی قیمت پچاس کروڑ درہم تھی"(۶۲)۔

"معارج النبوت" میں لکھا ہے کہ حضرت شیماؓ کو رخصت کرتے وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ شیماؓ تم اپنی قوم کے ہمراہ مجھے جعرانہ کے مقام پر ملوگی تو میں تمہاری معیشت کے اسباب مہیا کر دوں گا اور جب وہ جعرانہ کے مقام پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملیں تو بہت سا مال انھیں اور ان کے رشتہ داروں کو آپؐ نے عطا فرمایا(۶۳)۔

اس طرح یہ رضاعی رشتہ حنین کی لڑائی کے قیدیوں کے حق میں رحمۃ للعالمین کے ہاتھوں باعث رحمت و آزادی ثابت ہوا۔ قبیلہ اپنی آزادی حاصل کر کے اور رضاعی بہن شیماؓ خوش و خرم تحائف لے کر قبیلہ کے ساتھ اسی صحرا کو لوٹیں جہاں ریت کے ٹیلوں پر وہ اس چاند کو لیے پھرا کرتی تھیں"(۶۴)۔

حضرت شیماؓ کی بجاد کے لیے سفارش

قبیلہ بنی سعد کا ایک شخص جس کا نام بجاد تھا۔ اس کے پاس ایک مسلمان آیا تو بجاد نے اسے پکڑ کر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے اور پھر اسے آگ سے جلا دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے سواروں کو حکم دیا کہ اسے تلاش کریں(۶۵) اور جب اس پر قابو پالیں تو اس کو بھاگنے نہ دیں۔ اسے مضبوط اور محفوظ رکھیں تاکہ وہ بھاگ نہ سکے۔ اسلامی فوج نے حسب ارشاد عمل کیا اور بجاد کو قید کر لیا(۶۶)۔ جب شیماؓ اپنے مقام پر واپس آئیں تو ہوازن کی عورتوں نے ان سے بجاد کے بارے میں گفتگو کی تو انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس واپس آکر آپ سے مطالبہ کیا کہ بجاد کو اسے بخش دیا جائے اور اس کا قصور(۶۷) معاف کر دیا جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بہن کی اس خواہش کو پورا کرتے ہوئے ایسا ہی کیا(۶۸)۔

حواشی

○ ا۔ العطور المجموعہ۔ ص ۳۶/ طبقات ابن سعد بحوالہ سیارہ ڈائجسٹ۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۲۔ ص ۲۱۲ (مضمون غزوہ حنین از غلام رسول مہر)/ تذکار صحابیات۔ ص ۳۵۸ الوفا (۱۳۹) میں حذامہ اور کتاب المعارف (۱۲۶) میں جدامہ اور جذامہ لکھا ہے۔

○ ۲۔ ابن حجر قسطلانی۔ اصابہ۔ جلد ۴۔ ص ۳۴۴/ اسوۃ الرسولؐ۔ جلد دوم۔ ص ۲۰۔ / صحابیات۔ ص ۲۱۴/ عبدالنبی کوکب۔ سرور کائنات حضرت محمدؐ مصطفیٰ۔ ص ۸/ الرحیق المختوم۔ ص ۱۰۲

سیرت دحلانیہ میں عبداللہؓ بن جعفر کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ شیماؓ کا نام حذافہ ہی تھا۔ (سیرت دحلانیہ۔ ص ۱۸۸)

○ ۳۔ اسد الغابہ۔ جلد ۱۰۔ ص ۱۷/ تذکار صحابیات۔ ص ۳۵۸/ صحابیات۔ ص ۲۱۳

○ ۴۔ اسد الغابہ۔ جلد ۱۰۔ ص ۱۵۷

○ ۵۔ سیرت محمدیہؐ۔ جلد دوم۔ ص ۳۱۶/ اصابہ۔ جلد ۴۔ ص ۳۴۴/ سیرت سرور

عالم۔ جلد دوم۔ ص ۹۸/ اسوۃ الرسولؐ۔ جلد دوم۔ ص ۲۰

○ ۶۔ حیات محمدؐ۔ ص ۱۲۴/ صحابیات۔ ص ۲۱۴/ تذکار صحابیات۔ ص ۳۵۸/ اظہار (ماہنامہ) کراچی۔ نومبر دسمبر ۱۹۸۵ء۔ ص ۵ (مضمون حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت و طفولیت۔ از ڈاکٹر مظہر الدین سومرو)/ نوادرات۔ ص ۸

○ ۷۔ سیارہ ڈائجسٹ۔ جلد ۱۔ ص ۲۰۴

○ ۸۔ صحابیات۔ ص ۲۱۴

○ ۹۔ سیرت رسولؐ عربی۔ ص ۴۷/ سیرت دحلانیہ۔ ص ۱۸۶،۱۸۵/ حبیبؐ خدا۔ ص ۵۱،۵۰

○ ۱۰۔ ابراہیم سیالکوٹی۔ سیرت المصطفیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۱۲۵

○ ۱۱۔ انوار محمدیہؐ۔ ص ۲۱۴

○ ۱۲۔ اسد الغابہ۔ جلد ۱۰۔ ص ۱۷

○ ۱۳۔ ایضاً۔ ص ۱۵۷

○ ۱۴۔ آغا اشرف۔ بچوں کے رسولؐ۔ ص ۹

○ ۱۵۔ اصابہ (عربی) جلد نمبر ۴۔ ص ۳۴۴

○ ۱۶۔ سیرت دحلانیہ۔ ص ۱۸۵/ اصابہ۔ جلد ۴۔ ص ۳۴۴/ ابراہیم سیالکوٹی۔ سیرت المصطفیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۱۳۶

○ ۱۷۔ اسوۃ الرسولؐ۔ جلد دوم۔ ص ۲۱/ سیرت دحلانیہ۔ ص ۱۸۵/ ابراہیم سیالکوٹی۔ سیرت المصطفیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۱۳۶/ صحابیات۔ ص ۲۱۵/ تذکار صحابیات۔ ص ۳۵۸

○ ۱۸۔ اصابہ جلد ۴۔ ص ۳۴۴

ازدی کہتے ہیں کیا ہی اچھا ہو اگر حضرت شیماؓ کی اس لوری کے وسیلے سے اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا کی جائے (سیرت دحلانیہ۔ ص ۱۸۵)۔

○ ۱۹۔ حمید اللہ، ڈاکٹر۔ رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی۔ ص ۵۳

○ ۲۰۔ سیرت دحلانیہ۔ ص ۱۸۵/ اسوۃ الرسولؐ۔ جلد دوم۔ ص ۲۱

○ ۲۱۔ اسد الغابہ۔ جلد ۱۰۔ ص ۱۷۱، ۱۵۷
○ ۲۲۔ الرحیق المختوم۔ ص ۶۷۲/ محمد احمد باشمیل۔ غزوہ حنین۔ ص ۲۹۰/ انوار محمدیہؐ۔ ص ۲۱۳، ۲۱۴/ سیرت محمدیہؐ۔ جلد دوم۔ ص ۳۱۵
○ ۲۳۔ السیرۃ الحلبیہ۔ جلد ۔ ص ۱۴۹
○ ۲۴۔ تذکار صحابیات۔ ص ۳۵۹
○ ۲۵۔ سیارہ ڈائجسٹ۔ جلد ۱۔ ص ۲۱۲
○ ۲۶۔ حیات محمدؐ۔ ص ۴۲۴/ سیرت رسولؐ عربی۔ ص ۲۵۴
○ ۲۷۔ غزوہ حنین۔ ص ۲۸۸۔۲۹۰
○ ۲۸۔ حیات محمدؐ۔ ص ۵۴۵
○ ۲۹۔ معارج النبوت۔ جلد سوم۔ ص ۳۹۲، ۳۹۳
○ ۳۰۔ حیات محمدؐ۔ ص ۵۴۵
○ ۳۱۔ الرحیق المختوم۔ ص ۶۷۲
○ ۳۲۔ ابراہیم سیالکوٹی۔ سیرت المصطفیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۳۵
○ ۳۳۔ سیرت رسول عربیؐ۔ ص ۲۵۴
○ ۳۴۔ سیرت دحلانیہ۔ ص ۱۸۷، ۱۸۸
○ ۳۵۔ سیرت محمدیہؐ۔ جلد دوم۔ ص ۳۱۵/ سیرت ابن ہشام۔ جلد دوم۔ ص ۵۴۸/ اسوۃ الرسولؐ۔ جلد دوم۔ ص ۲۲

"مواہب اللدنیہ کے کلام کا اقتضاء یہ ہے کہ حضور رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دونوں (یعنی حلیمہؓ و شیماؓ) کے لیے کھڑے ہوئے اور دونوں کے لیے چادر بچھائی۔ ایک مرتبہ جب آپؐ کی ماں جناب حلیمہؓ آئیں اور ایک مرتبہ جب آپؐ کی بہن شیماؓ آئیں جبکہ اس کے خلاف کہنے والوں کا کہنا ہے کہ آپؐ کی ماں نہیں، بہن آئیں تھیں۔ فقط۔

علامہ ابن عبدالبر نے الاستیعاب میں کہا ہے کہ آپؐ کی رضاعی ماں حلیمہ رضی

اللہ عنہا حنین میں آپؐ کے پاس آئیں تو آپؐ ان کے لیے کھڑے ہو گئے اور اپنی چادر بچھا کر اس پر انہیں بٹھایا۔ عبداللہ بن جعفر سے روایت ہے کہ حذافہؓ نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی رضاعی بہن کو ہوازن کے مقام پر دوسرے لوگوں کے ساتھ قیدی بنایا تھا۔ "الحدیث" اور حافظ ابو حجر نے ان کا رد کیا ہے اور اس تالیف کو غلط کہا ہے جس میں ان کا اسلام نہ لانا بتایا گیا ہے۔" (سیرت دحلانیہ۔ ص ۱۸۸)

○ ۳۶۔ انوار محمدیہؐ۔ ص ۲۱۳، ۲۱۴/ سیرت محمدیہؐ۔ جلد دوم۔ ص ۳۱۵/ ابراہیم سیالکوٹی۔ سیرت المصطفیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۱۲۵

○ ۳۷۔ الرحیق المختوم۔ ص ۲۷۲

○ ۳۸۔ جمال مصطفیٰؐ۔ جلد چہارم۔ ص ۳۱۹ (حاشیہ)

○ ۳۹۔ نوادرات۔ ص ۸

○ ۴۰۔ اسد الغابہ۔ جلد ۸۔ ص ۲۲۵/ سیرت محمدیہؐ۔ جلد دوم۔ ص ۳۱۵

○ ۴۱۔ سیرت رسول عربیؐ۔ ص ۲۵۴/ حیات محمدؐ۔ ص ۵۴۵

○ ۴۲۔ جمال مصطفیٰؐ۔ جلد چہارم۔ ص ۳۱۹ (حاشیہ)

○ ۴۳۔ "نوادرات" میں اسلم جیراجپوری اموال و خمس میں صرف اونٹ اور بکریوں کا ذکر کرتے ہیں (نوادرات۔ ص ۸)

○ ۴۴۔ حیات محمدؐ۔ ص ۵۴۵

○ ۴۵۔ اسوۃ الرسولؐ۔ جلد دوم۔ ص ۳۲/ الرحیق المختوم۔ ص ۶۷۲/ حیات محمدؐ۔ ص ۱۲۴/ تذکار صحابیات۔ ص ۳۵۹

○ ۴۶۔ حضرت مکحولؒ "حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے۔ جعفر نے ان کا شمار صحابہ میں کیا ہے" (اسد الغابہ۔ جلد ۸۔ ص ۲۲۵)

○ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے انہیں اپنی دودھ شریک بہن شیماؓ کو مرحمت فرما دیا تھا (غلامان محمدؐ۔ ص ۲۱۸)

○ ۴۷۔ اصابہ۔ جلد ۴۔ ص ۳۴۴/ اسد الغابہ۔ جلد ۸۔ ص ۲۲۵/ اسوۃ الرسولؐ۔

جلد دوم۔ ص ۲۲/ غزوہ حنین۔ ص ۲۸۸۔۲۹۰

○ ۴۸۔ شاہ مصباح الدین شکیل لکھتے ہیں کہ آپؐ نے انہیں تین غلام اور ایک لونڈی کے علاوہ کچھ اونٹ اور بہت سی بکریاں بھی عطا کیں (سیرت احمد مجتبیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۷۳)

عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ ایک غلام اور کنیز کے ساتھ ایک اونٹ بھی دیا تھا (سیرت رسول عربیؐ۔ ص ۲۵۴)

استیعاب۔ جلد ۲۔ ص ۶۲ کے حوالے سے نیاز فتح پوری لکھتے ہیں کہ ساتھ کچھ روپیہ بھی دیا تھا۔ (صحابیات۔ ص ۲۱۴) رحیم دہلوی بھی روپیہ کا ذکر کرتے ہیں۔ (دائی حلیمہؓ۔ ص ۱۳۷)

○ ۴۹۔ اصابہ۔ جلد چہارم۔ ص ۳۴۴/ سیرت محمدیہؐ۔ جلد دوم۔ ص ۳۱۵/ انوار محمدیہؐ۔ ص ۲۱۳/ معارج النبوت۔ جلد سوم۔ ص ۳۹۲، ۳۹۳/ ادریس کاندھلوی۔ سیرت المصطفیٰؐ۔ جلد سوم۔ ص ۶۵

○ ۵۰۔ اصابہ۔ جلد ۴۔ ص ۳۴۴ (اصابہ میں ابن حجر ابو عمر کے حوالے سے حضرت شیماؓ کے اسلام لانے کا ذکر کرتے ہیں)/ سیرت محمدیہؐ۔ جلد دوم۔ ص ۳۱۵/ حیات محمدؐ۔ ص ۵۴۵/ معارج النبوت۔ جلد سوم۔ ص ۳۹۲، ۳۹۳/ انوار محمدیہؐ۔ ص ۲۱۳/ سیرت رسول عربیؐ۔ ص ۲۵۴/ صحابیات۔ ص ۲۱۴

○ ۵۱۔ دائی حلیمہؓ اور ان کی سرسبز و شاداب بستی۔ ص ۱۳۷

○ ۵۲۔ دائی حلیمہؓ اور ان کی سرسبز و شاداب وادی۔ ص ۱۳۸

○ ۵۳۔ سیارہ ڈائجسٹ۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۲۔ ص ۲۱۳

○ ۵۴۔ مال غنیمت کی تقسیم میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ کے جدید الاسلام لوگوں کے ساتھ زیادہ رعایت برتی مثلاً ابوسفیان اور ان کی اولاد تین سو اونٹ، حکیم بن حزام کو دو سو، ان کے علاوہ آٹھ کو ایک ایک سو، بہت سے لوگوں کو پچاس پچاس اونٹ دیے۔ فوج میں سے ہر فرد کو فی کس چار اونٹ اور چالیس بکریاں

دیں' سواروں کا حصہ اس سے زیادہ تھا۔ انصار کے کچھ جوانوں نے دبی زبان میں اس تقسیم پر اعتراض کیا اور یہ شکایت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچی تو آپؐ نے انصار کو ایک خیمے میں جمع کیا اور فرمایا "کیا یہ سچ نہیں کہ تم گمراہ تھے اور خدا نے میرے ذریعے سے تمہیں ہدایت کی؟ تم منتشر و پراگندہ تھے' خدا نے میرے ذریعے تم میں اتفاق پیدا کیا۔ تم مفلس تھے' خدا نے میرے ذریعے تمہیں دولت مند بنایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر بات پر انصار عرض کرتے یا رسول اللہ علیک وسلم آپؐ درست فرماتے ہیں۔ بے شک یہ آپؐ کا اور خدا نے ہم پر احسان کیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پھر تم جواب میں یہ کیوں نہیں کہتے کہ اے محمدؐ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جب سب لوگوں نے آپ کو جھٹلایا تھا تو ہم نے تصدیق کی تھی' جب آپؐ کو آپؐ کے گھر اور وطن سے نکالا گیا تو ہم نے آپ کو پناہ دی' جب آپؐ محتاج تھے' تو ہم نے آپ کی مدد کی' اور اے انصار میں اس کے جواب میں کہتا جاؤں گا کہ تم سچ کہتے ہو۔

اے انصار! تم ہمارے "شعار" ہو' دوسرے لوگ "وثار" ہیں۔ (شعار اس کپڑے کی تہہ کو کہتے ہیں جو جسم سے ملی ہوئی ہو۔ "وثار" اوپر کی تہہ کو کہتے ہیں) دوسرے لوگ "وثار" ہیں۔ اے اللہ انصار پر رحم فرما اور انصار کی اولاد پر۔ آخر میں فرمایا اے انصار! کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ دوسرے لوگ اونٹ اور بکریاں لے جائیں اور تم محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو لے کر اپنے گھر جاؤ۔ یہ سن کر انصار چیخ اٹھے کہ ہمیں صرف آپؐ چاہیں اور روتے روتے ان کی ہچکیاں بندھ گئیں۔ دراصل انصار کو شک تھا کہ کہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انصار کو چھوڑ کر مکہ مکرمہ اپنے عزیزوں کے پاس نہ چلے جائیں (سیارہ ڈائجسٹ۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۲۔ ص ۲۱۳'۲۱۴)

○ ۵۵۔ دائی حلیمہؓ اور ان کی سرسبز و شاداب بستی۔ ص ۱۳۸'۱۳۹

○ ۵۶۔ ایضاً۔ ص ۱۳۹

○ ۵۷۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رضاعی چچا کے بارے میں رحیم دہلوی لکھتے ہیں کہ ان کا نام ابو ثروان تھا۔(دائی حلیمہؓ اور ان کی سرسبز و شاداب بستی۔ ص ۱۴۰)

صفی الرحمن مبارک پوری لکھتے ہیں کہ ابو برقان کو ابو مروان اور ابو ثروان بھی کہا جاتا ہے (الرحیق المختوم۔ ص ۶۷۸ حاشیہ)

○ ۵۸۔ الرحیق المختوم۔ ص ۶۷۸

○ ۵۹۔ دائی حلیمہؓ اور ان کی سرسبز و شاداب بستی۔ ص ۱۴۰

○ ۶۰۔ سیارہ ڈائجسٹ۔ جلد ۲۔ ص ۲۱۳

○ ۶۱۔ دائی حلیمہؓ اور ان کی سرسبز و شاداب بستی۔ ص ۱۴۲،۱۴۳

○ ۶۲۔ سیرت سرور عالمؐ۔ جلد دوم۔ ص ۹۸،۹۹

○ ۶۳۔ معارج النبوت۔ جلد سوم۔ ص ۳۹۲،۳۹۳

○ ۶۴۔ نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۴۔ ص ۵۶۴ (مضمون خاتم النبیینؐ کا بچپن از بریگیڈیر گلزار احمد)

○ ۶۵۔ غزوہ حنین۔ ص ۲۸۸ تا ۲۹۰

○ ۶۶۔ معارج النبوت۔ جلد سوم۔ ص ۳۹۲،۳۹۳

○ ۶۷۔ ابن ہشام اس موقع پر یوں لکھتے ہیں کہ بجاد کی اس بری حرکت پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب صحابہؓ کو بجاد کی گرفتاری کا حکم دیا تو صحابہ بجاد اور اس کے اہل و عیال کو' نیز شیماؓ بنت حارث کو بھی پکڑ کر لائے تھے اور یہی وہ موقع تھا کہ مسلمانوں کی سختی پر شیماؓ نے کہا تھا کہ یہ بات سمجھ لو کہ میں تمہارے آقاؐ کی بہن ہوں اور مسلمان یہ بات نہ مانتے ہوئے انہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لائے اور آپؐ نے بہن کو پہچان کر اسے بہت سے تحفے تحائف اور مال و اسباب کے ساتھ رخصت کیا۔(ابن ہشام۔ جلد دوم۔ ص ۵۴۸)

حضرت عبد المطلبؓ بن ہاشم

نام و نسب

حضرت عبد المطلبؓ کا اصل نام عامر تھا (۱)۔ لیکن یہ شیبہ کے لقب سے مشہور ہوئے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ پیدائش کے وقت ان کے سر پر چند بال سفید تھے۔ اور بال بڑھاپے میں سفید ہوتے ہیں اور بڑھاپے کو شیب کہا جاتا ہے۔ (۲) اور شیبہ کا ترجمہ زال یا بوڑھا ہے (۳)۔ اس لیے یہ شیبہ کے لقب سے مشہور ہوئے (۴)۔ انہیں "شیبۃ الحمد" بھی کہا جاتا ہے۔ یہ اپنے بچپن میں اپنے چچا مُطّلب کے ساتھ اپنے ننھیال مدینہ سے اپنے ددھیال مکہ میں آئے تو سواری پر اپنے چچا مطّلب کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ لوگوں نے سمجھا کہ مطّلب غلام خرید کر لا رہے ہیں۔ اس لیے سب نے انھیں عبد المطّلبؓ (مطّلب کا غلام) کہنا شروع کر دیا (۵)۔ اور حضرت عبد المطلبؓ کی کنیت اپنے بڑے بیٹے حارث کی وجہ سے "ابو حارث" تھی (۶)۔

ان کا نسب یہ ہے عبد المطلبؓ بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد ہے (۷)۔

خصوصیاتِ عبد المطلبؓ

حضرت عبد المطلبؓ مکہ کے رئیسِ اعظم تھے (۸) اور عرب میں سیدِ قریش اور شریفِ قریش کے نام سے مشہور تھے۔ قریش میں سے کوئی شخص بھی ان کے اس خطاب کا منکر نہیں تھا۔(۹) حضرت عبد المطلبؓ کی خوبیوں میں سے ایک یہ تھی کہ ان کی شخصیت نہایت بارعب تھی اور ان کے چہرے سے جمال و جلال برستا تھا (۱۰)۔ قوت و شجاعت میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے(۱۰۔الف)۔ یہ سفید رنگ، خوبرو اور دراز قامت انسان تھے۔ (۱۰۔ب) قریش میں سب سے زیادہ حسین و جمیل، قوی و جسیم اور بُردبار و حلیم تھے۔ نہایت کریم و سخی اور شر و فساد سے دور بھاگنے والے تھے

(۱۱)۔ قریش میں سب سے زیادہ دانا‘ سب سے زیادہ نرم مزاج‘ سب سے زیادہ معاملہ فہم‘ بہادر اور انصاف پسند تھے (۱۲)۔

حضرت عمر فاروقؓ کے دادا نفیل نے عبدالمطلبؓ اور حرب کے ایک جھگڑے کا فیصلہ سناتے ہوئے حرب سے کہا تھا کہ میں صاف بات کروں‘ وہ تم سے زیادہ بلند و بالا‘ تم سے زیادہ عقل مند‘ تم سے زیادہ کثیر الاولاد‘ تم سے زیادہ سخی اور تم سے زیادہ شیریں زبان ہے (۱۳)۔ حضرت عبدالمطلبؓ کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ سب سے پہلے انھوں نے وسمہ سے خضاب کیا (۱۴) حضرت عبدالمطلبؓ نے زندگی بھر شراب کو ہاتھ نہیں لگایا۔ رمضان المبارک میں ان کی سخاوت انتہا کو پہنچ جاتی تھی۔ غارِ حرا میں خلوت و عزلت سب سے پہلے انھوں نے ہی شروع کی (۱۵) وہ نہ صرف ہر سال ماہِ رمضان میں غارِ حرا میں عبادت کیا کرتے بلکہ اس پورے مہینے میں مساکین کو کھانا کھلایا کرتے تھے (۱۶)۔

حضرت عبدالمطلبؓ اپنے باپ ہاشم کی طرح نہ صرف دور و نزدیک تمام ممالک میں بلکہ ہر اپنے پرائے اور نواحِ عرب کے بادشاہوں اور رئیسوں کے دربار میں نہایت عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ تمام لوگ اپنے نزاعی امور میں ان سے رجوع کرتے تھے اور جو کچھ ان کی زبان سے نکلتا‘ اسے بسرو چشم منظور کر لیتے۔ اور ان کی سخاوت و فیض رسانی نہ صرف اپنی قوم بلکہ مسافروں پر بھی یکساں تھی (۱۷)۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محترم دادا لوگوں کو جاہلیت کی بُری رسموں سے روکتے تھے (۱۸)۔ حضرت "عبدالمطلبؓ" سے وہ حکیمانہ اقوال منقول ہیں۔ جن کو بعد میں قرآن و حدیث میں بھی بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً نذر کی تکمیل‘ محرم سے عقد کی ممانعت‘ چور کے ہاتھ کاٹنے کا حکم‘ اولاد کو زندہ درگور کرنے کی ممانعت‘ شراب و زنا کی حرمت اور اس پر حد کا نفاذ‘ عریاں ہو کر طواف بیت اللہ کی ممانعت‘ حرام مہینوں کی عظمت و احترام باقی رکھنا۔ وہ پہلے شخص تھے جنھوں نے مقتول کے قصاص میں سو

اونٹوں کے خون بہا کر طریقہ رائج کیا۔ پہلے یہ سلسلہ قریش میں جاری ہوا' پھر دوسرے عربوں میں بھی رائج ہو گیا۔ بعد میں آنحضرت (صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم) نے بھی اس خون بہا کو شریعت میں برقرار رکھا" (۱۹)۔ حضرت عبدالمطلبؓ کو اسلام کی دعوت نہیں پہنچی مگر اس پر بہت سے دلائل آتے ہیں کہ حضرت عبدالمطلبؓ دینِ حنیف اور توحید پر تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے آباؤ اجداد میں سے کوئی مرد و عورت کافر و مشکوک نہیں ہو سکتا۔ حضرت عبدالمطلبؓ فرمایا کرتے تھے کہ ظالم ظلم کا خمیازہ بھگتنے کے بغیر دنیا سے رخصت نہیں ہوتا۔ اتفاق سے اہلِ شام میں ایک مشہور ظالم اپنے مظالم کا خمیازہ بھگتے بغیر مر گیا۔ اس بارے میں کسی کے سوال پر حضرت عبدالمطلبؓ نے تھوڑا سوچا اور فرمایا۔ اس گھر (دنیا) کے بعد ایک اور گھر (عاقبت) ہے جس میں نیک' نیکی کا اجر اور بدکار' بدی کی سزا پائے گا (۲۰)۔

حضرت عبدالمطلبؓ سے "خالص کستوری کی خوشبو آتی تھی اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کا نور ان کی پیشانی سے عیاں تھا۔ چنانچہ جب کبھی سخت قحط پڑتا تو قریش انہیں پکڑ کر جبل ثیر پر لے جاتے' ان کے وسیلے سے خدا کے قریب ہونے کی سعی کرتے اور بارش کی دعا مانگتے۔ یوں' نورِ محمدیؐ کی برکت سے بارش ہو جاتی اور وہ سیراب ہو جاتے" (۲۱)۔ یہ اس قدر فیاض طبع تھے کہ نہ صرف انسانوں بلکہ وحشی جانوروں اور پرندوں کی میزبانی کرتے تھے۔ وہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر وحوش و طیور کے لئے کھانا بکھیر دیا کرتے تھے۔ اس پر انہیں پرندوں کا میزبان (۲۲) اور فیاض کہا جاتا (۲۳)۔

حضرت "عبدالمطلبؓ عرب کے چند گنے چنے لوگوں میں سے ہیں جو دورِ جاہلیت میں لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ یہ وہ زمانہ ہے جب عرب بھر میں دو چار آدمیوں سے زیادہ لکھے پڑھے نہیں تھے۔ ابن الندیم کہتا ہے کہ مامون الرشید کے کتب خانے میں عبدالمطلبؓ بن ہاشم کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ایک دستاویز تھی۔ یہ چمڑے پر لکھی ہوئی تھی۔ اس کے الفاظ یہ ہیں۔ "میں عبدالمطلبؓ بن ہاشم مکے کا رہنے والا ہوں۔

میں نے فلاں بن فلاں ذات حمیری ساکن صنعا کو چاندی کے ایک ہزار درہم قرض دیئے ہیں۔ یہ اس پر واجب الادا ہیں۔ جب طلب کیے جائیں گے' وہ ادا کرے گا۔ اللہ اور اس کے فرشتے اس پر گواہ ہیں (۲۳ الف)۔

حضرت عبدالمطلبؓ کی بڑی خوبی ایک یہ بھی تھی کہ اپنی قوم میں انہیں اتنی عزت و شرف حاصل تھا' جہاں تک ان کے آباؤ اجداد میں کوئی نہ پہنچا تھا۔ ان کی قوم ان سے محبت کرتی تھی اور لوگوں میں وہ بڑی منزلت رکھتے تھے (۲۴)۔ ہیکل لکھتے ہیں کہ "عبدالمطلبؓ حاجیوں کو دعوتیں کھلاتے' ان کے پینے کے لئے آبِ شیریں بہم پہنچاتے' اہالیٔ مکہ پر ان کی شفقت و پرورش کا یہ عالم تھا کہ جب ان پر بُری گھڑی آتی تو عبدالمطلبؓ ان کی حمایت میں سینہ سپر ہو جاتے" (۲۵)۔ یہ عہد کی پابندی کرنا اپنا فرض سمجھتے اور اس کے علاوہ اچھی اچھی عادتوں کے مالک تھے (۲۶) ان کی عام نصیحت یہ تھی کہ "ظلم و بغاوت نہ کرو اور مکارم الاخلاق حاصل کرو" (۲۷)۔ "حضرت عبدالمطلبؓ مصیبتوں میں فریادیوں کے دکھڑے سنتے' ان کی فریاد رسی کرتے' وہ مشکلوں دشواریوں میں ان کے مشکل کشا تھے۔ ان کی بپتا میں کام آتے۔ اس لئے لوگوں نے ان کی اتنی تعریف وتوصیف کی کہ ان کا نام "شیبۃ الحمد" رکھ دیا" (۲۸)۔ چونکہ حضرت عبدالمطلبؓ قریش میں بزرگ سمجھے جاتے تھے اس لئے قریش ان کے لئے کعبہ شریف کے قریب مسند لگاتے' حضرت عبدالمطلبؓ اس پر تشریف فرما ہوتے اور قریش کے سردار ان کے آس پاس جمع ہو جاتے مگر کسی کی مجال نہ تھی کہ وہ ان کی مسند پر بیٹھتا یا ان سے آگے ہوتا (۲۹)۔ حضرت عبدالمطلبؓ کی ہردلعزیزی کا یہ عالم تھا کہ ان کے انتقال پر لوگوں نے بہت زیادہ گریہ کیا اور بعض لوگ اس موقع پر اس قدر روئے کہ بعد میں کسی کے فوت ہونے پر نہیں روئے (۳۰)۔

عبدالمطلبؓ کا بچپن

حضرت عبدالمطلبؓ کی والدہ سلمیٰ بنتِ زید مدینہ منورہ کے قبیلے بنو نجار سے

تھیں۔ ہاشم بن عبد مناف نے ان سے شادی کی اور کچھ عرصہ بعد انہیں مدینہ میں چھوڑ کر خود تجارت کی غرض سے شام کی طرف گئے اور اسی سفر میں وہ شام کی شہر غزہ میں فوت ہو گئے۔ ان کی وفات کے بعد ان کی بیوی سلمٰی نے ایک بچے کو جنم دیا۔ اس بچے کا نام شیبہ رکھا۔ جب شیبہ نے ہوش سنبھالا تو ان کے چچا مطلب (۳۱) انہیں لینے گئے۔ پہلے تو ان کی والدہ نے بچے کو بھیجنے سے انکار کیا مگر جب چچا نے بہت زور دیا اور کہا کہ یہ اپنے باپ کی جائیداد کا وارث ہے تو ماں نے اجازت دے دی۔ (۳۲) یہ چچا بھتیجا جب مکہ پہنچے تو مکہ والے سمجھے کہ مطلب کے پیچھے ان کا غلام بیٹھا ہے۔ انہوں نے شیبہؒ کو عبدالمطلبؒ کہہ کر پکارا۔ چچا نے کہا کہ یہ میرا بھتیجا ہے مگر شیبہؒ (۳۳) عبدالمطلبؒ کے نام ہی سے مشہور ہوئے۔ (۳۴) جب تک حضرت عبدالمطلبؒ کے چچا مطلب زندہ رہے؛ اس وقت تک تو حالات ٹھیک رہے۔ان کی وفات کے بعد نوفل بن عبدِ مناف نے عبد المطلبؒ کا حق غصب کر لیا اور ان کی جائیداد پر قبضہ کر لیا۔ حضرت عبدالمطلبؒ نے قبیلہ والوں سے مدد مانگی۔ قبیلہ والوں نے کہا کہ ہم چچا بھتیجا کے معاملے میں نہیں آئیں گے۔ اس پر حضرت عبدالمطلبؒ نے بنو نجار میں اپنے ماموں ابو سعید بن عدی النجار کو خط لکھ کر نوفل کی زیادتی کا ذکر کیا اور مدد مانگی۔ ماموں خط پڑھ کر رو پڑے اور فوراً مکہ پہنچے اور حضرت عبدالمطلبؒ کا حق انہیں دلوایا۔ اس کے بعد نوفل اور اس کے بیٹے اور اس کے بھائی عبد شمس کے بیٹے بنی ہاشم کے حلیف بن گئے اور بنی ہاشم، بنی عبد المطلب اور خزاعہ، بنی نوفل اور بنی عبد شمس کے حلیف بن گئے۔ بنو خزاعہ نے کہا کہ عبد مناف کی والدہ جناب حبیٰ بنتِ حلیل خزاعی ہیں اس لئے ہم حضرت عبدالمطلبؒ کی نصرت کرنے میں اولیٰ ہیں اور حلیف بننے کے لئے حاضر ہیں۔ پھر دارالندوہ میں سب نے حلف اٹھا کر مضبوط معاہدہ کیا اور تحریر کیا کہ اس حلف نامہ کی بنا پر بنو ہاشم اور عمرو بن ربیعہ کے ساتھی آپس میں ایک دوسرے کی اس وقت تک حمایت و نصرت اور امداد کرتے رہیں گے۔ جب تک سمندر میں صوف کے تر ہونے کے برابر نمی رہے گی اور جب تک شہر کی گھاٹیوں

پر سورج طلوع ہوتا رہے گا۔ اور جب تک اونٹ میدان اور افشان میں کھڑے ہوتے رہیں گے اور جب تک انسان مکہ معظمہ میں عمرہ کرتے رہیں گے۔ یعنی یہ معاہدہ کبھی ختم نہیں ہو گا (۳۵)۔

عبدالمطلبؓ کی شادی

"انوارِ محمدیہ" میں لکھا ہے کہ ایک دن حضرت عبدالمطلبؓ حجرے میں سوئے ہوئے تھے کہ انہوں نے ایک عجیب و غریب خواب دیکھا۔ جاگے تو قریش کے کاہنوں سے اپنا خواب بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ اگر تمہارا خواب سچا ہوا تو تمہاری پشت سے ایک ایسا آدمی پیدا ہو گا جس پر زمین و آسمان کی ساری مخلوق ایمان لے آئے گی اور وہ انسانوں میں ایک روشن علامت ہو گا۔ چنانچہ انہوں نے جناب فاطمہؓ سے شادی (۳۶) کر لی۔ جن سے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے والدِ محترم حضرت عبداللہؓ پیدا ہوئے (۳۷)۔ حضرت عبدالمطلبؓ نے حضرت فاطمہ بنت عمرو سے نکاح کیا تو حق مہر میں ایک سو سرخ اونٹ اور ایک سو رِطل خالص سونا شامل تھا (۳۸)۔

حضرت عبدالمطلبؓ اور آبِ زمزم

چاہِ زم زم کو عمرو بن حارث جرہمی نے بند کر دیا تھا اور زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ کسی کو یہ مقام یاد ہی نہ رہا کہ چاہِ زم زم کہاں ہے۔ کہتے ہیں کہ حضرت عبدالمطلبؓ کو تین دن متواتر خواب میں کہا گیا کہ کنواں کھودو۔ پھر خواب میں کنویں کی جگہ بھی دکھا دی گئی۔ اس پر حضرت عبدالمطلبؓ نے اپنے بیٹے حارث کے ساتھ اس جگہ کو کھودا۔ تین دن کی کھدائی کے بعد بنو جرہم کی مدفونہ اشیا ملنے لگیں۔ تلواریں، زرہیں وغیرہ چیزیں نکلیں۔ شروع شروع میں قریش کے لوگ حضرت عبدالمطلبؓ کے اس کام کو فضول خیال کرتے تھے مگر جب مدفونہ اشیا برآمد ہوئیں تو وہ حضرت عبدالمطلبؓ سے کہنے لگے کہ ہم بھی تمہارے ساتھ شریک ہونا چاہتے ہیں۔ حضرت عبدالمطلبؓ نے اب ان کی شراکت (۳۹) سے انکار کر دیا (۴۰)۔

حضرت عبدالمطلبؓ کی مَنّت

حضرت عبدالمطلبؓ نے جب آبِ زم زم کھودنے کا ارادہ کیا تو قریش سے بات کی مگر قریش ساتھ دینے کی بجائے لڑنے لگے کہ یہ جگہ نہ کھودو۔ اس موقع پر حضرت عبدالمطلبؓ کا ساتھ دینے والا صرف ایک بیٹا حارث تھا جس نے چاہِ زم زم کھودنے میں باپ کی مدد کی (۴۱)۔ اس موقع پر حضرت عبدالمطلبؓ کو اولاد کی کمی کا شدید احساس ہوا اور انہوں نے منت مانی کہ خدا تعالیٰ مجھے دس بیٹے عطا کرے تو میں ان دس بیٹوں میں سے ایک کو خدا کی راہ میں قربان کر دوں گا۔ خدا تعالیٰ نے انہیں دس بیٹے عطا کیے اور جب یہ سب بیٹے جوان ہو گئے تو ایک دن حضرت عبدالمطلبؓ نے ان سب کے نام قرعہ ڈالا کہ جس کے نام کا قرعہ نکلے گا' اس کو میں خدا کی راہ میں قربان کر دوں گا۔ اتفاق سے یہ قرعہ ان کے سب سے محبوب بیٹے حضرت عبداللہ(۴۲) کے نام پر نکلا(۴۳)۔ حضرت عبدالمطلبؓ نے چھری لی اور حضرت عبداللہؓ کا ہاتھ پکڑ کر ذبح کرنے کے لیے لے چلے۔ یہ منظر دیکھ کر بہنیں رونے لگیں(۴۴)۔ حضرت عبداللہؓ نے تو باپ کی خوشنودی اور خدا کی رضامندی کے لیے قربان ہونا منظور کر لیا لیکن حضرت ابوطالبؓ نے اس موقع پر اپنے پیارے بھائی کے لیے مزاحمت کی۔ اس کے علاوہ حضرت عبداللہؓ کے ننھیال بھی اس مزاحمت میں شریک ہوئے۔ آخر فیصلہ ہوا کہ ایک مشہور کاہنہ جو کہے گی' اس کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا۔ اس کاہنہ نے کہا کہ قرعہ اونٹوں پر ڈالنا چاہیے اور جب حضرت عبداللہؓ کو چھوڑ کر اونٹوں کا قرعہ نکلے' اتنے اونٹوں کی قربانی کر دی جائے۔ قرعہ کا آغاز دس اونٹوں سے کیا گیا۔ بیس' تیس حتیٰ کہ اونٹوں کی تعداد ایک سو کر دی گئی' تب قرعہ اونٹوں کا نکل آیا اور حضرت عبدالمطلبؓ نے بیٹے کے فدیہ اور اپنی مَنّت کے بدلے میں سو اونٹ قربان کر دیے(۴۵)۔ اس دن سے حضرت عبداللہؓ کو ذبیح کے نام سے پکارا جانے لگا(۴۶)۔

حضرت عبداللہؓ کی محبت

"نقوش" رسولؐ نمبر میں سیرتِ ابنِ اسحاق کے حوالے سے حضرت عبداللہؓ کی قربانی سے متعلق حضرت عبدالمطلبؓ کے قریباً ۶۵ اشعار درج ہیں۔ ان میں سے جن اشعار میں حضرت عبداللہؓ کا واضح خصوصیات کا ذکر ہے' ان کا ترجمہ مندرجہ ذیل ہے۔

☆ اس کی قبر کھودنے سے میرے دل کو تکلیف ہوتی ہے۔ اللہ میرا پروردگار ہے۔ اس کے بعد میں زندہ نہیں رہوں گا۔

☆ میرا دل گرفتارِ محبت کے دل کی طرح اڑا جا رہا ہے اور

☆ عبداللہؓ کی یاد مجھے ستا رہی ہے تاکہ وہ سلامت رہے اور اونٹوں کا غیر منقسم گلہ ذبح ہو جائے۔

☆ یہاں تک کہ لوگوں کے لیے اس کے برخلاف مجتمع ہونے کا جواز پیدا ہو جاتا ہے۔ میرے لیے عبداللہؓ کو فوری طور پر قتل کیے جانے سے نجات عطا کر۔

☆ میں کل صبح اسے اس حال میں نہ دیکھوں کہ وہ خون میں لت پت ہو۔ ایسی صورت میں میرا رنج و غم میری ہڈیوں تک پہنچ جائے گا(۴۷)۔

حاجیوں کی خدمت

حضرت عبدالمطلبؓ کے پاس بہت سے اونٹ تھے۔ وہ حج کے دنوں میں انہیں جمع کرتے اور ان کے دودھ میں شہد ملا کر زم زم کے قریب حوض میں جمع کرتے اور خشک انگور خرید کر حاجیوں(۴۸) کے لیے زم زم کے پانی میں ملاتے۔ یہ مشروب اس قدر گاڑھا ہوتا کہ حاجی اس میں پانی ملا کر اس کا گاڑھا پن دور کرتے(۴۹)۔

ابرہہ اور عبدالمطلبؓ

ابرہہ نے خانۂ کعبہ کی شکل کا ایک گھر بنایا جس کو سرخ' سفید' زرد اور کالے پتھروں سے بہت اونچا خوبصورت گرجا گھر بنایا۔ یہ اس قدر اونچا تھا کہ دیکھنے والے کی

ٹوپی گر جائے۔ ٹوپی پھینک دینے والے کو قلیس کہتے ہیں اس لیے اس بلند و بالا گرجا گھر کا ہی قلیس پڑ گیا۔ ابرہہ نے حکم جاری کروایا کہ اب عرب' مکہ جانے کے بجائے میرے گرجا گھر میں آ کر عبادت کریں۔ کئی سال تک عربوں کے کچھ قبیلے وہاں حج کرتے رہے مگر کچھ لوگوں نے اس شاہی حکم کو ماننے سے انکار کر دیا(۵۰)۔

ابنِ اسحاق بیان کرتے ہیں کہ بنی ملکان بن کنانہ کا ایک شخص جو اہلِ حرم میں سے تھا' ایک بار یمن کی جانب گیا۔ اور کسی نہ کسی طرح اس یمنی کلیسا میں داخل ہوا اور اس نے وہاں رفعِ حاجت کر ڈالی۔ جب ابرہہ اس میں داخل ہوا اور اس نے وہاں گندگی دیکھی تو اُسنے مکہ پر چڑھائی اور کعبہ کو منہدم کرنے کا بہانہ مل گیا۔ جب اسے معلوم ہوا کہ یہ شخص کعبہ کے مجاوروں میں سے ہے تو اس نے کہا میں اس گھر (کعبہ) کو ضرور منہدم کر دوں گا اور اسے اس طرح ملیا میٹ کر دوں گا کہ اس کے بعد کوئی بھی وہاں حج کرنے نہیں جائے گا۔ اس نے ہاتھی طلب کیا اور اپنی قوم کو اور اپنے محکوم یمنیوں کو لشکر کشی کرنے کا حکم دیا(۵۱) جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ ابرہہ خانہ کعبہ پر چڑھائی کے ارادے سے آیا ہے اور اس مقصد کے لیے وہ ایک بڑا سفید ہاتھی لایا ہے تو انہوں نے حضرت عبدالمطلبؓ کو اس بات کی خبر دی۔ حضرت عبدالمطلبؓ نے ان لوگوں سے فرمایا اے قریش مت ڈرو' اس گھر کا مالک اس کی حفاظت کرنے والا ہے اور وہی اس کی حفاظت فرمائے گا۔ اس کے بعد ابرہہ' قریش کے اونٹ اور بکریاں ہنکا کر لے گیا۔ ان میں حضرت عبدالمطلبؓ کے بھی چار(۵۲) سو اونٹ تھے(۵۳)۔ ابرہہ ان اونٹوں اور بکریوں کو ذبح کر کے کھا جاتا تھا(۵۴)۔

جب حضرت عبدالمطلبؓ کو معلوم ہوا کہ ابرہہ اونٹ لے گیا ہے تو وہ اس کے پاس گئے۔ ابرہہ کی دربانی اشعر یین میں سے ایک آدمی کر رہا تھا جو حضرت عبدالمطلبؓ کو پہلے سے جانتا تھا۔ یہ شخص حضرت عبدالمطلبؓ کو ابرہہ کے پاس لے گیا اور ابرہہ سے یوں تعارف کروایا کہ اے بادشاہ! آپ کے پاس قبیلہ کا سردار آیا ہے جو دوست اور دشمن سب کی خاطر کرتا ہے (۵۵) یہ تمام عرب کے سردار ہیں۔ نیکی'

سخاوت، بزرگی اور عظمت میں ان کا درجہ سب سے اونچا ہے۔ یہ لوگوں کو انعام و اکرام دیتے ہیں، تحفے تحائف سے نوازتے ہیں، کھانے کھلاتے ہیں اور انھیں سواری کے لیے اچھے سے اچھے گھوڑے عطا کر دیتے ہیں اور ہمیشہ سے ان کا یہی وتیرہ ہے (۵۶)۔

ابرہہ حضرت عبدالمطلبؓ کی وجاہت اور شخصیت سے بہت متاثر ہوا اور اس کے دل میں خیال آیا کہ ایسے شخص کو نیچے نہیں بٹھانا چاہیے مگر اسے یہ بھی ناگوار تھے کہ انھیں (مخالف) کو تخت پر بٹھائے۔ اس لیے وہ خود بھی تخت سے اتر کر زمین پر بیٹھ گیا اور آنے کا مقصد دریافت کیا (۵۷)۔ حضرت عبدالمطلبؓ نے فرمایا کہ تمھارے آدمی میرے اونٹ لے آئے ہیں، میں انھیں لینے آیا ہوں۔ ابرہہ نے کہا کہ جب میں نے آپ کو دیکھا تو آپ کی وجاہت و شوکت اور عظمت و ہیبت سے بہت متاثر ہوا مگر آپ کی بات سن کر تمام تاثر مٹ گیا ہے۔ میں حیران ہوں کہ آپ اپنے اونٹوں کا مطالبہ کرتے ہیں اور وہ گھر جو آپ اور آپ کے آباؤ اجداد کا دین ہے، اسے نظر انداز کرتے ہیں۔ حالانکہ میں اس کو گرانے آیا ہوں۔ حضرت عبدالمطلبؓ نے فرمایا، میں ان اونٹوں کا مالک ہوں، ہم اس گھر کے مالک نہیں کہ یہ ہماری حفاظت اور پناہ میں ہو۔ اس کا مالک اور ہے اور وہ اس کی حفاظت ضرور فرمائے گا (۵۸)۔

ابرہہ نے اونٹ واپس دلوا دیے اور حضرت عبدالمطلبؓ انھیں لے کر مکہ آئے اور تمام اونٹوں کو قربانی (۵۹) کے لیے وقف کر دیا اور مکہ والوں کو ہدایت کی کہ شہر خالی کر کے پہاڑوں پر چلے جائیں اور خود خانہ کعبہ میں دعا کی (۶۰) کہ اے اللہ! بندہ اپنے سامان کی حفاظت کرتا ہے، تو بھی اپنے حرمِ پاک کی حفاظت فرما اور ابرہہ اور اس کے خونخوار لشکر سے اپنے پاک گھر کو بچا لے۔ الٰہی! کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کی صلیبیں اور ان کی طاقت کل صبح تیری قوتوں پر غالب آ جائیں۔ اس کے بعد حضرت عبدالمطلبؓ اور شہر کے لوگوں نے سارا شہر خالی کر دیا اور تمام آدمی، عورت مرد، چھوٹے بڑے، بوڑھے بالے، غریب امیر، آقا غلام سب کے سب پہاڑوں کی چوٹیوں پر

چڑھ گئے اور انتظار کرنے لگے کہ اب کیا ہوتا ہے؟ دوسری صبح ابرہہ اپنے لشکر اور تیرہ ہاتھیوں سمیت کعبہ کی طرف چل پڑا۔ ابرہہ کی نیت تھی کہ کعبے کو چاروں طرف سے لوہے کی موٹی زنجیروں سے کسے گا اور زنجیروں کے دوسرے سرے ہاتھیوں کی گردنوں میں لپیٹے گا تو ہاتھی ایک ہی جھٹکے میں دیواریں گرا دیں گے۔(۶۱)

ابرہہ کے ہاتھیوں میں سب سے بڑا' ہیبت ناک اور بڑے ڈیل ڈول کا ہاتھی تھا۔ یہ ہاتھیوں کی فوج کی کمان کر رہا تھا۔ جب حملہ کا وقت آیا تو یہ ہاتھی اپنی جگہ جم گیا۔ بہت مارا پیٹا مگر یہ آگے کی طرف بالکل حرکت نہ کرتا۔ اگر دائیں بائیں اس کا رخ موڑ دیا جاتا تو خوب لپک کر چلتا۔(۶۲) اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے ابابیل جیسے چھوٹے سے پرندے کی فوج بھیجی۔ ہر ابابیل کے پاس تین تین کنکریاں تھیں۔ ایک ان کے منہ میں اور دو دو کنکریاں ان کے پنجوں میں تھیں۔ یہ کنکری جس کے جسم پر پڑتی' وہ زمین پر ڈھیر ہو کر گر پڑتا۔(۶۳) اس طرح یہ سب کے سب ہلاک (۶۴) ہو گئے (۶۵)۔ جب ابرہہ لشکر سمیت ہلاک ہو گیا' برباد ہو گیا اور آخری فتح مکے کے مٹھی بھر نہتے لوگوں کے نام لکھی گئی' حضرت عبدالمطلبؓ جب کوہِ حرا سے اتر آئے تو دو حبشیوں نے حاضر ہو کر ان کے سر کو بوسہ دیا اور کہا "یہ جو کچھ ہوا ہے آپ کو پہلے ہی سے یہ سب معلوم تھا۔"(۶۶)

حضرت عبدالمطلبؓ اور حضورؐ کی ولادت

حضرت عبداللہؓ تو ابرہہ کے حملے سے پہلے ہی انتقال فرما چکے تھے۔ جب حضرت عبدالمطلبؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کی خبر سنائی گئی تو وہ بے حد خوش ہوئے۔ حضرت عبداللہؓ کی وفات سے جو زخم ان کے دل پر آئے تھے' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش سے وہ زخم مرہم بنے (۶۷)۔ غم کی جگہ مسرت نے لے لی۔ حضرت عبدالمطلبؓ نے جگہ جگہ مجلسیں کیں اور گھر گھر جشن کیے گئے (۶۸)۔ حضرت عبدالمطلبؓ کے دوسرے بیٹوں کے گھروں میں بھی نہایت خوشی ہوئی۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قدرتی طور پر حلیہ، خط و خال اور حسنِ خدا داد میں اپنے والدِ گرامی حضرت عبداللہؓ کے حلیے اور حسن کا جواب تھے۔ عالمِ مسرت میں سب کو یہی خیال گزرا کہ مرحوم عبداللہؓ دوبارہ آ گئے ہیں (۶۹)۔ حضرت عبدالمطلبؓ نے سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھا تو فرطِ محبت سے ان کی پیشانی پر بوسہ دیا اور سینے سے لگائے ہوئے بیت اللہ میں پہنچے۔ وہاں تھوڑی دیر تک دعا مانگنے کے بعد گھر چلے آئے۔ (۷۰)

ساتویں دن دھوم دھام سے عقیقہ کیا اور تمام عرب میں غریبوں کو کھانا کھلایا۔ اس موقع پر سب قبائل کے بڑے بڑے سرداروں نے بھی بچے کو دیکھا اور حضرت عبدالمطلبؓ کو مبارک باد دی اور حضرت عبدالمطلبؓ سے بچے کا نام پوچھا تو انہوں نے اپنے پوتے کا نام "محمد" (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) بتایا۔ (۷۱)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کفالت و پرورش

حضرت آمنہؓ کی وفات کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دادا حضرت عبدالمطلبؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پرورش اور نگرانی اپنے ذمہ لے لی (۷۲)۔ جب حضرت امِ ایمنؓ نے ابوا سے واپسی پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو حضرت عبدالمطلبؓ کے حوالے کیا تو انہوں نے آپؐ کو گود میں اٹھا لیا اور انتہائی شفقت اور محبت سے پیش آئے۔ (۷۳) اب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پرورش اور پرداخت کے تمام امور حضرت عبدالمطلبؓ کے ذمہ ہوئے۔ (۷۴) حضرت عبدالمطلبؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بہت زیادہ شفقت اور مہربانی سے پیش آتے اور اپنی اولاد سے زیادہ محبت کرتے۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے۔ (۷۵)

وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پرورش و خدمت اور نگرانی کے لیے نہ صرف خود کوشاں رہتے بلکہ اپنی زندگی میں حضرت ابوطالبؓ اور حضرت امِ ایمنؓ کو بھی

اپنے ساتھ رکھا۔(۷۶)

وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نبوت سے واقف تھے

سیرتِ حلبیہ میں حضرت ابنِ عباس کے حوالے سے لکھا گیا ہے کہ حضرت عبدالمطلبؓ نے احبارو کہان کی زبان سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بارے میں بشارتیں سنیں اور خود بھی خواب اور اشارات دیکھے جن سے ان پر ظاہر ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آخر زمانے کے موعود نبی ہیں۔ (۷۷) ایک بار حضرت عبدالمطلبؓ نے حضرت ام ایمنؓ سے فرمایا کہ میرے بچے سے غافل نہ ہوا کرو کیونکہ اہلِ کتاب خیال کرتے ہیں کہ یہ اس امت کے نبی ہیں۔ (۷۸)

ایک دن حضرت عبدالمطلبؓ کعبے میں تھے کہ نجران کا اسقف (نصارٰی کے دین میں ان کا سردار) حضرت عبدالمطلبؓ کے پاس آیا اور ان سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ ہم آپ میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے نبی کی صفت پاتے ہیں اور وہ اس شہر میں پیدا ہوں گے۔ ان کی ایسی صفات ہوں گی۔ جب اس کے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو لے جایا گیا تو اس نے آپؐ کی چشمانِ مبارک، پشتِ مبارک اور قدم مبارک دیکھ کر کہا کہ یہی ہیں، یہی ہیں۔ اور حضرت عبدالمطلبؓ سے پوچھا کہ یہ آپ کے کیا لگتے ہیں۔ حضرت عبدالمطلبؓ نے فرمایا "یہ میرا بیٹا ہے"۔ اس نے کہا "نہیں میں ان کے باپ کو زندہ نہیں پاتا"۔ اس پر حضرت عبدالمطلبؓ نے فرمایا، ہاں یہ میرا پوتا ہے اور میرا بیٹا اس کی پیدائش سے پہلے وفات پا چکا ہے۔(۷۹)

بارش کی دعا

"اسد الغابہ" میں لکھا ہے حضرت رقیقہؓ بنتِ ابی صیفی بن ہاشم بیان کرتی ہیں کہ قریش قحط میں پھنس گئے اور حالت بہت بگڑ گئی تو ایک رات میں نے خواب میں ایک آواز سنی کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ "اے قریش! نبیؐ آخر الزمان (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) مبعوث ہونے کو ہیں۔ اور تم پر اس نبی کے عہد کا سایہ ہے اور یہ زمانہ اس

کے ستارے کے طلوع کا ہے۔ تم پر بارشوں اور فراوانی کا زمانہ جلدی جلدی آئے گا۔ تم اپنے اس آدمی کو دیکھو جو عالی نسب، جو عظیم القدر اور مضبوط و توانا ہے، جس کا چہرہ کشادہ اور سفید ہے، جس کے بازو لمبے ہیں۔ جس کے رخسار نرم اور جس کی ناک اونچی ہے۔ وہ عظمت کا مالک ہے لیکن اسے چھپائے پھرتا ہے اور وہ ایسا راستہ ہے جس کی طرف لوگ خود بخود آتے ہیں۔ وہ اور اس کا بیٹا اپنے اقران میں ممتاز ہے۔ اس لیے ہر قبیلے سے ایک ایک آدمی اس سے ملاقات کرے۔ خوب پیٹ بھر کے پانی پئیں، خوشبو لگائیں، رکنِ کعبہ یعنی حجرِ اسود کو چومیں، پھر ابو قیس پہاڑ پر چڑھ کر اس آدمی کو بلائیں اور قوم اس کی وجہ سے امان پائے گی اور اس پر تم بارش سے فیض یاب ہو گے"۔ حضرت رقیقہؓ کہتی ہیں کہ ایسا ہی کیا گیا اور آخر حضرت عبدالمطلبؓ نے پہاڑ پر چڑھ کر دعا فرمائی۔ اس موقع پر ان کے ساتھ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی تشریف فرما تھے۔ ابھی دعا ختم بھی نہ ہوئی تھی کہ وادیوں میں سیلاب آگیا (۸۰)۔ اس موقع پر حضرت رقیقہ نے حضرت عبدالمطلبؓ کی شان میں اشعار کہے۔(۸۱)

حضورؐ کی پرورش کے لیے ابوطالبؓ کا انتخاب

حضرت عبدالمطلبؓ نے اپنے آخری ایام میں ایک دن اپنے بیٹے حضرت ابوطالبؓ کو بلا کر فرمایا "تم جانتے ہو کہ مجھے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کتنی محبت ہے۔ میں نے اسے ہمیشہ پیار سے پرورش کی ہے۔ اب دیکھنا ہے کہ تم میرے حقوق کی کس طرح حفاظت رکھتے ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کس طرح خیال رکھتے ہو۔" حضرت ابوطالبؓ نے اپنی خدمت گزاری کا یقین دلاتے ہوئے حضرت عبدالمطلبؓ سے کہا "اے والدِ محترم! مجھے وصیت کرنے کی ضرورت نہیں۔ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) میرے بیٹے ہیں۔ میرے بھائی عبداللہؓ کے فرزند ہیں" (۸۲)۔ حضرت عبدالمطلبؓ نے وقتِ مرگ حضرت ابوطالبؓ کو وصیت فرمائی کہ حضورِ اکرم

صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے ہمیشہ شفقت اور مہربانی سے پیش آنا (۸۳) اور بے انتہا حفاظت کرنا (۸۴)۔

اگر حضرت ابوطالبؑ ہمارے سیرت نگاروں کے خیال کے مطابق غریب تھے تو آخر حضرت عبدالمطلبؑ جیسے جہاندیدہ بزرگ نے اپنے غریب بیٹے کو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی پرورش اور حفاظت کے لیے ہی کیوں چنا۔ اس کے لیے دیکھیے باب "سیرت نگاروں کی بے احتیاطیاں"۔

ان کی بیٹیوں کے مرثیے

جب حضرت عبدالمطلبؑ کا وقتِ آخر آیا تو انہوں نے اپنی بیٹیوں کو بلایا اور کہا کہ میرے لیے روؤ، نوحہ کرو اور ماتم کرو تاکہ میں سن سکوں۔(۸۵) یعنی جو گریہ و زاری میرے مرنے کے بعد کرنی ہے، وہ میرے سامنے کرو تاکہ مجھے معلوم ہو کہ تم میری کون سے صفات بیان کرتی ہو۔ ابنِ ہشام لکھتے ہیں کہ علما شعر میں سے کوئی بھی ان اشعار سے واقف نہیں سوائے محمد بن سعید بن المسیب کے، جنھوں نے اس کی روایت کی اور اسی طرح لکھ دیا۔ حضرت صفیہؓ کے گیارہ اشعار ہیں جن میں انہوں نے باپ کے فضائل میں ان کی سخاوت اور بلند مرتبے کے ذکر کے علاوہ کہا ہے کہ جنگ میں بہادری سے لڑنے والے، بندگانِ خدا میں نمایاں فضیلت والے، قحط سالی میں لوگوں کے فریاد رس، سرداروں اور خادموں پر فضل و انعام کرنے والے، دوسروں کے بوجھ اٹھانے والے، بڑے علم والے کہا ہے۔

دوسری بیٹی برّہ نے اپنے اشعار میں باپ کی دوسری فضیلتوں کے علاوہ بہت خوبیوں والے سخی، مالدار کہا ہے۔

عاتکہ بنتِ عبدالمطلبؑ کے آٹھ اشعار ہیں اور ام حکیم بیضا کے نو اشعار ہیں۔ جن میں انہوں نے حضرت عبدالمطلبؑ کو نیک سیرت، صلہ رحمی کرنے والے، سخت آفت میں خوف دور کرنے والے اور مشکلات کا مقابلہ کرنے والا کہا ہے۔

امیمہ بنت عبدالمطلبؓ کے سات اشعار درج ہیں جن میں دیگر خوبیوں کے علاوہ کہا ہے کہ جب آسمان گرج کے باوجود بخل کرتا ہے تو اس وقت بھی ان کا گھر مہمانوں کو جمع کرتا ہے۔ اور یہ کہ انہوں نے اپنی کم سنی ہی سے خوبیوں کی بہترین صفتیں حاصل کرلی تھیں اور اس میں برابر ترقی کی۔

اروی بنت عبدالمطلبؓ کے دس اشعار ہیں جن میں ظلم کو برداشت نہ کرنے والے، جھگڑوں میں بنی مالک اور بنی فہر کے جھگڑوں میں فیصلہ کرنے والا کہا ہے۔(۸۶) ان کی سخاوت کا ذکر تمام بیٹیوں نے کیا ہے۔

حضرت عبدالمطلبؓ کی وفات

حضرت عبدالمطلبؓ نے کس عمر میں وفات پائی۔ اس بارے میں صحیح معلومات نہیں ملتیں۔ (۸۷) بہرحال حضرت عبدالمطلبؓ کو "حجون" میں دفن کیا گیا۔ (۸۸)

حجون مکہ کی بلندی پر ایک پہاڑی ہے اس میں اہلِ مکہ کا قبرستان ہے جس میں حضرت عبدالمطلبؓ کو دفن کیا گیا۔(۸۹) اسی قبرستان میں ان کے دادا قصی کی قبر بھی تھی۔ (۹۰) حضرت عبدالمطلبؓ کی وفات (۹۱) کے کئی روز تک سوگ میں مکہ مکرمہ کا بازار بند رہا اور اس موقع پر "لوگوں نے بہت زیادہ گریہ کیا کہ اس میں سے بعض اس قدر روئے کہ حضرت عبدالمطلبؓ کے بعد کسی کے فوت ہونے پر نہیں روئے"۔(۹۲)

ان کی وفات کے وقت حضورؐ کی عمر

ایک بار حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کیا آپؐ کو اپنے دادا کی وفات یاد ہے؟ فرمایا، اس وقت میں آٹھ سال کا تھا۔ حضرت امِ ایمنؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت عبدالمطلبؓ کے جنازے کے پیچھے فرطِ غم سے روتے ہوئے جا رہے تھے۔ (۹۳)

حضرت عبدالمطلبؓ کی حضورؐ سے محبت

حضرت عبدالمطلبؓ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بیٹوں سے زیادہ چاہتے تھے۔ ہزار جان سے آپؐ پر عاشق تھے۔(۹۴) انھوں نے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھتے ہی پیش گوئی کردی تھی کہ میرا یہ بیٹا ایک شاندار ہستی ہو گا (۹۵)۔ حضرت عبدالمطلبؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ اس طرح پیش نہیں آتے تھے جیسے وہ عام بچوں سے پیش آتے تھے بلکہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عزت و احترام کرتے۔(۹۶) حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے علاوہ تمام گھر والوں میں حضرت عبدالمطلبؓ کے اتنا قریب ترین اور عزیز ترین کوئی اور نہ تھا۔ حضرت عبدالمطلبؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ہر وقت خلوت و جلوت میں اپنے پاس رکھا کرتے اور ساتھ سلایا کرتے تھے۔(۹۷)

حضرت عبدالمطلبؓ کے لیے کعبہ کے سایہ میں فرش بچھایا جاتا تھا اور اس پر ان کے بیٹے بھی تعظیم کے خیال سے بیٹھتے مگر حضور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب بھی تشریف لاتے تو اسی پر بیٹھتے۔ اگر کوئی چچا آپؐ کو وہاں سے ہٹانا چاہتا تو حضرت عبدالمطلبؓ فرماتے' میرے بیٹے کو یہیں رہنے دو۔ میرے اس بیٹے کی بڑی شان ہے۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ہر وقت اپنے ساتھ رکھتے تھے' اپنے قریب بٹھاتے تھے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا دل چاہتا' ان کے پاس چلے جاتے۔ چاہے وہ تنہائی میں ہوں یا سوئے ہوئے ہوں۔ حالانکہ ان کی دوسری اولاد ان کی ہیبت کی وجہ سے یہ جرأت نہ کر سکتی تھی۔ حضرت عبدالمطلبؓ اس وقت تک کھانا نہیں کھاتے تھے جب تک آپؐ اس میں شریک نہ ہوں اور کبھی کبھی کھانے کے وقت آپؐ کو گود میں بٹھا لیتے تھے۔ (۹۹)

حضرت عبدالمطلبؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنے ساتھ "دارالندوہ" لے جایا کرتے تھے۔ حالانکہ وہاں چالیس سال سے کم عمر لوگوں کا داخلہ بند تھا مگر وہاں بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نمایاں حیثیت رہتی تھی۔(۱۰۰)

حضورؐ کی دادا سے محبت

حضرت آمنہؓ کے بعد آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے مہربان دادا کی کفالت و پرورش میں تقریباً دو سال رہے۔(۱۰۱) اور جب حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عمر مبارک آٹھ سال ہوئی تو دادا کی وفات ہو گئی۔(۱۰۲) دادا کی محبت حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کبھی فراموش نہ کر سکے۔ جب دادا فوت ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان کے جنازے کے پیچھے روتے ہوئے جا رہے تھے۔(۱۰۳)

ابنِ سعد اور حافظ سخاوی لکھتے ہیں کہ حضرت ام ایمنؓ فرماتی ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دادا محترم عبدالمطلبؓ فوت ہو رہے تھے تو اس موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرطِ غم سے ان کے سرہانے کھڑے رو رہے تھے۔(۱۰۴)

غزوۂ حنین کے موقع پر شدید بھگدڑ کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا رخ کفار کی طرف تھا اور آپؐ پیش قدمی کے لیے اپنے خچر کو ایڑ لگا رہے تھے اور فرما رہے تھے۔

☆ میں نبی ہوں اور اس میں کچھ جھوٹ نہیں۔ میں حضرت عبدالمطلبؓ کا بیٹا ہوں۔(۱۰۵) یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دو چیزوں کو اپنے لیے قابل فخر فرمایا، نبی ہونے اور حضرت عبدالمطلبؓ کے بیٹا ہونے کو۔

حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ میرے جدِ امجد حضرت عبدالمطلبؓ کو بادشاہوں اور اشراف کے گروہ میں سے اٹھایا جائے گا۔(۱۰۶)

حضرت عبدالمطلبؓ کی اولاد

حضرت عبدالمطلبؓ کی چھ بیویاں تھیں۔ ان میں ۱۔ فاطمہ بنت عمرو بن عائذ ۲۔ حضرت ہالہؓ ۳۔ نتیلہ بنت جناب ۴۔ لبنیٰ بنت ہاجران ۵۔ صفیہ بنت جندب ۶۔ ممنعہ بنت عمرو شامل ہیں۔(۱۰۷) حضرت عبدالمطلبؓ کی چھ بیٹیاں تھیں۔ عاتکہ، امیمہ،

بیضایہ ام حکیم، برہ صفیہ اور اروی شامل ہیں۔(۱۰۸) حضرت عبدالمطلبؓ کے بیٹوں کے متعلق سیرت نگار لکھتے ہیں کہ دس تھے۔ مگر جو نام لکھتے ہیں وہ دس سے زیادہ ہوتے ہیں۔ ابنِ ہشام نے حضرت عبداللہؓ سمیت دس بیٹے لکھا ہے۔ کچھ نے حضرت عبداللہؓ کے علاوہ دس بیٹے لکھا ہے۔ سیرۃ ابنِ ہشام میں دس بیٹوں کے نام یہ لکھے ہیں۔ حضرت حمزہؓ عباسؓ ابوطالبؓ ابولہب، زبیرؓ مقوم، ضرار، مغیرہ، عبداللہؓ حارث، اور ابن اثیر نے اس پر عبدالکعب، قثم اور الغیداق کا اضافہ کیا ہے۔ ابنِ ہشام کہتے ہیں کہ حجل کو کثرت مال اور کثرت خیرات کی وجہ سے الغیداق بھی کہتے ہیں لیکن ابنِ اثیر لکھتے ہیں کہ حجل کی والدہ ہالہؓ ہیں اور الغیداق کی والدہ ممتعہ بنت عمرو ہیں۔ ابنِ قیم لکھتے ہیں کہ الغیداق کا نام مصعب یا نوفل تھا۔(۱۰۹)

حواشی

- ۱۔ منصور پوری۔ رحمت للعالمین۔ جلد دوم۔ ص ۷۰
- ۲۔ سوانح عبدالمطلبؓ۔ ص ۲،۱
- ۳۔ منصور پوری۔ رحمت للعالمینؐ۔ جلد دوم۔ ص ۷۰
- ۴۔ معارج النبوت۔ جلد اول۔ ص ۷۶
- ۵۔ سوانح عبدالمطلبؓ۔ ص ۱
- ۶۔ شیخ محمد رضا۔ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۱۹
- ۷۔ شجرۂ رسول مقبولؐ۔ ص ۱۳-۲۵
- ۸۔ نور البصر فی سیرۃ خیر البشرؐ۔ ص ۴۲
- ۹۔ منصور پوری۔ رحمت للعالمینؐ۔ جلد دوم۔ ص ۷۰
- ۱۰۔ معارج النبوت۔ جلد اول۔ ص ۷۸
- ۱۰ الف۔ شرف النبیؐ۔ ص ۲۳
- ۱۰ب۔ شیخ محمد رضا۔ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۱۹

○ ۱۱۔ حیاتِ رسالتمآبؐ۔ ص ۶۱

رحیم دہلوی حضرت عبدالمطلبؓ کا حلیہ یوں بیان کرتے ہیں۔

"یہ بلند و بالا قد، بھاری بھرکم جسم، گورے چٹے، دونوں بھوئیں ایک دوسرے سے پیوست، لمبی پلکیں، گھونگرالے بال اور ستواں ناک تھی اور کلے بہت بھرے بھرے نہ تھے"(سوانح عبدالمطلبؓ۔ ص ۲)

○ ۱۲۔ ضیائے حرم (ماہنامہ) لاہور۔ میلاد النبیؐ نمبر۔ ص ۹۲

○ ۱۳۔ سوانح عبدالمطلبؓ۔ ص ۳

○ ۱۴۔ اسد الغابہ۔ جلد اول۔ ص ۱۷

○ ۱۵۔ حیاتِ رسالتمآبؐ۔ ص ۹۳

○ ۱۶۔ سیرتِ سید الشہداء حضرت حمزہؓ۔ ص ۱۲

○ ۱۷۔ ابراہیم سیالکوٹی۔ سیرت المصطفیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۲۴، ۲۵

○ ۱۸۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۹۲، ۹۳

○ ۱۹۔ شیخ محمد رضا۔ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۲۰

○ ۲۰۔ ابراہیم سیالکوٹی۔ سیرت المصطفیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۹۲، ۹۳

○ ۲۱۔ انوارِ محمدیہؐ۔ ص ۳۱/ سیرتِ رسولِؐ عربی۔ ص ۳۵، ۳۶

○ ۲۲۔ انھیں پرندوں سے فیاضی پر "مطعم طیر السما" کے لقب سے پکارا جاتا (منصور پوری۔ رحمت للعالمینؐ۔ جلد دوم۔ ص ۷۰)

○ ۲۳۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۷۹

○ ۲۳ الف۔ سوانح عبدالمطلبؓ۔ ص ۳۶، ۳۷

○ ۲۴۔ ابنِ ہشام۔ سیرت النبیؐ کامل۔ جلد اول۔ ص ۱۷۰

○ ۲۵۔ حیاتِ محمدؐ۔ ص ۱۳۶

○ ۲۶۔ مختصر سیرۃ الرسولؐ۔ ص ۳۵، ۳۶

○ ۲۷۔ منصور پوری۔ رحمت للعالمینؐ۔ جلد دوم۔ ص ۷۰

○ ۲۸۔ تاج دارِ دو عالمؐ کے والدین۔ ص ۳۳، ۳۴

○ ۲۹۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۹۷

○ ۳۰۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۲۴۳

○ ۳۱۔ عبدِ مناف کے چار بیٹے تھے۔ ہاشم، عبد شمس، مطلب اور نوفل (محمد رحیم دہلوی۔ شجرۂ رسول مقبولؐ۔ ص ۵۶)

اور ہاشم کی وفات کے بعد ان کے بھائی مطلب نے ہاشم کے بیٹے شیبہ کی پرورش کی۔ مطلب کی نسبت سے شیبہ عبدالمطلبؓ کہلائے۔ مطلب عبد شمس سے چھوٹے تھے (ہیکل۔ حیاتِ محمدؐ۔ ص ۱۰۸، ۱۰۹)

ابراہیم سیالکوٹی کا یہ بیان غلط ہے کہ ہاشم کے باپ مطلب تھے۔ حالانکہ ہاشم عبد مناف کے بیٹے اور مطلب کے بھائی تھے۔ دوسری بات یہ کہ ہاشم کی وفات کے بعد عبد شمس نے نہیں بلکہ مطلب نے شیبہ کی پرورش کی تھی۔

○ ۳۲۔ مختصر سیرۃ رسولؐ۔ ص ۳۶

○ ۳۳۔ ہاشم کے کل چار بیٹے اور پانچ بیٹیاں تھیں، جن کے نام یہ ہیں۔ لڑکوں میں اسد، ابو صیفی، نضلہ، عبدالمطلبؓ اور لڑکیوں میں شفا، خالدہ، ضعیفہ، رقیہ اور جنتہ شامل ہیں۔ (الرحیق المختوم۔ ص ۹۳)

حضرت رقیقہ بنتِ ابی صیفی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد محترم حضرت عبداللہؓ کی حقیقی چچا زاد بہن تھیں۔ انھوں نے طویل عمر پائی اور اعلانِ نبوت کے وقت یہ بہت بوڑھی ہو چکی تھیں۔ انھوں نے اسلام قبول کیا۔ یہ کہا کرتی تھیں کہ یوں لگتا ہے کہ میں اپنے چچا شیبہ (عبدالمطلبؓ) کو دیکھ رہی ہوں۔ جب ان کو مطلب بن عبدِ مناف ہمارے پاس لے کر آئے تھے۔ اس وقت میں بچی تھی، سب سے پہلے میں ہی دوڑ کر ان کے پاس گئی اور انھیں چمٹ گئی اور ان کے آنے کی گھر میں خبر کی۔ (تذکارِ صحابیات۔ ص ۱۵۲)

○ ۳۴۔ حیاتِ محمدؐ۔ ص ۱۰۹

○ ۳۵۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۷۷، ۷۸

○ ۳۶۔ حضرت عبدالمطلبؓ نے چھ شادیاں کیں اور ان سے بیویوں سے اولاد ہوئی۔ (۱) صفیہ۔ ان سے صرف حارث پیدا ہوئے۔ (۲) فاطمہ۔ ان سے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے والدِ ماجد حضرت عبداللہؓ اور ان کے علاوہ حضرت زبیرؓ اور حضرت ابوطالبؓ پیدا ہوئے۔ لڑکیوں میں بیضا، امیمہ، اروی، برہ اور عاتکہ شامل تھیں۔ (۳) لبنیٰ۔ ان سے صرف ایک لڑکا پیدا ہوا اور وہ ابولہب تھا۔ (۴) ہالہؓ۔ ان کے ہاں مقوم، مغیرہ اور حضرت حمزہؓ اور ایک لڑکی صفیہؓ پیدا ہوئیں۔ (۵) نتیلہ۔ ان کے ہاں ضرار، قثم اور حضرت عباس پیدا ہوئے۔ (۶) ممنعہ۔ ان کے ہاں غیداق پیدا ہوئے۔ (رحیم دہلوی۔ سوانحِ عبدالمطلبؓ۔ ص ۸۹)

○ ۳۷۔ انوارِ محمدیہ۔ ص ۳۳

○ ۳۸۔ شرف النبیؐ۔ ص ۳۱

○ ۳۹۔ آبِ زم زم کی کھدائی کے وقت حضرت عبدالمطلبؓ کے بیٹے حارث کے علاوہ کوئی بھی شریک نہ ہوا مگر جب کھدائی پر مضاص بن عمرو کے دفن کیے ہوئے سونے کے ہرن، مضاص کی طلائی شمشیریں اور دوسرا زرو مال نکلا تو سب قریش اپنا اپنا حصہ لینے کے لیے دوڑے آئے اور بقیہ کھدائی کے لیے بھی آمادہ ہو گئے مگر حضرت عبدالمطلبؓ ان سے متفق نہ ہوئے۔ (حیاتِ محمدؐ۔ ص ۱۰۹، ۱۱۰)

○ ۴۰۔ منصور پوری۔ رحمت للعالمینؐ۔ جلد دوم۔ ص ۷۰

○ ۴۱۔ تواریخ حبیبِ الٰہ۔ ص ۱۱

○ ۴۲۔ **حضرت عبداللہؓ بن عبدالمطلبؓ**

حضرت عبداللہؓ بن عبدالمطلبؓ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے والد محترم تھے۔ ان کے اصل نام عبدالدار تھے مگر اونٹوں کے فدیہ کے بعد یہ عبداللہؓ کے نام سے مشہور ہوئے۔ یہ اپنے باپ کے بڑے چہیتے، حسین، حلیم الطبع، فیاض اور پاکباز تھے (سیرتِ احمدِ مجتبیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۵۶، ۵۵) حضرت عبداللہؓ جوں جوں جوان

ہوتے جاتے تھے، حسین تر ہوتے جاتے (عبدالصمد صارم۔ محمد رسولؐ اللہ۔ ص ۱۳)
حضرت عبداللہؓ خوبصورت ہونے کے ساتھ ساتھ نیک سیرت بھی تھے۔ "قریشی نوجوانوں میں ان کا کوئی جواب نہیں تھا۔ نسب کی بلندی، صورت کی خوبی، طبیعت کی سنجیدگی و شرافت، مزاج کی متانت اور کیریکٹر کی طہارت کی وجہ سے کئی گھروں میں ان کو دامادی میں لینے کی آرزو تھی۔ رستہ گزرتے تو لوگوں کی آنکھیں تکتی کی تکتی رہ جاتیں، ان کی پیشانی میں نور تھا جو دیکھنے والوں کے دل کو آنکھ کے راستے کھینچ لیتا تھا۔" (ابراہیم سیالکوٹی۔ سیرت المصطفٰیؐ۔ جلد اول۔ ص ۲۴)

"روضۃ الاحباب" سے منقول ہے کہ ایک دن حضرت عبداللہؓ نے عبدالمطلبؓ سے کہا کہ جب میں جنگل کی طرف جاتا ہوں، ایک نور میری پشت سے نکل کر دو حصوں میں بٹ جاتا ہے۔ ایک حصہ مشرق اور دوسرا مغرب کی طرف چلا جاتا ہے۔ پھر تھوڑی دیر میں بادل کی صورت میں آ کر مجھ پر سایہ کرتا ہے۔ پھر آسمان کے دروازے کھل جاتا ہیں اور وہ بادل آسمان کی طرف چلا جاتا ہے۔ جب میں زمین پر بیٹھتا ہوں تو زمین سے آواز آتی ہے کہ حاملِ نورِ محمدیؐ، تجھ پر سلام اور جب کسی سوکھے درخت کے پاس جاتا ہوں تو وہ اسی وقت سرسبز ہو جاتا ہے اور مجھ پر سایہ کرتا ہے۔ حضرت عبدالمطلبؓ نے حضرت عبداللہؓ کو مبارک دیتے ہوئے کہا کہ تجھ سے پیغمبروں کا سردار پیدا ہو گا۔ (جنات النعیم فی ذکر نبی الکریمؐ۔ ص ۲۱، ۲۲)

حضرت عبدالمطلبؓ نے زم زم کی کھدائی کے وقت منت مانی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں دس بیٹے عطا فرمائے تو وہ ان میں سے ایک بیٹے کی قربانی دیں گے۔ (تواریخ حبیبِ الٰہ۔ ص ۱۱) جب وہ اپنی قسم کے مطابق حضرت عبداللہؓ کو ذبح کرنے لگے تو ان کے ماموؤں اور دوسرے لوگوں کی مداخلت کی وجہ سے فیصلہ ہوا کہ کاہنوں سے پوچھ کر نذر پوری کی جائے۔ آخر کار کاہنوں سے پوچھ کر حضرت عبداللہؓ اور اونٹوں کے درمیان قرعہ ڈالا گیا۔ آخر سو اونٹ قربان کرنے کا قرعہ نکلا اور اس طرح کعبہ کے سامنے سو اونٹ ذبح کیے گئے اور اس دن حضرت عبداللہؓ کو ذبیح کے نام سے پکارا

جانے لگا۔ (شرف النبیؐ۔ ص ۱۱۴، ۱۱۵) حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں۔ ان دو میں سے ایک حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہیں اور دوسرے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے والدِ گرامی حضرت عبداللہؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (تواریخ حبیبِ الٰہ۔ ص ۱۲) نقوش۔ جلد ۱۱ میں سیرۃ ابنِ اسحاق کے حوالے سے حضرت عبداللہؓ کی قربانی کے موقع پر حضرت عبدالمطلبؓ، حضرت ابوطالبؓ کے اشعار کے علاوہ حضرت آمنہؓ کے حوالے سے بھی ایک شعر درج ہے۔ (نقوش۔ جلد ۱۱۔ ص ۳۲)

حضرت عبداللہؓ کے زمانے میں علماءِ شام اور احبار میں سے کوئی ایسا شخص نہ تھا جسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیدائش کی علامات سے واقفیت نہ ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے پاس سفید ریشم کا ایک جبہ تھا، جس پر حضرت یحییٰ علیہ السلام کے خون کے چھینٹے پڑے ہوئے تھے۔ انھوں نے اپنی کتابوں میں پڑھا تھا کہ جس دن خون کے یہ دھبے مٹ جائیں گے، اس دن حضرت عبداللہؓ پیدا ہوں گے۔ (شرف النبیؐ۔ ص ۳۱، ۳۲)۔ "مدارج النبوت" میں لکھا ہے کہ وہ حضرت عبداللہؓ کو ہلاک کرنے کے ارادے سے مکہ آنے لگے مگر یہاں انھوں نے عجیب و غریب آثار و قرائن کا مشاہدہ کیا اور ناکام لوٹ گئے۔ ایک دن حضرت عبداللہؓ شکار کی غرض سے جا رہے تھے کہ ایک گروہ ملک شام کی طرف آیا تھا، تلوار اٹھا کر حضرت عبداللہؓ کے قتل کے ارادے سے قریب آئے کہ یکایک غیب سے چند سوار ظاہر ہوئے اور وہ حضرت عبداللہؓ پر حملہ آور گروہ کو حضرت عبداللہؓ کے سامنے سے ہٹانے لگے۔ اس واقعہ کو حضرت آمنہؓ کے والد حضرت وہب بن عبدِ مناف بھی دیکھ رہے تھے کیونکہ اس وقت وہ اس جنگل میں موجود تھے۔ انھوں نے پہلے اس واقعے کے ذکر اپنے گھر والوں سے کیا اور کہا کہ چاہتے ہیں کہ اپنی بیٹی کی شادی حضرت عبداللہؓ سے کر دیں اور دوسری طرف حضرت عبدالمطلبؓ بھی یہی چاہتے تھے کیونکہ حضرت آمنہؓ بنت وہب شرف، حسب و نسب اور عفت میں ممتاز تھیں۔ اس طرح حضرت عبداللہؓ اور حضرت آمنہؓ کی شادی کر دی گئی۔ (مدارج النبوت۔ ص ۱۹، ۲۰) حضرت عبداللہؓ شادی کے کچھ

عرصہ کے بعد تجارت کی غرض سے ملکِ شام کی طرف گئے اور کچھ عرصہ غزہ یعنی فلسطین میں رہنے کے بعد واپس لوٹتے ہوئے مدینہ میں اپنے ننھیال میں ٹھہرے۔(حیاتِ محمدؐ۔ ص ۱۲۰) اور چند روز کے بعد وہیں فوت ہو گئے۔(حبیبِؐ خدا۔ ص ۵۹/ شیخ محمد رضا۔ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۲۴/ نعیم صدیقی۔ سیدِ انسانیت۔ ص ۱۷) دارالنابغہ میں دفن کیے گئے۔(ابراہیم سیالکوٹی۔ سیرت المصطفیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۱۱۲/ حبیبِؐ خدا۔ ص ۵۹/ شیخ محمد رضا۔ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۲۴)

چودہ سو سال کے بعد حضرت عبداللہؓ کے جسدِ مبارک کے متعلق نوائے وقت کراچی میں یہ خبر شائع ہوئی۔

"یہاں پہنچنے والی ایک اطلاع کے مطابق مدینہ میں مسجدِ نبویؐ کی توسیع کے سلسلے میں کی جانے والی کھدائی کے دوران آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے والد حضرت عبداللہؓ بن عبدالمطلبؓ کا جسدِ مبارک جس کو دفن ہوئے چودہ سو سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے' بالکل صحیح و سالم حالت میں برآمد ہوا۔ علاوہ ازیں صحابیؓ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) حضرت مالک بن سونائی کے علاوہ دیگر چھ صحابہؓ کرام کے جسدِ مبارک بھی اصل حالت میں پائے گئے جنھیں جنت البقیع میں نہایت عزت و احترام کے ساتھ دفنا دیا گیا۔ جن لوگوں نے یہ منظر دیکھا۔ ان کا کہنا ہے کہ مذکورہ صحابہؓ کے جسم نہایت تروتازہ اور اصلی حالت میں تھے"(روزنامہ نوائے وقت کراچی۔ ۲۱ جنوری ۱۹۷۸ء/ نور الحبیب۔ ربیع الثانی ۱۳۹۸ھ مارچ ۱۹۷۸ء۔ ص ۳۴)

اس واقعہ پر صائم چشتی کا قطعہ ملاحظہ فرمایئے۔

رسولؐ پاک کے والد معظم ہیں مکرم ہیں
سراپا معنیٔ توحیدِ حق ہے اسمِ عبداللہؓ
فزوں تر اس سے مومن کی نشانی اور کیا ہو گی
تروتازہ شگفتہ آج بھی ہے جسمِ عبداللہؓ

(والدینِ مصطفیٰؐ۔ (تصنیف جلال الدین سیوطی) مترجم صائم چشتی۔ ص ۹)

○ ۴۳۔ اثر فاضلی۔ تاجدارِ حرم۔ ص ۴۳٬۴۴

○ ۴۴۔ الخصائص الکبریٰ۔ جلد اول۔ ص ۹۱٬۹۲

○ ۴۵۔ منصور پوری۔ رحمت للعالمینؐ۔ جلد دوم۔ ص ۹۱

○ ۴۶۔ شرف النبیؐ۔ ص ۱۱۴٬۱۱۵

○ ۴۷۔ نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۱۱۔ ص ۲۲۔۳۲

○ ۴۸۔ اپنی زندگی تک حضرت عبدالمطلبؓ حاجیوں کی خدمت کرتے رہے۔ ان کے انتقال کے بعد سقایت کے عہدہ حضرت ابوطالبؓ اور ان کے بعد حضرت عباسؓ کے پاس رہا۔(سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۱۰۶٬۱۰۷)

○ ۴۹۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۱۰۶

○ ۵۰۔ رحیم دہلوی۔ سوانحِ عبدالمطلبؓ۔ ص ۵۰٬۵۱

○ ۵۱۔ نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۱۱۔ ص ۵۶

○ ۵۲۔ ہیکل لکھتے ہیں کہ ابرہہ حضرت عبدالمطلبؓ کے ایک سو اونٹ لے گیا تھا۔(حیاتِ محمدؐ۔ ص ۱۱۲)

کچھ سیرت نگار دو سو اونٹوں کا ذکر کرتے ہیں۔(نبی رحمتؐ۔ ص ۸۳/ مفتی محمد شفیع۔ سیرۃِ رسولِ اکرمؐ۔ ص ۳۲/ الوفا۔ ص ۱۱۹/ محمد میاں۔ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۸۹) کچھ چار سو اونٹوں کا تذکرہ کرتے ہیں۔(سیرتِ محمدیہؐ۔ جلد اول۔ ص ۱۳۲/ انوارِ محمدیہؐ۔ ص ۳۱/ شرف النبیؐ۔ ص ۲۴)

○ ۵۳۔ مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۱۰

○ ۵۴۔ شرف النبیؐ۔ ص ۲۴

○ ۵۵۔ نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۱۱۔ ص ۵۷

○ ۵۶۔ سوانحِ عبدالمطلبؓ۔ ص ۲۱۷

○ ۵۷۔ نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۱۱۔ ص ۵۷

○ ۵۸۔ الوفا۔ ص ۱۱۹

○ ۵۹۔ حضرت عبدالمطلبؓ نے ان اونٹوں پر نشان لگا کر سب کو قربانی کے لیے مخصوص کر دیا اور حرم میں چھوڑ دیا کہ اب کوئی انھیں پکڑ لے گا تو اللہ کے عذاب میں گرفتار ہو گا۔(سوانحِ عبدالمطلبؓ۔ ص ۶۳)

○ ۶۰۔ محمد میاں۔ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۹۰

○ ۶۱۔ سوانحِ عبدالمطلبؓ ص ۶۳،۶۴

○ ۶۲۔ محمد میاں۔ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۹۱

○ ۶۳۔ مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۱۰

○ ۶۴۔ "معارج النبوت" میں لکھا ہے کہ "جب ابرہہ کے لشکریوں کی لاشوں سے تعفن اٹھنے لگا اور یہ بدبو ناقابل برداشت ہو گئی تو پھر عبدالمطلبؓ نے درِ کعبہ پر آ کر نہایت الحاح و زاری کے ساتھ بارگاہِ الٰہی میں اس مصیبت سے نجات حاصل کرنے کے لیے دعا کی۔ ان کی دعا مستجاب ہوئی اور ایک سیلاب آیا جو ان لاشوں کو بہا کر لے گیا اور سرزمینِ مکہ ان کے ناپاک وجود سے پاک ہو گئی" (معارج النبوت۔ جلد اول۔ ص ۳۳-۷)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ میں نے ابرہہ لشکر کے فیل بان اور چرکٹے کو مکہ شریف میں دیکھا۔ دونوں اندھے ہو گئے تھے اور چلنے پھرنے سے معذور تھے اور بھیک مانگا کرتے تھے۔(رحیم دہلوی۔ سوانحِ عبدالمطلبؓ۔ ص ۷۳)

○ ۶۵۔ الخصائص الکبریٰ۔ جلد اول۔ ص ۸۹

○ ۶۶۔ سوانحِ عبدالمطلبؓ۔ ص ۶۷

○ ۶۷۔ ابراہیم سیالکوٹی۔ سیرت المصطفیٰؐ جلد اول۔ ص ۱۱۳

○ ۶۸۔ جی سنگھ دار۔ رسولِؐ عربی۔ ص ۲۸

○ ۶۹۔ ابراہیم سیالکوٹی۔ سیرت المصطفیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۱۱۳

○ ۷۰۔ حضرت محمدؐ ولادت سے نزولِ وحی تک۔ حصہ اول۔ ص ۴۵

○ ۷۱۔ سید قاسم محمود۔ اسلامی انسائیکلو پیڈیا۔ ص ۴۱

○ ۷۲۔ منصور پوری۔ رحمت للعالمینؐ۔ جلد اول۔ ص ۴۱/ النبی الاطہر۔ ص ۵۳
○ ۷۳۔ رسالتمآبؐ۔ ص ۲۳
○ ۷۴۔ اسوۃ الرسولؐ۔ جلد دوم۔ ص ۳۰
○ ۷۵۔ مختصر سیرۃ الرسولؐ۔ ص ۳۵
○ ۷۶۔ السیرۃ الحلبیہ فی سیرۃ الامین المامون (عربی)۔ جلد اول۔ ص ۱۸۰
○ ۷۷۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۲۰۶
○ ۷۸۔ سیرتِ حلبیہ۔ جلد اول۔ ص ۱۸۰/ رسالتمآبؐ۔ ص ۲۴
○ ۷۹۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۲۰۶
○ ۸۰۔ اسد الغابہ۔ جلد ۱۰۔ ص ۱۰۹، ۱۱۰
○ ۸۱۔ ایضاً۔ ص ۱۱۰، ۱۱۱
○ ۸۲۔ شرف النبیؐ۔ ص ۵۱
○ ۸۳۔ ساجد الرحمٰن۔ سیرتِ رسولؐ۔ ص ۱۰
○ ۸۴۔ رسالتمآبؐ۔ ص ۲۵
○ ۸۵۔ شرف النبیؐ۔ ص ۱۹۸
○ ۸۶۔ سیرتِ ابنِ ہشام۔ جلد اول۔ ص ۱۹۰۔۱۹۶
○ ۸۷۔ ہیکل لکھتے ہیں کہ حضرت عبدالمطلبؓ اپنی وفات کے وقت ۸۰ برس کے تھے۔ (حیاتِ محمدؐ۔ ص ۱۲۵) سلمان منصور پوری ان کی عمر ۸۲ سال بتاتے ہیں۔ (سلمان منصور پوری۔ رحمت للعالمینؐ۔ جلد اول۔ ص ۴۱)

حفظ الرحمٰن سیوہاروی لکھتے ہیں کہ اس وقت ان کی عمر ایک سو چالیس یا ایک سو دس سال تھی۔ (نور البصر فی سیرۃ خیر البشر۔ ص ۴۲) "سیرتِ دحلانیہ" میں لکھا ہے کہ عمر ایک سو چالیس یا ایک سو دس سال یا اس سے کم تھی (سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۲۴۱)

مفتی عزیز الرحمٰن لکھتے ہیں کہ حضرت عبدالمطلبؓ کی عمر ایک سو بیس سال یا

۸۲ سال تھی۔(رسالتمآبؐ۔ ص ۲۵)

"انوارِ محمدیہ" میں لکھا ہے کہ ایک سو دس سال اور ایک روایت کے مطابق ایک سو چالیس سال عمر تھی۔(انوارِ محمدیہ۔ ص ۵۲)

محمد ادریس کاندھلوی لکھتے ہیں کہ حضرت عبدالمطلبؓ نے علیٰ اختلاف الاقوال بیاسی یا پچاسی یا پچانوے یا ایک سو دس یا ایک سو بیس سال کی عمر میں انتقال کیا۔(سیرۃ المصطفیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۸۷)

○ ۸۸۔ عبدالنبی کوکبؔ، قاضی۔ سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفیٰؐ۔ ص ۹

○ ۸۹۔ شیخ محمد رضا۔ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۴۸

○ ۹۰۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۲۴۱

○ ۹۱۔ حضرت عبدالمطلبؓ کی وفات کے سال میں نوشیروان اور اس کے بیٹے ھرمز اور مشہور سخی حاتم طائی بھی فوت ہوئے تھے۔(رسالتمآبؐ۔ ص ۲۵)

○ ۹۲۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۲۴۳

○ ۹۳۔ رسالتمآبؐ۔ ص ۲۵

○ ۹۴۔ تواریخ حبیبِ الٰہ۔ ص ۱۸

○ ۹۵۔ نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۲۔ ص ۴۷

○ ۹۶۔ حضرت محمدؐ مصطفیٰؐ۔ ص ۱۸

○ ۹۷۔ اسوۃ الرسولؐ۔ جلد دوم۔ ص ۳۰

○ ۹۸۔ اسد الغابہ۔ جلد اول۔ ص ۱۷

○ ۹۹۔ سیرتِ سرورِ عالمؐ۔ جلد دوم۔ ص ۱۰۰

○ ۱۰۰۔ رسالتمآبؐ۔ ص ۲۳ (حاشیہ)

○ ۱۰۱۔ ساجد الرحمٰن۔ سیرت رسولؐ۔ ص ۱۰

○ ۱۰۲۔ حبیبِ خدا۔ ص ۵۹، ۶۰

○ ۱۰۳۔ رسالتمآبؐ۔ ص ۲۵

○ ۱۰۴۔ سیرتِ سرورِ عالمؐ۔ جلد دوم۔ ص ۱۰۱
○ ۱۰۵۔ الرحیق المختوم۔ ص ۷۰/۶۷ مصطفیٰ خان۔ غزواتِ نبویؐ۔ ص ۱۷
○ ۱۰۶۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۹۸
○ ۱۰۷۔ اصح السیر۔ ص ۳/ سوانحِ عبدالمطلبؓ۔ ص ۸۹/ سلمان منصور پوری۔ رحمت للعالمین۔ جلد دوم۔ ص ۱۷
○ ۱۰۸۔ سیرت محمدیہؐ۔ جلد دوم۔ ص ۳۱۰، ۳۱۱
○ ۱۰۹۔ اصح السیر۔ ص ۲

حضرت ہالہؓ بنتِ وہیب (زوجہ حضرت عبدالمطلبؑ)

حضرت ہالہؓ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دادا حضرت عبدالمطلبؑ کی بیوی تھیں۔ حضرت عبدالمطلب کی باقی پانچ بیویوں کے نام یہ ہیں:

۱۔ فاطمہ بنتِ عمرو بن عائذ(یہ حضرت عبدالمطلب کی پہلی بیوی ہیں اور حضرت عبداللہ کی حقیقی ماں ہیں۔)

☆ ۲۔ نتیلہ بنت جناب

☆ ۳۔ صفیہ بنت جندب

☆ ۴۔ لبنیٰ بنت ہاجران

☆ ۵۔ ممنعہ بنت عمرو(۱)

نام و نسب

کچھ سیرت نگار حضرت ہالہؓ کو اہیب،(۲) کچھ وہب (۳) اور کچھ وہیب (۴) کی بیٹی لکھتے ہیں۔ چونکہ زیادہ تر سیرت نگار وہیب کا نام لکھتے ہیں اور اسد الغابہ میں بھی یہی نام تحریر ہے اس لیے ہم وہیب ہی کو صحیح مانتے ہیں۔

ہالہؓ بنت وہیب بن عبدِ مناف بن زہرہ بن کلاب (۵) بن قصی

(۶) ہونے کی وجہ سے ان کا نسب حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے سلسلۂ نسب میں قصی سے جا ملتا ہے۔

ہالہؓ کا حضرت آمنہؓ سے کیا رشتہ تھا؟

سیرت نگاروں میں اس بات پر اختلاف پایا جاتا ہے کہ حضرت ہالہؓ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی دادی تو ہیں' اس کے علاوہ حضرت ہالہؓ اور حضرت آمنہؓ کا آپس میں کیا رشتہ ہے۔ اس سلسلے میں سب سیرت نگار اپنی اپنی مرضی سے کچھ نہ کچھ لکھ دیتے ہیں مثلاً بعض کے مطابق دونوں سگی بہنیں (۷) تھیں اور ہیکل کے خیال میں حضرت ہالہؓ حضرت آمنہؓ کی پھوپھی (۸) تھیں مگر زیادہ تر سیرت نگاروں نے انہیں چچا زاد بہنیں (۹) لکھا ہے۔ یعنی دونوں کے باپ سگے بھائی تھے۔ اس کے علاوہ حضرت ہالہؓ کے بیٹے حمزہ اور حضرت آمنہؓ کے بیٹے حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم حضرت ثوبیہؓ کی رضاعت کی وجہ سے چچا بھتیجا اور خالہ زاد بھائی' رضاعی بھائی بھی بن گئے۔(۱۰)

حضرت ہالہؓ کی شادی

ابنِ سعد طبقات میں لکھتے ہیں کہ ''آمنہؓ بنتِ وہب اپنے چچا وہیب ابنِ عبد مناف ابنِ زہرہ ابن کلاب کی کفالت میں تھیں۔ حضرت عبدالمطلب حضرت عبداللہ کو لے کر بنی زہرہ کی قیام گاہ پر لے گئے اور حضرت آمنہؓ کا خطبۂ نکاح اپنے صاحبزادے عبداللہ پدرِ جنابِ رسالتماب صلعم (صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم) سے پڑھا اور آمنہؓ کو عبداللہ سے بیاہ دیا اور وہیب کی بیٹی ہالہؓ بنت وہیب سے خود خطبۂ نکاح پڑھ کے شادی کر لی اور دونوں نکاح ایک ہی مجلس میں بیک وقت واقع ہوئے۔''(۱۱)

حضرت عباس سے روایت ہے' حضرت عبدالمطلب نے بیان فرمایا کہ ہم سردیوں کے سفر میں یمن گئے تو وہاں میں ایک یہودی عالم کے پاس گیا۔ وہاں ایک اہلِ کتاب میں سے کسی نے پوچھا کہ تم کون ہو۔ میں نے بتایا قریشی ہوں اور پھر اس کے پوچھنے پر بتایا کہ بنو ہاشم سے ہوں۔ اس یہودی عالم نے میرے نتھنے دیکھے اور کہنے لگا

کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تمہارے ایک ہاتھ میں ملک اور دوسرے میں نبوت ہے۔ میرا تو خیال تھا کہ یہ نبوت و بادشاہت بنی زہرہ میں ہو گی' تو پھر یہ بنی ہاشم میں کیسے ہے؟ حضرت عبدالمطلب نے فرمایا مجھے نہیں معلوم۔ وہ بولا کہ بنو زہرہ سے بیوی ہے۔ یہ بولے نہیں۔ یہودی نے کہا تم جا کر بنی زہرہ میں شادی کر لو۔ اس کے بعد حضرت عبدالمطلب مکہ واپس آئے اور حضرت ہالہؓ سے نکاح کر لیا۔ اور اپنے بیٹے عبداللہؓ کی شادی آمنہؓ سے کر دی۔(۱۲)

ملا معین واعظ کاشفی اس سلسلے میں لکھتے ہیں کہ ایک روایت کے مطابق دونوں باپ بیٹے کا نکاح ایک ہی مجلس میں ہوا مگر ایک روایت کے مطابق حضرت عبدالمطلب اور حضرت ہالہؓ کا نکاح پہلے ہی ہو چکا تھا اور حضرت عبدالمطلب اپنی بیوی ہالہؓ سے اکثر ان کی چچا زاد بہن آمنہؓ کی صفات اور تعریف سنتے تھے اسی لیے انہوں نے اپنے بیٹے کی شادی کے لیے حضرت آمنہؓ کا انتخاب کیا اور رشتہ کے لیے حضرت ہالہؓ سے بات کی۔(۱۳)

ہالہؓ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پرورش

حضرت آمنہؓ کی وفات کے بعد حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پرورش آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب نے کی اور اس پرورش میں حضرت ہالہؓ کو بہت دخل تھا مثلاً سید اولاد حیدر فوق بلگرامی لکھتے ہیں کہ "جناب آمنہؓ کی حیات تک آپ کی پرورش و آرام رسانی کی طرف سے آپ کو ایک گونہ اطمینان حاصل تھا۔ ہاں ان کے انتقال کر جانے کے بعد باوجود اس کے کہ آپ کی عمر اسّی برس ہو چکی تھی' اعضا و جوارح جواب دے چکے تھے۔ متعدد جوان بیٹے اور ان کے جوان بچے بھی موجود تھے۔ تمام گھر بھرا پڑا تھا۔ ممکن تھا کہ پیرانہ سالی کے عذرِ معقول کے باعث سے حضرت عبدالمطلب یتیم عبداللہ روحی فداہ کی پرورش و پرداخت ان کے کسی چچا سے متعلق کر دیتے اور آپ آرام کرتے مگر نہیں۔ اس ضعف و نقاہت کے عالم میں بھی' آنحضرت

(صلی اللہ علیہ و آلہٖ و سلم) کی تمام خدمات اپنے ذمہ لی گئیں۔ جناب عبدالمطلب کو ان کی پرورش و پرداخت میں بڑی آسانی اور سہولت مادرِ حضرت حمزہ کی جہت خاص سے حاصل ہوئی' جو حضرت آمنہؓ کی چچا زاد بہن تھیں۔(۱۴)

ہالہؓ اور حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ و سلم کی رضاعت

ابراہیم سیالکوٹی مولانا شبلی کی کتاب سیرت النبی طبع اول۔ جلد اول۔ ص ۱۳۲ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ "مولانا شبلی مرحوم نے آنحضرت (صلی اللہ علیہ و آلہٖ و سلم) کے دادا اور آپ کے والد کے نکاح کے ذکر میں فرمایا کہ حضرت حمزہ انہی ہالہؓ کے بطن سے ہیں۔ ہالہؓ نے آنحضرت (صلی اللہ علیہ و آلہٖ و سلم) کو دودھ پلایا تھا۔ اس بنا پر حضرت حمزہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ و سلم کے رضاعی بھائی ہیں۔

ابراہیم سیالکوٹی شبلی کی اس بات کے جواب میں لکھتے ہیں کہ حضرت حمزہ کی والدہ ہالہؓ کا حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ و سلم کو دودھ پلانا سیرت یا حدیث یا اسماء الرجال کی کسی کتاب میں ہماری نظر سے نہیں گزرا مگر شاید شبلی کو زادالمعاد کی عبارت سے وہم ہوا کہ امہ سے مراد ہالہؓ والدۂ حمزہ ہیں۔ حالانکہ یہ صحیح نہیں کیونکہ یہاں رضاعی ماؤں کا ذکر ہے اور امِ حمزہ سے مراد سعدیہ رضاعی ماں ہے نہ کہ والدۂ ہالہ۔(۱۵)

ہالہؓ کی اولاد

حضرت ہالہؓ کے بچوں میں حضرت حمزہ' عقوم' جل اور حضرت صفیہ شامل ہیں۔(۱۶)

حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ و سلم کو حضرت حمزہ بن عبدالمطلب سے بے پناہ محبت تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ و آلہٖ و سلم نے سب سے پہلا عَلَم حضرت حمزہ کو سونپا اور سب سے پہلی فوجی مہم بھی حضرت حمزہ کی سرکردگی میں بھیجی۔ جنگِ بدر اور جنگِ احد میں شریک ہوئے اور جب حمزہ جنگِ احد میں وحشی کے ہاتھوں شہید ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ و سلم نے جب ان کی ناک اور کان کٹے ہوئے دیکھے تو آپ کی

چیخیں نکل گئیں، اور فرمایا مجھ پر ایسی مصیبت کبھی نہیں آئی اور میں نے ایسا دردناک منظر کبھی نہیں دیکھا اور آپ کو اس شدت سے روتے کبھی نہ دیکھا گیا تھا۔ حضرت حمزہ کے جنازے میں چار تکبیروں کے بجائے ستر تکبیریں کہیں اور جب نمازِ جنازہ کے لیے کھڑے ہوئے تو آپ اس شدت سے روئے کہ ہچکی بندھ گئی۔ فرمایا "اے حمزہ! اے میرے چچا! اے اللہ اور اس کے رسولؐ کے شیر! اے حمزہ خیرات کرنے والے، مصائب کو رفع کرنے والے اور رسولؐ کی ذات سے تکالیف دور کرنے والے۔"

حضرت حمزہ کی ایک بیٹی کا نام فاطمہ تھا۔ غزوۂ احد کے موقع پر جب مسلمان غزوے سے واپس مدینہ آ رہے تھے تو یہ راستے میں کھڑی ہو گئیں۔ وہ اس وقت ہاتھ میں شیر خرما اور شربت لیے باپ کی منتظر تھیں۔ ہر طرف نظریں گھما گھما کر باپ کو تلاش کر رہی تھیں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم قریب ہوئے تو کہنے لگیں۔ یا رسولُ اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) میرا باپ کہاں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے فرمایا میں تیرا باپ ہوں۔ حضرت فاطمہؓ (۱۷) یہ سن کو خوب روئیں اور کہنے لگیں اس بات سے مجھے خون کی بو آتی ہے۔(۱۸)

حواشی

○ ۱۔ اصح السیر۔ ص ۳

○ ۲۔ سیرتِ احمدِ مجتبیٰ۔ جلد اول۔ ص ۵۲/ النبی الاطہرؐ۔ ص ۴۶/ شواہد النبوۃ۔ ص ۴۷/ سیرتِ سید الشہدا حضرت حمزہ۔ ص ۲۹

ابراہیم سیالکوٹی لکھتے ہیں کہ حضرت ہالہؓ معیب یا اہیب کی بیٹی تھیں۔ (ابراہیم سیالکوٹی)

○ ۳۔ معارج النبوت۔ جلد اول۔ ص ۳۹۷/ الخصائص الکبریٰ۔ جلد اول۔ ص ۸۳/ اسوۃ الرسول۔ جلد اول۔ ص ۸۲۱/ سیرتِ رسولِ عربیؐ۔ ص ۳۸/ کتاب المعارف۔ ص ۱۰۱/ اسلامی انسائیکلوپیڈیا۔ ص ۹۹۲

○ ۴۔ اسد الغابہ۔ جلد دوم۔ ص ۵/ سید شجاعت علی قادری۔ سیرتِ رسولِ اکرمؐ۔ ص ۷/ نواز رومانی۔ جرنیل صحابہ۔ ص ۱۴/ سیر الصحابہ۔ جلد دوم مہاجرین حصہ اول۔ ص ۱۸۸/ سوانحِ عبدالمطلب۔ ص ۸۶/ ضیائے حرم لاہور (ماہنامہ) عیدِ میلاد النبی نمبر۔ ص ۹۴ (مضمون خاندانِ مصطفیٰؐ۔ از طالب ہاشمی) سیرتِ محمدیہ جو مواہب اللدنیہ کا اردو ترجمہ ہے، میں لکھا ہوا ہے کہ ہالہ وہیب بن عبدِ مناف کی بیٹی تھیں (سیرۃ محمدیہؐ۔ جلد دوم۔ ص ۳۳۰ مترجم محمد عبدالجبار خاں)

○ ۵۔ اسوۃ الرسول۔ جلد اول۔ ص ۸۲۱

○ ۶۔ معارج النبوت۔ جلد اول۔ ص ۳۹۔۷

○ ۷۔ الوفا۔ ص ۷۔۱۳۸٬۱۳/ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۱۳۳

○ ۸۔ ہیکل۔ حیات محمد۔ ص ۱۱۹

○ ۹۔ سیرتِ احمدِ مجتبیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۵۲/ سیرتِ سید الشہداء حضرت حمزہ۔ ص ۱۷/ اصح السیر۔ ص ۳/ آقائے جعفر سبحانی۔ فروغِ ابدیت۔ ص ۹۴/ ابراہیم سیالکوٹی۔ سیرت المصطفیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۱۱۲/ معارج النبوت۔ جلد اول۔ ص ۳۸۔۷/ سیر صحابہ جلد دوم۔ مہاجرین۔ حصہ اول۔ ص ۱۸۸/ جرنیل صحابہ۔ ص ۱۴/ سیرتِ رسولِ عربی۔ ص ۳۸

○ ۱۰۔ الوفا۔ ص ۷۔۱۳۸٬۱۳/ سیر الصحابہ۔ جلد دوم مہاجرین حصہ اول۔ ص ۱۸۸

○ ۱۱۔ طبقاتِ ابنِ سعد۔ جلد اول۔ ص ۵۸۔ بحوالہ اسوۃ الرسول۔ جلد اول۔ ص ۸۲۱/ ابراہیم سیالکوٹی۔ سیرت المصطفیٰ۔ جلد اول۔ ص ۱۱۲

○ ۱۲۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۱۳۳٬۱۳۲/ الخصائص الکبریٰ۔ جلد اول۔ ص ۸۳/ سوانحِ عبدالمطلب۔ ص ۸۶٬۳۷

○ ۱۳۔ معارج النبوت۔ جلد اول۔ ص ۳۹٬۷۔۳۸۔۷

○ ۱۴۔ اسوۃ الرسول۔ جلد دوم۔ ص ۳۰٬۲۹

○ ۱۵۔ ابراہیم سیالکوٹی۔ سیرت المصطفیٰ۔ جلد اول۔ ص ۱۱۶٬۱۱۵۔ حاشیہ

○ ۱۶۔ النبی الاطہر۔ ص ۴۶/ اصح السیر۔ ص ۳/ سیرت رسولِ اکرم۔ ص ۷
ابن عبدالشکور جل کے بجائے جمل لکھتے ہیں۔ (سیرت سید الشہدا حضرت حمزہ۔ ص ۱۹)
اور محمد اسماعیل ظفر آبادی جل کے بجائے جُبل لکھتے ہیں۔ (ہادی کونین۔ ص ۱۲۹)

○ ۱۷۔ ایک بار "رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے ریشم کا ایک ٹکڑا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو دیا اور کہا اس کے ٹکڑے کر کے فاطمہ نام کی تین بیبیوں میں تقسیم کر دیں۔ "فواطم" یہ تین بی بیاں ہیں۔ ۱۔ سیدہ فاطمہ بنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم ۲۔ فاطمہ بنتِ حمزہ ۳۔ فاطمہ بنتِ اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہن (سیرتِ وحلانیہ۔ ص ۱۳۲)

○ ۱۸۔ المشاہد۔ ص ۵۵

حضرت زبیرؓ بن عبد المطلبؓ

نام و نسب

حضرت زبیرؓ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دادا محترم عبد المطلبؓ کے بیٹے تھے۔ حضرت عبد المطلبؓ کے دس بیٹوں میں سب سے بڑے بیٹے حارث اور دوسرے نمبر پر زبیرؓ بن عبد المطلبؓ تھے (۱)۔

حضرت زبیرؓ بن عبد المطلبؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے والدِ محترم حضرت عبداللہؓ اور ابو طالبؓ ایک ماں فاطمہ بنتِ عمرو کے بیٹے تھے (۲)۔ جو حضرت عبد المطلبؓ کی چھ بیویوں میں سے تھیں (۳)۔ اس طرح ماں کی طرف سے حضرت زبیر حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے سگے چچا تھے (۴)۔ تینوں بھائیوں میں عبد اللہ چھوٹے اور زبیر بڑے تھے (۵)۔

حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے چچا حضرت زبیرؓ بن عبد المطلبؓ کی کنیت ابو طاہر (۶) "ابا طاہر" (۷) اور ابو الحارث (۸) تھی۔

زبیرؓ کی خصوصیات

حضرت زبیرؓ ایک بلند پایہ فصیح شاعر تھے (۹) اور شجاعت اور گھڑ سواری میں بہت مشہور تھے(۱۰)۔ "یہ بہت نیک اور حق پسند آدمی تھے۔ انسان دوستی ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ بے آسرا' بے سہارا' غریبوں اور مظلوموں کو تکلیف اور مصیبت میں دیکھ کر ان کا دل بھر آتا تھا" (۱۱)۔ حلف الفضول کے قیام کی وجہ سے ان کی نیکی اور رحم دلی صاف ظاہر ہوتی ہے (۱۲)۔ حضرت زبیرؓ کا شمار مکہ کے متمول تاجروں میں ہوتا تھا (۱۳)۔ "حضرت زبیرؓ بن عبدالمطلب قریش کے نامور لوگوں میں شمار ہوتے ہیں۔ جاہلیت کے زمانہ میں بھی وہ بڑے دلیر اور جوانمرد مشہور تھے" (۱۴)۔

زبیرؓ عبداللہؓ کی خیریت معلوم کرنے مدینہ گئے

تمام سیرت نگار یہی لکھتے ہیں کہ جب حضرت عبدالمطلبؓ کو یہ خبر ملی کہ حضرت عبداللہؓ شام سے واپسی پر بیمار ہو گئے ہیں تو انہوں نے مدینہ میں اپنے بڑے بیٹے حارث (۱۵) کو حضرت عبداللہؓ کے بارے میں معلوم کرنے بھیجا مگر سیرتِ دحلانیہ میں لکھا ہے کہ جب حضرت عبداللہ کی بیماری کی اطلاع ملی تو عبدالمطلب نے اپنے بیٹے حارث یا زبیرؓ کو ان کی خیریت دریافت کرنے کے لیے بھیجا مگر جب وہاں پہنچے تو معلوم ہوا کہ ان لوگوں کے پہنچنے سے پہلے ہی حضرت عبداللہؓ فوت ہو چکے تھے (۱۶)۔

زبیرؓ حضورؐ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو لوری سنایا کرتے تھے

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پیارے چچا حضرت زبیرؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو گود میں اٹھا کر جو لوریاں دیا کرتے تھے' سیرت نگاروں نے یہ لوریاں محفوظ کر لی ہیں (۱۷)۔ ڈاکٹر حمید اللہ لکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تایا زبیرؓ بن عبدالمطلبؓ آپ کو جو لوری دیا کرتے تھے وہ لوری سُہیلی نے **"الروض الانف"** (جلد۱ ص ۷۸) میں نقل کی ہے(۱۸)۔ ابن قتیبہ اصابہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ زبیرؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو جھلاتے وقت لوری بڑے پیار سے

گاتے تھے۔ (۱۹)۔

زبیرؓ باپ کے جانشین بنے

حضرت عبدالمطلبؓ کے سب سے بڑے بیٹے حارث کا انتقال تو باپ کی زندگی ہی میں ہو گیا تھا (۲۰)۔ اس لیے حضرت عبدالمطلبؓ نے اپنی وفات سے پہلے اپنی اولاد میں سب سے بڑے ہونے کی وجہ سے جانشینی کے لیے حضرت زبیرؓ کے حق میں وصیت کی۔ کہتے ہیں عبدالمطلبؓ کے انتقال کے بعد ان کے وصی (۲۱) اور جانشین زبیرؓ ہی بنے (۲۲)۔ اور خانۂ کعبہ اور حکومت کا تمام انتظام انہی کے سپرد ہوا (۲۳)۔ حضرت عبدالمطلبؓ نے کہا تھا "میری موت آئی تو زبیرؓ کو وصیت کر جاؤں گا کہ عمرو خزاعی کے بیٹوں سے میرا جو معاہدہ ہوا ہے' وہ اس پر قائم رہے اور اسے ٹوٹنے نہ دے۔

میں یہ وصیت کر جاؤں گا کہ اس کے بزرگ نے جو عہد کیا ہے' وہ اس کی حفاظت کرے۔ ایسا نہ ہو کہ کسی ظلم کی وجہ سے یا کسی عذر کے سبب اس معاہدے کی خلاف ورزی ہو۔

اے زبیر! خاندان فہر کے لوگ تیرے قول والے ہیں۔ ان سب میں سے یہی لوگ ہیں کہ انہوں نے پرانی رِیت پر چلتے ہوئے حفاظت کی اور تیرے باپ کے اتحادی بنے۔" (۲۴)۔ زبیرؓ تقریباً ۱۳ برس تک بنو ہاشم کے سردار رہے (۲۵) اور ان کی وفات کے بعد بنو ہاشم کی سرداری کے لیے حضرت ابو طالبؓ منتخب ہوئے (۲۶)۔ حضرت زبیرؓ نے یہی وصیت ابو طالبؓ کو کی اور حضرت ابو طالبؓ نے یہ وصیت حضرت عباس تک پہنچائی (۲۷)۔

حضورؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پرورش اور زبیرؓ

حضرت عبدالمطلبؓ نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پرورش و خدمت کی ذمہ داری کس کو سونپی' اس بارے میں تمام اہلِ سِیَر اس بات پر متفق ہیں

کہ یہ سعادت حضرت ابو طالبؓ کے حصہ میں آئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو حضرت ابو طالبؓ کے سپرد کرنے کی ایک "بڑی وجہ یہ تھی کہ دوسرے چچاؤں کے مقابلے میں وہ آپ سے زیادہ محبت کرتے تھے۔ یہ بھی روایت ہے کہ ابو طالب اور زبیر کے درمیان قرعہ اندازی ہوئی تھی اور یہ بھی مروی ہے کہ آپ کو اختیار دیا گیا تھا، آپ نے ابو طالبؓ کی کفالت کو پسند فرمایا تھا" (۲۸)۔ مگر ابنِ تیمیہ کی کتاب کے حاشیہ میں سلام اللہ صدیقی (۲۹) اور شبلی کی کتاب کے حاشیہ میں محمد احسان الحق (۳۰) اور "محفل" لاہور کے خیر البشرؐ نمبر میں محمد اسلم (۳۱) لکھتے ہیں کہ جب تک زبیرؓ زندہ رہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پرورش انہوں نے کی اور ان کی وفات کے بعد یہ ذمہ داری حضرت ابو طالبؓ کے حصہ میں آئی مگر سیرتِ دحلانیہ کے مطابق (۳۲) محققین کے نزدیک یہ روایت مردود ہے کہ زبیر نے پرورش کی اور ان کے بعد ابو طالبؓ کی باری آئی۔

شاہ مصباح الدین شکیل اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ اپنے باپ کی وصیت کے مطابق حضرت ابو طالبؓ نے آپ کی پرورش کی ذمہ داری سنبھالی اور حضرت زبیرؓ اور ان کی بیوی نے بھی حضور علیہ الصلوٰۃ السلام کی نگہداشت میں برابر کا حصہ لیا (۳۳)۔ سید اولاد حیدر فوق بلگرامی بھی حضرت زبیرؓ کی کفالت کے قائل نہیں۔ لکھتے ہیں کہ اس کا ذکر نہ کسی عربی تاریخ میں ہے اور نہ کسی عربی سیرت میں۔ کہتے ہیں کہ شرح مواہب اللدنیہ میں زرقانی نے حضرت زبیرؓ کو کفالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں حضرت ابو طالبؓ کا شریک بتایا ہے (۳۴)۔

زبیرؓ نے تمیمی کو حرب بن امیہ سے بچایا

حرب بن امیہ وہ شخص تھا کہ قریش کا کوئی سردار یا کوئی آدمی کھلے یا تنگ راستے میں حرب کے آگے سے نہ گزرتا تھا۔ ایک بار بنی تمیم کے ایک شخص کو راستے میں حرب بن امیہ ملا اور تمیمی حرب سے آگے بڑھ گیا۔ حرب نے اسے یاد

ولایا کہ میں حرب ہوں مگر اس نے کوئی توجہ نہ کی۔ اس پر حرب نے کہا کہ تیری موت آ چکی ہے' میں تجھ سے نپٹ لوں گا۔ اب تیمی نے مکہ میں داخل ہونے سے پہلے کسی سے پوچھا کہ مکہ میں کون مجھے حرب بن امیہ سے بچا سکتا ہے۔ اس نے کہا' صرف عبدالمطلبؓ بن ہاشم۔ چنانچہ رات کے وقت تیمی چھپتے چھپاتے حضرت زبیرؓ بن عبدالمطلبؓ کے گھر تک پہنچ گیا۔

حضرت زبیرؓ نے تیمی کو امان دی اور فرمایا کہ میرے آگے آگے چلو کیونکہ ہم جس کو پناہ دیتے ہیں' اس کے آگے نہیں چلتے۔ بہرحال جب یہ دونوں خانۂ کعبہ میں داخل ہوئے تو حرب نے تیمی کو دیکھتے ہی تھپڑ مار دیا۔ حضرت زبیرؓ تلوار کھینچ کر اس کی طرف لپکے تو حرب بھاگتا ہوا حضرت عبدالمطلبؓ کے گھر میں داخل ہو گیا اور ان سے کہا کہ مجھے زبیرؓ سے پناہ دیں' حضرت عبدالمطلبؓ نے اسے چھپا دیا۔ جب کافی دیر ہو گئی تو عبدالمطلبؓ نے اسے جانے کو کہا۔ کہنے لگا کہ کیسے چلا جاؤں۔ دروازے پر تو آپ کے ساتوں بیٹے تلواریں کھینچے کھڑے ہیں۔ اس پر عبدالمطلبؓ نے اس پر چادر ڈال دی اور اسے ساتھ لے کر اپنے بیٹوں کے پاس تشریف لائے تو بیٹوں نے جان لیا کہ عبدالمطلبؓ نے اس کو پناہ دی ہے چنانچہ اسے چھوڑ کر الگ ہو گئے (۳۵)۔

حربِ فجّار

جنگ فجار میں زبیرؓ' ابو طالبؓ' عباسؓ اور حمزہؓ کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی شریک تھے(۳۶)۔ یہ جنگ قریش اور قبیلہ قیس کے درمیان لڑی گئی اور اس میں تمام قریشی شریک تھے(۳۷)۔ مکہ میں فجار کی لڑائی زمانہ جاہلیت کی مشہور لڑائیوں میں شمار کی جاتی ہے۔ یہ جنگ قریش اور بنی قیس میں ہو گئی تھی۔ قیس کے قبیلہ نے عہد توڑ دیا تھا اور حرم کے اندر گھس آئے تھے۔ بعض آدمیوں (۳۸) کو قتل کر دیا تھا۔ اسی وجہ سے اس جنگ کا نام فجار یعنی ناحق(۳۹) کی لڑائی رکھا گیا۔ مقابلہ کے لیے قریش کے تمام خاندان متفق ہوئے اور ایک لشکر تیار کیا۔ جس میں ان کا ہر

ایک کنبہ اپنی الگ جماعت بنا کر شریک ہوا۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے حقیقی چچا زبیرؓ بن عبدالمطلب اپنے کنبہ یعنی آلِ ہاشم کے علمبردار(۴۰) تھے۔ روزانہ کچھ لوگ مقابلہ کے لیے نکلتے۔ ایک بڑے زور کا رن پڑا۔ اس دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی شریک ہوئے۔ آپؐ دشمنوں کے تیروں کو چن چن(۴۱) کر اپنے چچاؤں کو لا کر دیتے تھے۔ آخر میں دونوں فریقوں میں آپس میں صلح ہوئی اور لڑائی ختم ہو گئی"(۴۲)۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر اس وقت پندرہ سال تھی اور بعض کے نزدیک بیس سال(۴۳)۔ اس جنگ کے تباہ کن اثرات دیکھ کر ہی "حلف الفضول" کی بنیاد رکھی گئی تھی(۴۴)۔

حلف الفضول اور حضرت زبیرؓ

حلف الفضول میں حضرت زبیرؓ نے نمایاں حصہ لیا(۴۵) بلکہ حلف الفضول کے پہلے محرک اور داعی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت زبیرؓ بن عبدالمطلبؓ ہی تھے(۴۶)۔ حلف الفضول کے قیام میں زبیرؓ کو کوششوں سے ان کی نیکی اور رحم دلی صاف ظاہر ہوتی ہے(۴۷)۔ اس قرارداد کا ایک محرک یہ بیان کیا جاتا ہے کہ لڑائیوں کے متواتر سلسلوں نے سیکڑوں گھروں کو برباد کر دیا تھا اور قتل و غارت اور سفاکی موروثی "اخلاق" بن گئے تھے۔ اس موقع پر حضرت زبیرؓ نے یہ تجویز پیش کی کہ ہر مظلوم کی مدد کی جائے اور ظالم کو مکہ میں نہ رہنے دیا جائے(۴۸)۔ "اس معاہدے کی روح عصبیت کی تہہ سے اٹھنے والی جاہلی حمیت کے منافی تھی۔ اس معاہدے کا سبب یہ (بھی) بتایا جاتا ہے کہ زبید کا ایک آدمی سامان لے کر مکہ آیا اور عاص بن وائل نے اس سے سامان خریدا لیکن اس کا حق روک لیا۔ اس نے حلیف قبائل عبدالدار، مخزوم، جمح، سہم اور عدی سے مدد کی درخواست کی لیکن کسی نے توجہ نہ دی"(۴۹)۔ بلکہ الٹا زبیدی پر شبہہ ظاہر کیا۔ زبیدی صبح سویرے کوہ ابا قیس پر چڑھ گیا اور اہل قریش کو پکار کر اشعار کی صورت میں اپنی فریاد سنائی۔ (۵۰)

زبیدی کے یہ اشعار سن کر حضرت زبیرؓ بن عبدالمطلبؓ کے دل پر چوٹ لگی(۵۱)۔ کہنے لگے کہ یہ فریاد ضائع نہیں ہونی چاہیے(۵۲)۔ حضرت زبیرؓ بن عبدالمطلبؓ، عبداللہ بن جدعان اور ان کے ساتھی، حضرت عباس اور ابو سفیان وغیرہ اٹھ کھڑے ہوئے اور آپس میں عہد کرتے ہوئے کہا کہ ہم ظالم پر مظلوم کے ساتھ ایک ساتھ ہو کر مقابلہ کریں گے۔ یہاں تک کہ مظلوم کو اس کا حق دلا دیا جائے گا۔ پھر یہ لوگ عاص بن وائل کے پاس گئے اور اس سے زبیدی کا سامان لے کر اسے واپس بھیجا(۵۳)۔ حضرت زبیرؓ کی دعوت پر "بنو ہاشم، بنی زہرہ اور بنی اسد بن عبدالعزیٰ عبداللہ بن جدعان تیمی (بنو تمیم) کے گھر جمع ہو گئے۔ جناب زبیرؓ کی زندگی میں بنو تمیم ان کے لیے ایسے تھے جیسے ایک ہی گھر کے فرد ہوں اور یہ سب لوگ ایک ہی طاقت ہوں"(۵۴)۔ عبداللہ بن جدعان کے گھر میں اکٹھے ہونے کی وجہ یہ تھی کہ وہ سب سے معمر تھا(۵۵) اور قریش کے رؤسا میں شامل ہوتا تھا۔ اس نے اپنے گھر میں ضیافت پر بلایا اور وہاں پر سب نے اس بات پر اتفاق کیا کہ حدِ حرم میں کسی پر ظلم نہ ہونے دیں گے اور کسی بھی مظلوم کا حق ظالم سے دلوائیں گے(۵۶)۔

"حلف الفضول"(۵۷) میں شریک ہونے والوں نے جو حلف لیا وہ یہ ہے "خدا کی قسم ہم سب مل کر ایک ہاتھ بن جائیں گے اور وہ ہاتھ مظلوم کے ساتھ رہ کر اس وقت تک ظالم کے خلاف اٹھا ہوا رہے گا جب تک کہ وہ (ظالم) اس (مظلوم) کو حق ادا نہ کر دے اور یہ اس وقت تک جب تک کہ سمندر گھونگھوں کو بھگوتا رہے اور حرا و ثبیر کے پہاڑ اپنی جگہ قائم رہیں اور ہماری معیشت میں مساوات قائم رہے گی(۵۸)"۔ حلف لینے کے لیے حجر اسود اور رکن یمانی کے درمیان کعبہ کے حصے کو دھو کر یہ پانی لوگوں کو پلایا گیا(۵۹)۔ اس معاہدے کے دور رس اثرات مرتب ہوئے(۶۰)۔ حلف الفضول میں شریک ہونے والے رضاکار متحدہ طور پر اپنے شہر میں ظالموں کا ہاتھ روکتے اور مظلوموں کو ان کا حق دلاتے(۶۱)۔

حلف الفضول میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شرکت

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم عبداللہ بن جدعان کے گھر ہونے والے حلف الفضول کے معاہدے(۶۲) میں شریک(۶۳) تھے اور اعلانِ نبوت کے بعد فرمایا کرتے کہ "اس معاہدہ کے مقابلے میں اگر مجھ کو سرخ رنگ کے اونٹ بھی دیے جاتے تو میں نہ بدلتا اور آج بھی ایسے ہی معاہدے کے لیے کوئی بلائے تو میں حاضر ہوں"(۶۴)۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حلف الفضول میں شمولیت اور اس کی اہمیت کے بارے میں اتنے پرزور الفاظ میں اظہارِ رائے کا مقصود یہ ہے کہ جب بھی کوئی مظلوم نظر آئے، ہمیں اس کی ہر ممکن مدد کرنی چاہیے اور یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہمیشہ سے ظلم کرنے والے کے خلاف ہیں اور ہمیشہ کے لیے مظلوم کے ساتھ ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا زبیرؓ کے ساتھ سفر

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اپنے پیارے چچا حضرت زبیرؓ کے ساتھ یمن جانے کا ذکر آتا ہے تو اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عمر مبارک کوئی ۱۶ (۶۵) برس، کوئی ۱۷ (۶۶) اور کوئی ۱۹ (۶۷) سال بتاتا ہے۔ راجا محمد شریف کہتے ہیں کہ یہ سفر یمن کی طرف کیا گیا تھا اور "اس سفر میں آپ کے ساتھیوں نے بہت کامیاب تجارت کی۔ آپ کے تجارتی مشاغل نے آپ کو ان بہت سے خرابیوں سے واقف کرا دیا جو عربی اصول تجارت میں داخل تھیں۔ احادیث میں بیع و شرا سے متعلق جو اوامر و نواہی ملتے ہیں، ان کے پسِ پشت آپؐ کے تاجرانہ تجربات بھی جھانکتے نظر آتے ہیں"(۶۸)۔ مفتی عزیز الرحمٰن لکھتے ہیں کہ حضرت زبیرؓ بن عبدالمطلبؓ اور بروایتِ دیگر حضرت عباسؓ نے حضرت ابو طالبؓ کی خدمت میں گزارش کی کہ آپ ہمارے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بھی یمن کی طرف بھیج دیں۔ ہم بھی اپنے پیارے بھتیجے کی برکتوں سے مستفید ہونا چاہتے ہیں۔ اس پر

حضرت ابو طالب نے مان لیا اور آپ کو یمن کو بھیج دیا(۶۹)۔

اس سفر پر روانہ ہوئے تو راستے میں ایک وادی سے گزرے۔ وہاں پر ایک سانڈ اونٹ راستے میں کھڑا تھا اور کسی کو اس راستے سے گزرنے نہ دیتا تھا۔ اس سانڈ نے جب حضور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھا تو زمین پر بیٹھ گیا اور سینے کو زمین کے ساتھ رگڑنا شروع کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے ناقہ سے اترے اور اس سانڈ پر سوار ہو گئے۔ یہاں تک کہ اس وادی سے گزر گئے اور پھر اس اونٹ کو الگ کر دیا اور جب یمن سے واپسی ہوئی تو آپ کے قافلے کا گزر ایک ایسی وادی سے ہوا جو پانی میں ڈوبی ہوئی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے قافلے والوں سے فرمایا کہ میرے پیچھے پیچھے چلتے جاؤ۔ جب لوگوں نے خود کو پانی میں گھرے ہوئے پایا تو آپ کے پیچھے ہو لیے۔ یہاں تک کہ آسانی سے پانی سے گزر گئے اور پانی نے انہیں کوئی نقصان نہ پہنچایا۔ جب یہ لوگ مکہ معظمہ پہنچے تو اس واقعہ کا ذکر کر کے کہا کرتے کہ اس صاحبزادے (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی بڑی شان ہے(۷۰)۔ شیخ محمد رضا لکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے یمن جانے کی ڈاکٹر اسپرنجر تردید کرتے ہیں کہ یہ خبر بے بنیاد ہے اور انہوں نے اس واقعہ کا تذکرہ کسی معتبر کتاب میں نہیں دیکھا(۷۱)۔ شبلی کی کتاب "سیرتِ طیبہ" کے حاشیہ میں بغیر کسی حوالے کے لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سِن شعور کو پہنچنے کے بعد اپنے چچا زبیرؓ کے ہمراہ تجارتی سفروں میں شریک ہوا کرتے تھے(۷۲)۔

خانۂ کعبہ کی تعمیر اور زبیرؓ

خانۂ کعبہ کی تعمیر ہوئی اور اس موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے قبائل عرب کے جھگڑے کو اس طرح ختم کیا کہ اپنے دستِ مبارک سے حجرِ اسود نصب فرمایا۔ اس موقع پر حضرت زبیرؓ بن عبدالمطلبؓ نے بھی اپنے خاندان کے ساتھ کعبے کی تعمیر کے سلسلے میں مٹی ڈھوئی۔ ان لوگوں کو بنیادوں میں مٹی بھرنے کا کام ملا

تھا(۷۳)۔

زبیرؓ بطورِ شاعر

حضرت زبیرؓ بن عبدالمطلبؓ بہت اچھے شاعر بھی تھے۔ ان کے اشعار میں سے ایک شعر کا ترجمہ دیکھیے۔

☆ (اگر حمس نہ ہوتا تو جوانمرد لوگ تا دم مرگ معزز لوگوں کی طرح جنگ میں ثابت قدم رہتے)۔ یہاں حمس سے "کنانہ" اور "قریش" کے قبائل مراد ہیں(۷۴)۔ حلف الفضول جیسے اہم معاہدے کے موقع پر حضرت زبیرؓ نے یہ اشعار کہے۔ (ترجمہ دیکھیے)

☆ (حلف الفضول کے شرکا نے قسم اٹھا کر معاہدہ کیا ہے کہ آج کے بعد کوئی ظالم مکہ میں نہیں ٹھہر سکے گا)۔

☆ (اس بات پر سب نے بالاتفاق عہد کیا ہے' اس لیے اب ان میں ہمسائیوں اور باہر سے آنے والوں کے لیے سلامتی کی ضمانت حاصل ہے۔)(۷۵)

ابنِ ہشام نے خانہ کعبہ کی تعمیر کے وقت حضرت زبیرؓ کے کہے ہوئے دس اشعار نقل کیے ہیں۔ ان دس اشعار میں سے دو کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

☆ (پس ہم سب کے سب متفق ہو کر جلد تعمیر کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے' اس کی بنیاد اور مٹی کا کام ہمارے ذمے تھا)۔

☆ (اس کام کے سبب سے خدا نے ہمیں عزت کا سزاوار بنا دیا۔ جزا و ثواب کی طلب تو اللہ تعالیٰ ہی سے ہوتی ہے)(۷۶)۔

زبیرؓ کی وفات کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر

حضرت زبیرؓ کی وفات کے بارے میں سیرت کی کتابوں میں کہیں کوئی ذکر نہیں ہے۔ صرف چند سیرت نگاروں نے زبیرؓ کی وفات کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک لکھی ہے مثلاً شاہ مصباح الدین شکیل لکھتے ہیں کہ حضرت زبیر نے بنی ہاشم پر ۱۳ سال حکومت کی اور ان کے بعد حضرت ابو طالب بنی ہاشم کے سردار

بنے اور زبیر کے انتقال کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عمر مبارک ۲۱ یا ۲۲ سال تھی(۷۷)۔ سلام اللہ صدیقی ابنِ قتیبہ کی کتاب کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ اس وقت حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عمر کم از کم ۱۶ اور زیادہ سے زیادہ ۲۵ سال تھی(۷۸)۔ کچھ سیرت نگار حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عمر ۳۴ بتاتے ہیں(۷۹)۔ اور بعض لکھتے ہیں کہ حضرت زبیرؓ اسلام کے زمانہ سے پہلے ہی فوت ہو گئے تھے(۸۰)۔ اگر زبیرؓ نے صرف ۱۳ سال بنو ہاشم پر حکومت کی تھی تو اس وقت آپ کی عمر مبارک ۲۱ یا ۲۲ سال یا کم از کم ۱۶ اور زیادہ سے زیادہ ۲۵ سال ہی بنتی ہے اور تعمیر کعبہ کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عمر ۳۵ سال(۸۱) لکھی جاتی ہے۔ مصباح الدین شکیل اور ابنِ قتیبہ بھی تعمیرِ کعبہ کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عمر ۳۵ سال ہی لکھتے ہیں(۸۲) اور جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے کہ کعبہ کی تعمیر میں حضرت زبیر نے بھی حصہ لیا تھا اور مٹی ڈھوئی تھی اور اس موقع پر انہوں نے اشعار بھی لکھے تھے۔ اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کم از کم ۳۵ برس کی عمر تک زندہ تھے اور یہ بات بھی درست لگتی ہے کہ وہ اعلان نبوت سے پہلے فوت ہو چکے تھے کیونکہ ظلم و ستم کے اتنے مخالف انسان کے ہوتے ہوئے کفارِ مکہ مسلمانوں پر ظلم و ستم نہیں کر سکتے تھے۔ اگر وہ اس موقع پر موجود ہوتے تو یقیناً اپنے پیارے بھتیجے کی حمایت اور مظلوموں کی مدد کے لیے ابو طالب کے شانہ بشانہ ہوتے۔

حضورؐ کا زبیرؓ کے رشتہ داروں سے سلوک

"حضورِ اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اپنے چچا زبیرؓ کی شفقت اور محبت سے حد درجہ متاثر تھے۔ ان کے انتقال کے بعد انہیں برابر یاد کرتے' ان کے سلوک کا ذکر کرتے۔ غالباً یہی وجہ تھی کہ جناب زبیر کے بھائیوں اور بیٹیوں کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہمیشہ صلۂ رحمی کی اور خیبر کی جائداد سے انہیں وافر حصہ

دیا"(۸۳)۔

زبیرؓ کی اولاد

حضرت زبیرؓ بن عبدالمطلبؓ کی اولاد کے بارے میں بعض سیرت نگار لکھتے ہیں کہ انہوں نے ایک صاحبزادہ عبداللہ اور دو بیٹیاں ضباعہ اور ام حکیم یادگار چھوڑیں(۸۴)۔ عبدالرحمن ابن جوزی ان سب کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ زبیر کے لڑکے کو بھی جل کہا جاتا ہے جس کا نام مغیرہ تھا(۸۵) اور کچھ سیرت نگار لکھتے ہیں کہ اولاد میں حضرت عبداللہؓ" ام الحکیمؓ" ضباعہؓ اور طاہرؓ تھے(۸۶) اور "سیارہ ڈائجسٹ" میں لکھا ہے کہ حضرت زبیرؓ کے بچوں میں جل' قصرہ' طاہر' عبداللہ' صفیہ ام زبیر' ضباعہ' الحکم شامل ہیں(۸۷)۔ اور بچوں کے اسلام کے بارے میں لکھتے ہیں کہ "ان کی اولاد میں صرف عبداللہؓ بن زبیرؓ بن عبدالمطلبؓ نے زمانہ اسلام پایا اور مشرف باسلام ہوئے۔ ام حکیم ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب کو بیاہی گئیں"(۸۸)۔ شیخ عبداللہ اور سلمان منصور پوری لکھتے ہیں کہ عبداللہ اور ایک لڑکی ضباعہ نے اسلام قبول کیا(۸۹)۔

ابن قتیبہ لکھتے ہیں کہ حضرت زبیرؓ بن عبدالمطلبؓ کے بیٹوں سے کوئی نسل نہیں چلی۔ مگر حاشیہ میں ناشر(۹۰) نے اس بات سے اتفاق نہیں کیا' وہ لکھتے ہیں کہ حضرت زبیرؓ کے انہی بیٹے عبداللہ بن زبیرؓ سے مخدوم شرف الدین یحیٰی منیری بہاری کا سلسلۂ نسب متصل ہوتے ہے۔

حواشی

○ ۱۔ مختصر سیرۃ الرسول۔ ص ۳۶

○ ۲۔ اسد الغابہ۔ جلد اول۔ ص ۱۵/ اسلم جیراجپوری۔ نوادرات۔ ص ۱۰۹

ایک جگہ لکھا ہے کہ "حضرت ابوطالبؓ کے علاوہ آپ کے دو اور چچا زبیر اور عبدالکعبہ اور تین سگی پھوپھیاں تھیں۔ عاتکہ' برہ اور امیمہ۔ سگی دادی کا نام فاطمہ

بنتِ عمرو تھا"۔ (داستانِ اسلام۔ حصہ اول۔ سیرۃ النبی۔ ص ۲۹ (حاشیہ))

سلمان منصور پوری لکھتے ہیں کہ عبدالمطلبؓ کی چھ بیٹیاں تھیں اور وہ سب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سگی دادی فاطمہ بنتِ عمرو سے تھیں۔ (سلمان منصور پوری۔ رحمتہ للعالمین۔ جلد دوم۔ ص ۷۱)

ابنِ عبدالشکور حضرت عبداللہؓ اور ابوطالبؓ و زبیرؓ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آپ کی پانچ پھوپھیاں بھی سگی دادی سے تھیں۔ (ابنِ عبدالشکور۔ سیرتِ سید الشہدا حضرت حمزہؓ۔ ص ۲۶)

○ ۳۔ سوانح عبدالمطلبؓ۔ ص ۸۹

○ ۴۔ مختصر سیرۃ الرسول۔ ص ۳۶ / سوانح عبدالمطلب۔ ص ۸۹، ۹۰

○ ۵۔ ابنِ قتیبہ۔ کتاب المعارف۔ ص ۱۰۱

○ ۶۔ النبی الاطہر۔ ص ۵۸ / نقوش رسولؐ نمبر۔ جلد اول۔ ص ۷۰۴۔ (مضمون ابن الجوزی اور سوانح رسولؐ از غلام جیلانی برق)

○ ۷۔ کتاب المعارف۔ ص ۱۰۱، ۱۰۲

○ ۸۔ انوارِ محمدیہؐ۔ ص ۲۰۹، ۲۱۰

○ ۹۔ عبدالمقتدر۔ سیرت طیبہ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۳۶۷ / محمد اسماعیل ظفر آبادی۔ ہادیٔ کونین۔ ص ۱۳۶ ۔/ منصور پوری۔ رحمتہ للعالمین۔ جلد دوم۔ ص ۸۸

○ ۱۰۔ نقوش۔ جلد اول۔ ص ۷۰۴

○ ۱۱۔ سوانح عبدالمطلب۔ ص ۸۹، ۹۰

○ ۱۲۔ ہادیٔ کونین۔ ص ۱۳۶

○ ۱۳۔ محفل۔ خیر البشر نمبر۔ مارچ ۱۹۸۱ء ص ۱۸۰ (مضمون حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مکی زندگی کے چالیس سال۔ از محمد اسلم)

○ ۱۴۔ کتاب المعارف۔ ص ۱۰۱، ۱۰۲

○ ۱۵۔ محمد رحیم دہلوی لکھتے ہیں کہ بلاذری کے بقول حضرت عبداللہؓ کی خیریت معلوم

کرنے کے لیے حضرت زبیر ہی مدینہ منورہ گئے تھے۔ (تاجِ دارِ دو عالم کے والدین۔ ص ۷۷)

○ ۱۶۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۱۳۵

○ ۱۷۔ محفل۔ خیر البشر نمبر۔ ص ۱۸۰

○ ۱۸۔ حمید اللہ۔ رسولِ اکرم کی سیاسی زندگی۔ ص ۵۳

○ ۱۹۔ کتاب المعارف۔ ص ۱۰۱، ۱۰۲

○ ۲۰۔ سیرت احمدؐ مجتبیٰ۔ جلد اول۔ ص ۹۱

○ ۲۱۔ منصور پوری۔ رحمتہ للعالمینؐ۔ جلد دوم۔ ص ۸۸/ کتاب المعارف۔ ص ۱۰۱ حاشیہ/ ہادیٔ کونین۔ ص ۱۳۶

○ ۲۲۔ قاسم محمود۔ اسلامی انسائیکلو پیڈیا۔ ص ۴۰

○ ۲۳۔ سیرتِ احمدِ مجتبیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۹۱

○ ۲۴۔ سوانحِ عبدالمطلبؓ۔ ص ۹۰، ۹۱

○ ۲۵۔ سیرتِ احمدِ مجتبیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۹۱

○ ۲۶۔ سلام اللہ صدیقی۔ عبداللہ بن عباس۔ ص ۱۳

○ ۲۷۔ سوانحِ عبدالمطلبؓ۔ ص ۹۰، ۹۱

○ ۲۸۔ رسالت مآبؐ۔ جلد اول و دوم۔ ص ۲۵

○ ۲۹۔ کتاب المعارف۔ ص ۱۰۲ حاشیہ

○ ۳۰۔ شبلی۔ سیرتِ طیبہ۔ ترجمہ میمونہ سلطان شاہ بانو۔ تہذیب و تحشیہ محمد احسان الحق۔ ص ۲۹۔۳۱ حاشیہ

○ ۳۱۔ محفل لاہور (ماہنامہ) خیر البشرؐ نمبر۔ ۱۹۸۱ء ص ۱۸۰، ۱۸۱ (مضمون حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مکی زندگی کے چالیس سال۔ از محمد اسلم)

○ ۳۲۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۲۴۲، ۲۴۳

○ ۳۳۔ سیرتِ احمدِ مجتبیٰ۔ جلد اول۔ ص ۲۹

○ ۳۴۔ اسوۃ الرسول۔ جلد دوم۔ ص ۳۵۔۳۸

○ ۳۵۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۹۴۔۹۶

○ ۳۶۔ سیارہ ڈائجسٹ۔ جلد اول۔ ص ۲۰۶

○ ۳۷۔ سیرتِ طیبہ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۵۰، ۵۱/ نور البصر فی سیرۃ خیر البشر۔ ص ۴۴

○ ۳۸۔ حفظ الرحمٰن سیوہاروی لکھتے ہیں کہ حربِ فجار کا سبب "قریش کے حلیف بنی کنانہ کے ایک شخص کے ہاتھوں ایک معزز تاجر کا قتل ہو جانا تھا۔" (نور البصر فی سیرۃ خیر البشرؐ۔ ص ۴۳، ۴۴)

○ ۳۹۔ "یہ جنگ ایسے مہینے میں ہوئی جس میں قریش جنگ کرنا حرام سمجھتے تھے۔ نیز مکہ جیسے مقدس مقام کی ہتک کا باعث ہوئی اس لیے اس کا نام "حربِ فجار" رکھا یعنی گناہ کی جنگ"۔ (حفظ الرحمٰن سیوہاروی۔ نور البصر فی سیرۃ خیر البشر۔ ص ۴۳، ۴۴)

○ ۴۰۔ عبدالمقتدر۔ سیرتِ طیبہ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۵۰، ۵۱/ سیارہ ڈائجسٹ۔ رسولؐ نمبر۔ جلد اول۔ ص ۲۰۶

○ ۴۱۔ سیارہ ڈائجسٹ۔ رسولؐ نمبر۔ جلد اول۔ ص ۲۰۶

○ ۴۲۔ نوادرات۔ ص ۱۱

○ ۴۳۔ نور البصر فی سیرۃ خیر البشرؐ۔ ص ۴۳، ۴۴

○ ۴۴۔ سیارہ ڈائجسٹ۔ رسولؐ نمبر۔ جلد اول۔ ص ۲۰۶

○ ۴۵۔ سیرتِ طیبہ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۳۶۷

○ ۴۶۔ مختصر سیرۃ الرسول= ص ۴۶/ شیخ محمد رضا۔ محمد رسول اللہ۔ ص ۶۰/ داستانِ اسلام حصہ اول۔ سیرۃ النبی۔ ص ۳۱

○ ۴۷۔ منصور پوری۔ رحمۃ للعالمین۔ جلد دوم۔ ص ۸۸۔/ ہادیٔ کونین۔ ص ۱۳۶

○ ۴۸۔ شبلی۔ سیرۃ النبی۔ جلد اول۔ ص ۱۸۶/ شیخ محمد رضا۔ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۶۰ / ساجد الرحمٰن۔ سیرتِ رسولؐ۔ ص ۱۲/ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۲۹۱

○ ۴۹۔ الرحیق المختوم۔ ص ۱۰۹، ۱۱۰/ مختصر سیرۃ الرسول۔ ص ۳۰، ۳۱

○ ۵۰۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۲۹۶، ۲۹۷

○ ۵۱۔ رسولِ اکرم کی سیاسی زندگی۔ ص ۵۸

○ ۵۲۔ ابراہیم سیالکوٹی۔ سیرۃ المصطفیٰ۔ جلد اول۔ ص ۱۵۹

○ ۵۳۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۲۹۶، ۲۹۷

مختصر سیرۃ الرسول میں لکھا ہے کہ پہلے تمام قبائل نے حلف الفضول کا معاہدہ کیا اور پھر زبیدی کا حق دلوایا گیا۔ (مختصر سیرۃ الرسول۔ ص ۳۰، ۳۱)

○ ۵۴۔ سیرتِ دحلانیہ= ص ۲۹۱/ سیر الصحابہ جلد دوم۔ مہاجرین۔ حصہ اول۔ ص ۳۲/ سوانحِ عبدالمطلب۔ ص ۸۹، ۹۰

○ ۵۵۔ سیارہ ڈائجسٹ۔ جلد اول۔ ص ۲۰۶

○ ۵۶۔ ابراہیم سیالکوٹی۔ سیرۃ المصطفیٰ۔ جلد اول۔ ص ۱۵۹

○ ۵۷۔ اس معاہدے کو حلف الفضول اس لیے کہتے ہیں کہ یہ معاہدہ قدیم زمانے سے مشابہ تھا جو جرہم کے وقت مکہ میں ہوا تھا کہ ہم ایک دوسرے کی حق رسائی کیا کریں گے اور قوی سے ضعیف کا اور مقیم سے مسافر کا حق لے کر دیا کریں گے۔ چونکہ جرہم کے وہ لوگ جو اس معاہدے کے محرک تھے ان سب کا نام فضل تھے۔ جن میں سے فضل بن حارث اور فضل بن وداعہ اور فضل بن فضالہ تھے۔ اس لیے اس کو "حلف الفضول سے موسوم کیا گیا تھا۔ (سیرتِ رسولِ عربی۔ ص ۵۴)

○ ۵۸۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیاسی زندگی۔ ص ۵۹، ۶۰/ سیر صحابہ جلد دوم مہاجرین۔ حصہ اول۔ ص ۳۲

○ ۵۹۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیاسی زندگی۔ ص ۵۸، ۵۹

○ ۶۰۔ سہیلی حلف الفضول کے مثبت اثرات کے بارے میں لکھتے ہیں کہ خثعم کا ایک شخص عمرے یا حج کے لیے اپنی خوبصورت بیٹی کا ساتھ آیا ہوا تھا، اس لڑکی کو نبیہ بن حجاج اٹھا کر لے گیا۔ لوگوں نے لڑکی کے باپ کو مشورہ دیا کہ تم حلف الفضول والوں کے ذریعے اپنی بیٹی کو حاصل کرو چنانچہ اس نے کعبہ شریف کے پاس کھڑے ہو حلف

الفضول والوں کو پکارا۔ لوگ تلواریں لے کر ہر طرف اکٹھے ہو گئے۔ سارا معاملہ سن کر ابنِ حجاج کے پاس گئے اور اس سے لڑکی کو واپس لے آئے (سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۲۹۷)

○ ۶۱۔ رسولِ اکرمؐ کی سیاسی زندگی۔ ص ۵۸

○ ۶۲۔ "حلف الفضول" ایک ایسا تنظیمی ادارہ ہے جیسا کہ آج یو این او۔ جس کی بنیاد ۱۹۴۵ء میں رکھی گئی۔ اس کے اغراض و مقاصد بھی وہی تھے جو آج یو این او کے ہیں کہ دنیا سے جارحیت کا تصور مٹا کر امن و عافیت کی فضا قائم کی جائے"۔ (اسلامی انسائیکلو پیڈیا۔ ص ۴۰)

۶۳۔ سیرتِ طیبہ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۵۰، ۵۱/ سیارہ ڈائجسٹ۔ رسولؐ نمبر۔ جلد اول۔ ص ۲۰۶

○ ۶۴۔ شبلی۔ سیرۃ النبی۔ جلد اول۔ ص ۱۸۶/ ابراہیم سیالکوٹی۔ سیرۃ المصطفیٰ۔ جلد اول۔ ص ۱۵۹/ شیخ محمد رضا۔ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۶۰/ ساجد الرحمٰن۔ سیرتِ رسولؐ۔ ص ۱۲/ سیرتِ رسولِ عربی۔ ص ۵۴

○ ۶۵۔ نقوش۔ رسول نمبر۔ جلد ۲۔ ص ۴۷۵/ شیخ محمد رضا۔ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۶۰

○ ۶۶۔ رسالتمآب۔ ص ۲۸

○ ۶۷۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۲۶۴، ۲۶۵

○ ۶۸۔ نقوش۔ رسول نمبر۔ جلد ۲۔ ص ۴۷۵

○ ۶۹۔ رسالتمآب۔ ص ۲۸

○ ۷۰۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۲۶۴، ۲۶۵

○ ۷۱۔ شیخ محمد رضا۔ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۶۰

○ ۷۲۔ شبلی۔ سیرتِ طیبہ۔ ص ۳۱ (حاشیہ)

○ ۷۳۔ ابنِ ہشام۔ سیرت النبی کامل۔ جلد اول۔ ص ۲۲۱۔ سوانحِ عبدالمطلب۔ ص ۹۰

○ ۷۴۔ کتاب المعارف۔ ص ۱۰۱،۱۰۲ (حاشیہ)

○ ۷۵۔ مختصر سیرۃ الرسول۔ ص ۴۷

○ ۷۶۔ ابنِ ہشام۔ جلد اول۔ ص ۲۲۰،۲۲۱

○ ۷۷۔ سیرتِ احمدِؐ مجتبیٰ۔ جلد اول۔ ص ۹۱

○ ۷۸۔ کتاب المعارف۔ ص ۱۰۲ (حاشیہ)

○ ۷۹۔ منصور پوری۔ رحمتہ للعالمین۔ جلد دوم۔ ص ۸۸/ سیرتِ طیبہ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۳۶۷/ ہادیٔ کونین۔ ص ۱۳۶

○ ۸۰۔ مختصر سیرۃ الرسول۔ ص ۳۶/ اسلامی انسائیکلو پیڈیا۔ ص ۴۰/ سوانح عبدالمطلب۔ ص ۹۰،۹۱

○ ۸۱۔ الوفا۔ ص ۱۸۵/ مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۴۵

○ ۸۲۔ سیرتِ احمدِ مجتبیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۱۳۵/ کتاب المعارف۔ ص ۱۳۸۔ (متن)

○ ۸۳۔ کتاب المعارف۔ ص ۱۰۲ (حاشیہ)

○ ۸۴۔ النبی الاطہر۔ ص ۵۶/ سیرتِ طیبہ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۳۶۷

○ ۸۵۔ النبی الاطہر۔ ص ۵۸

○ ۸۶۔ محمد صالح۔ سرورِ عالم۔ ص ۱۹/ قدر آفاقی۔ مکی ماہی مدنی۔ (پنجابی)۔ ص ۱۳۲

○ ۸۷۔ سیارہ ڈائجسٹ۔ رسولؐ نمبر۔ جلد اول۔ شجرہ مبارک۔ ص ۱۹۳

○ ۸۸۔ کتاب المعارف۔ ص ۱۰۲ (حاشیہ)

○ ۸۹۔ مختصر سیرۃ الرسول۔ ص ۳۶/ منصور پوری۔ رحمتہ للعالمین۔ جلد دوم۔ ص ۸۸

○ ۹۰۔ ابنِ قتیبہ کی اس کتاب کے یہ ناشر صاحبزادہ حافظ حقانی میاں قادری ہیں۔ جنہوں نے پاک اکیڈمی کراچی سے یہ ترجمہ شائع کیا۔ بعد میں نورانی کتاب خانہ ضلع بناس کانٹھا گجرات (انڈیا) نے ۱۹۸۵ء میں اور اظہر برادرز لاہور نے ۱۹۸۷ء میں یہ کتاب شائع کی۔ لاہور کے ناشر نے یہ کتاب صحیح نام تاریخ الانساب یعنی کتاب

المعارف کے نام سے ہی شائع کی جبکہ انڈیا کے ناشر نے "سیرِ انبیاء و صحابہ و تابعین" کے نام سے یہ کتاب چھاپی۔

حضرت عاتکہؓ بنتِ وہب

نام و نسب

حضرت عاتکہؓ حضرت عبدالمطلبؓ کے بیٹے زبیرؓ کی بیوی ہونے کی وجہ سے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تائی تھیں اور یہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے والد محترم حضرت عبداللہؓ کی والدہ محترمہ حضرت فاطمہؓ کے سگے بھائی (۱) کی بیٹی تھیں۔ ان کا سلسلۂ نسب یہ ہے۔ عاتکہؓ بنت وہب ابن عمرو بن عائذ بن عمران بن مخزوم (۲)۔

حضورؐ کی پرورش

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پرورش کے اصل ذمہ دار تو حضرت ابو طالبؓ اور ان کی بیوی فاطمہؓ بنتِ اسد تھیں مگر یہ خاتون اپنے خاوند سمیت حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پرورش و نگہداشت میں برابر کی حصہ دار تھیں۔ عاتکہؓ بنت وہب بن عمرو نہایت شفیق خاتون تھیں (۳)۔

حضورؐ نے عاتکہؓ کو ماں کہا

سلام اللہ صدیقی نسبِ قریش ص ۳۴۴ اور اصابہ جلد ۴ ص ۳۴۸ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت عاتکہؓ کو ماں کہہ کر پکارتے تھے (۴)۔ اسد الغابہ میں لکھا ہے کہ بعض لوگوں کے مطابق حضور علیہ الصلوٰۃ السلام حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ بن عبدالمطلبؓ کو میری ماں کے بیٹے فرمایا کرتے (۵)۔ محمد احسان الحق لکھتے ہیں کہ "اعلانِ نبوت کے بعد کے زمانے میں جناب زبیرؓ

اور عاتکہؓ کے بیٹے عبداللہؓ جب کبھی حضور نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ آپؐ انہیں اپنے پہلو میں بٹھاتے اور فرمایا کرتے تھے "یہ میری ماں کے بیٹے اور میرے محب ہیں" اپنے تایا حضرت زبیرؓ کی اہلیۂ محترمہ کو "ماں" کے مقدس نام سے یاد کرنا آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ اس خاتون کی گہری محبت اور شفقت کا مظہر ہے (٦)۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت زبیرؓ بن عبدالمطلبؓ کی بیوی حضرت عاتکہؓ بنت وہب کا بہت احترام کیا کرتے تھے اور زبیرؓ اور ان کی بیٹیوں سے ہمیشہ حسنِ سلوک فرماتے اور خیبر کی جائداد سے انہیں وافر مقدار میں حصہ دیا (٧)۔

تعمیرِ کعبہ میں عاتکہؓ کے والد کی شرکت

ابنِ اسحاق کے مطابق جب حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عمر مبارک پینتیس سال ہوئی تو قریش نے کعبہ کی از سرِ نو تعمیر پر اتفاق کیا۔ اس موقع پر ابو وہب بن عمرو ہی وہ شخص تھا جس نے کعبۃ اللہ کا ایک پتھر اس وقت نکالا تھا جب قریشِ کعبہ کو ڈھانے پر متفق ہو گئے تھے۔ پتھر ابو وہب کے ہاتھ سے اچھل کر اپنی جگہ پر جا بیٹھا تو ابو وہب نے اس موقع پر کہا تھا "اے گروہِ قریش! اس کی تعمیر میں اپنی پاک کمائی کے سوا کوئی چیز نہ داخل ہونے دو۔ اس میں خرچی کا پیشہ نہ لگاؤ۔ سود کی کمائی نہ شریک کرو۔ کسی پر ظلم کر کے حاصل کی ہوئی چیز داخل نہ کی جائے"۔ یہ ابو وہب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے والد کے ماموں اور شریف آدمی تھے (٨)۔ ابو وہب کی مدح میں عرب کے کسی شاعر نے کچھ شعر کہے ہیں (٩)۔ بہر حال یہ ثابت ہوا کہ عاتکہ کے والد تعمیرِ کعبہ میں شریک تھے۔

عاتکہؓ کی اولاد

زبیرؓ بن عبدالمطلبؓ اور عاتکہؓ بنت وہب کے حالات دستیاب نہیں ہیں۔

اس لیے یہ معلوم نہ ہو سکا کہ عاتکہؓ کے علاوہ زبیرؓ کی کوئی اور بیوی تھیں یا نہیں۔ بہر حال سیرت نگاروں نے زبیرؓ کی اولاد میں کئی بچوں (۱۰) کا ذکر کیا ہے مگر ان کے بارے میں صحیح معلومات نہیں ملتیں۔ صرف عبداللہؓ ضباعہؓ اور ام الحکیمؓ کے بارے میں چند معلومات مہیا ہوتی ہیں۔ ان کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ ضباعہؓ بنتِ زبیر

ضباعہؓ بنتِ زبیر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چچا زبیرؓ کی صاحبزادی تھیں۔ ان کا نکاح حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مشہور صحابی حضرت مقدادؓ بن عمرو الاسد سے کیا تھا۔ اس سلسلہ میں ابنِ حجر نے اصابہ میں ایک دلچسپ روایت بیان کی ہے کہ ایک بار حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے حضرت مقدادؓ سے پوچھا کہ تم شادی کیوں نہیں کرتے۔ مقدادؓ (۱۱) نہایت سادہ اور صاف گو آدمی تھے۔ انہوں نے جواب میں کہا کہ تم اپنی لڑکی سے بیاہ دو۔ اس پر حضرت عبدالرحمٰنؓ نے انہیں سخت سست کہا۔ اس پر مقدادؓ نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دربارِ اقدس میں حاضر ہو کر شکایت کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اگر کسی کو تمہیں اپنی بیٹی دینے سے انکار ہے تو ہونے دو۔ میں تمہیں اپنے چچا کی بیٹی سے بیاہوں گا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت ضباعہؓ کا نکاح حضرت مقدادؓ سے کر دیا۔ ان سے ایک بیٹی کریمہؓ بھی پیدا ہوئیں۔ ان کو بھی شرفِ صحابیات حاصل ہے (۱۲)۔

محمد احمد پانی پتی سدرۃؓ نامی ایک کنیز کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "یہ ضباعہؓ بنتِ زبیرؓ بن عبدالمطلبؓ کی کنیز تھیں۔ ان کی مالکہ ان کے ہاتھ بعض اوقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کوئی تحفہ اور کھانا وغیرہ بھیجا کرتی تھیں (۱۳)۔

ام الحکمؓ بنتِ زبیرؓ

حضرت ام الحکمؓ بنتِ زبیرؓ ربیعہ (۱۴) بن حارث بن مطلب بن عبدِ مناف

سے بیاہی گئی تھیں۔ ربیعہ بن حارث کے تین لڑکے تھے اور تینوں محمد‘ عبداللہ اور عباس کی والدہ ام الحکم تھیں۔ یہ تینوں لڑکے صاحبِ اولاد تھے۔ ایک بار حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت امِ سلمہ کے مکان کی طرف جا رہے تھے کہ ام الحکمؓ نے اپنے بیٹے عبداللہؓ کو آپؐ کے پاس بھیجا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس جا کر آپؐ کی چادر اتروا لاؤ۔ عبداللہؓ اس وقت بچے تھے‘ چنانچہ یہ دوڑتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس پہنچے اور جا کر آپؐ کی چادر پکڑ لی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ السلام نے ان کی طرف چہرۂ مبارک کیا اور فرمایا تم کون ہو؟ عبداللہ کہنے لگے کہ میری ماں نے مجھے اس کا حکم دیا ہے۔ آپؐ نے اپنی چادر لپیٹ کر عبداللہؓ کو عنایت کی اور فرمایا اپنی ماں کے پاس لے جاؤ اور ان سے کہو کہ اس کو پھاڑ کر دونوں بہنیں بانٹ لو۔ اور اس کو اوڑھو۔ دوسری بہن ضباعہؓ بنتِ زبیرؓ تھیں (۱۵)۔

حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ

ابنِ اثیر کے مطابق حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال کے وقت ان کی عمر تیس سال کے قریب تھی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان کو میرے چچا کے بیٹے اور میرے دوست کہا کرتے تھے (۱۶)۔ حضرت عاتکہؓ کے بیٹے حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ بن عبدالمطلبؓ ”جنگِ اجنادین میں جو بعہدِ خلافتِ صدیق ہوئی‘ شہید ہوئے تھے۔ ان کی لاش کے گرد دشمنوں کی لاشوں کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ جس سے واضح تھا کہ کیسی شجاعت کے بعد انہوں نے جان جان آفریں کے سپرد کی تھی“ (۱۷)۔

حواشی

○ ۱۔ شبلی۔ سیرتِ طیبہ۔ ص ۲۹ (حاشیہ)

○ ۲۔ اسد الغابہ۔ جلد پنجم۔ ص ۲۲۲

○ ۳۔ سیرتِ احمدِ مجتبیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۹۲

○ ۴۔ کتاب المعارف۔ ص ۱۰۲ (حاشیہ)

○ ۵۔ اسد الغابہ۔ جلد پنجم۔ ص ۲۲۲

○ ۶۔ شبلی۔ سیرتِ طیبہ۔ ص ۲۹۔ (حاشیہ)

○ ۷۔ کتاب المعارف۔ ص ۱۰۲ (حاشیہ)

○ ۸۔ ابنِ ہشام۔ سیرت النبیؐ کامل۔ جلد اول۔ ص ۲۱۶، ۲۱۷/ سیرتِ رسولِ عربی۔ ص ۸

○ ۹۔ ابو وہب پر کہے گئے شعروں کا ترجمہ یہ ہے:

☆ اگر وہب کے پاس میں اپنی اونٹنی بٹھاؤں تو اگلے دن کے سفر کے لیے میری سواری کی خرجیاں خالی نہ رہیں گی۔

☆ جب شرافت نسب کا حساب کیا جائے تو لوی بن غالب کی دونوں شاخوں میں وہ سب سے زیادہ شریف ہوں۔

☆ وہ بدلہ لینے سے نفرت کرنے والا، اور سخاوت سے راحت حاصل کرنے والا ہے۔ اس کے دونوں دادا محاسن کی تمام شاخوں میں اعلیٰ درجہ رکھتے تھے۔

☆ ان کی دیگوں کے نیچے کی راکھ ڈھیروں میں ہوتی ہے۔ وہ اپنے بڑے کاسے روٹی سے بھرتا ہے اور اس پر لذیذ گوشت ہوتا ہے۔ (ابنِ ہشام۔ سیرت النبی کامل۔ جلد اول۔ ص ۲۱۷، ۲۱۸)

○ ۱۰۔ حضرت زبیر کے ذکر میں بھی ملاحظہ فرمایئے۔

○ ۱۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت عبداللہ بن رواحہ اور حضرت مقداد بن اسود کندی میں مواخات کر دی تھی۔

(نواز رومانی۔ جرنیل صحابہ۔ ص ۱۵۵)

جنگِ بدر کے دن یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سوار تھے۔ یہ ابو معبد اپنی کنیت کیا کرتے تھے۔ ۳۳ ہجری میں ۷۰ یا ۸۰ سال کی عمر میں جرف کے

مقام پر فوت ہوئے اور مدینہ میں دفن کیے گئے۔ (کتاب المعارف۔ ص ۲۷۰)

حضرت ضباعہؓ بنتِ زبیرؓ راوی ہیں کہ ایک دن مقدادؓ رفعِ حاجت کے لیے گئے اور ایک ویران جگہ بیٹھ گئے۔ وہاں ایک چوہا ایک سوراخ سے نکلا اور ایک دینار نکال کر لایا۔ وہ اسی طرح نکال کر لاتا رہا' یہاں تک کہ سترہ دینار ہو گئے۔ مقداد یہ دینار حضور علیہ الصلوٰۃ السلام کی خدمت میں لے آئے۔ آپ نے پوچھا کہ کیا تم نے سوراخ میں اپنا ہاتھ ڈالا تھا۔ مقداد نے کہا نہیں۔ تب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ان دیناروں میں تم پر صدقہ واجب نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے ان دیناروں میں برکت دے۔ ضباعہ کہتی ہیں کہ ان دیناروں کی آخری تعداد ختم نہیں ہوتی تھی۔ اور میں نے مقداد کے یہاں عمدہ چاندی دیکھی۔ (الخصائص الکبریٰ۔ جلد دوم۔ ص ۲۸۲)

○ ۱۲۔ تذکارِ صحابیات۔ ص ۲۹۲' ۲۹۳

○ ۱۳۔ محمد احمد پانی پتی۔ غلامانِ محمدؐ۔ ص ۲۴۳

○ ۱۴۔ ام الحکم کے شوہر ربیعہ بن حارث کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حجۃ الوداع میں فرمایا تھا کہ پہلا خون جس کو میں معاف کرتا ہوں' وہ ربیعہ بن حارث کا خون ہے۔ (اسد الغابہ۔ جلد پنجم۔ ص ۲۱۳)

○ ۱۵۔ اسد الغابہ۔ جلد پنجم۔ ص ۲۱۲' ۲۱۳

○ ۱۶۔ ایضاً۔ ص ۲۲۲

سلمان منصور پوری لکھتے ہیں کہ آپؐ ان کو میرے چچا کا بیٹا اور میرا پیارا فرمایا کرتے تھے (رحمۃ للعالمین۔ جلد دوم۔ ص ۸۸' ۸۹)

○ ۱۷۔ سلمان منصور پوری۔ رحمۃ للعالمین۔ جلد دوم۔ ص ۸۸' ۸۹

حضرت ابوطالبؓ بن عبدالمطلبؓ

نام و نسب

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مہربان اور شفیق چچا حضرت ابوطالبؓ کا نام تو عبدِ مناف تھا'(۱) اپنے بڑے بیٹے طالبؓ کی وجہ سے یہ ابوطالبؓ کہلائے(۲)۔ اور کنیت اصل نام پر غالب آ گئی(۳)۔

خصوصیاتِ ابوطالبؓ

حضرت عبدالمطلبؓ کے بعد حضرت ابوطالبؓ قریش کے بڑے سردار تھے(۴)۔ حضرت ابوطالبؓ تاجر تھے(۵)۔ اور دیگر قریش مکہ کی طرح تجارت کیا کرتے تھے(۶)۔ یہ بڑے شریف انسان(۷)' کریم النفس(۸)' فراخ دل(۹)' نیک افعال(۱۰)' سخی اور فیاض(۱۱) تھے اور شجاعت اور طبعی سربلندی میں مشغول بھی(۱۲)۔ حضرت ابوطالبؓ قریش میں عزت و احترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے(۱۳)۔ یہ شاعر بھی تھے۔ ان کے اشعار مختلف مواقع پر ملتے ہیں خصوصاً انہوں نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قصائد لکھے ہیں لیکن حضرت ابوطالبؓ کی خوبیوں میں سے سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ انہوں نے آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نہ صرف محبت و شفقت سے پرورش و حفاظت کی بلکہ اپنی زندگی کی آخری سانسوں تک حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دشمنوں کے سامنے سیسہ پلائی دیوار بنے رہے۔

حضرت عبداللہؓ کی قربانی اور ابوطالبؓ

جب حضرت عبدالمطلبؓ نے حضرت عبداللہؓ کو خدا تعالیٰ کی رِضا میں اور اپنی

نذر پوری کرنے کے لیے قربان کرنے کا ارادہ کیا(۱۴) اور ہاتھ میں چھری لے کر انہیں قربان کرنے کے لیے چل پڑے(۱۵) تو حضرت عبداللہ کی بہنیں رونے لگیں(۱۶)۔ حضرت ابوطالبؓ تڑپ کر آگے بڑھے اور اپنے باپ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے بھائی سے دور ہٹا دیا(۱۷) اور اشعار کہے۔ جن میں سے کچھ اشعار کا ترجمہ یہ ہے کہ برادری کے نوجوانوں کے جتھے میں عبداللہؓ کا قتل کیا جانا کوئی کھیل نہیں ہے۔ ماں کی طرف سے اس کا حسب نسب بے عیب ہے اور بنی کلاب سے زیادہ روشن اور چمکدار ہے۔ میں نے جو بات کہی ہے' وہ غلطی سے پاک ہے۔ اے میرے بوڑھے باپ! فیصلے میں ظلم و زیادتی کا ارتکاب قابل مواخذہ ہے۔ اگر آپ نے فیصلہ صادر فرماتے ہوئے زیادتی روا رکھی تو ہمارے ننھیال بھی ہیں جو جنگلات کے شیروں کی طرح دلیر ہیں۔ وہ عبداللہؓ کو تعذیب کا نشانہ بننے کے لیے زمانہ کے سپرد نہیں کریں گے جب تک کہ نرم و ہموار نشیبی زمین اس قوم کا خون نہ چوس لے جس کے جان و مال کو محترم قرار دیا گیا ہے(۱۸)۔ حضرت عبداللہؓ کے ننھیال والوں نے اس موقع پر کہا کہ جب تک ہم میں سے ایک بھی آدمی زندہ ہے' ہم اپنے بھانجے کو ذبح(۱۹) ہونے نہ دیں گے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ اس کے فدیے میں ہم اپنی ساری دھن دولت لٹا دینے کے لیے بھی تیار ہیں۔ قریشیوں نے اس موقع پر بہت شور مچایا اور حضرت عبدالمطلبؓ سے کہا کہ آپ کچھ تو سوچیں۔ اگر آپ نے آج اپنے بیٹے کو ذبح کر دیا تو پھر ہر شخص اپنے بچوں کو لا کر اسی طرح ذبح کر دے گا اور یہ ہوا تو بہت برا ہو گا کہ نسل انسانی ختم ہو جائے گی(۲۰) اسی طرح حضرت ابوطالبؓ اور ان کے ننھیال والوں نے مزاحمت کی(۲۱)۔ کعبہ کے پجاری اور قریش مکہ نے رائے دی کہ اونٹوں اور عبداللہؓ میں قرعہ ڈال کر دیکھا جائے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ فیصلہ ایک مشہور کاہنہ نے کیا تھا(۲۲)۔

باپ کی زندگی میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پرورش میں حصہ

جب تک حضرت عبدالمطلبؓ زندہ رہے' حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

کی پرورش و کفالت کے ذمہ دار رہے اور اپنے ساتھ انہوں نے حضرت ابوطالبؓ اور حضرت ام ایمنؓ کو بھی اس کام پر لگائے رکھا۔ مثلاً جب شاہِ یمن ذی یزن نے حبشہ فتح کیا تو عرب کے وفود مبارکباد دینے کے لیے اس کے پاس گئے۔ قریش کے وفد حضرت عبدالمطلبؓ کو تنہائی میں بلا کر بہت غور سے دیکھنے کے بعد اس نے کہا "میں اپنے خاندانی مخفی علم اور پوشیدہ کتاب میں سے ایک عظیم خبر آپ کو سنانا چاہتا ہوں۔ تہامہ میں ایک ایسا بچہ پیدا ہو گا جس کے شانوں کے درمیان ابھرے ہوئے گوشت کی مُہر ہو گی۔ اسے قیامت تک تمام عالم کی سرداری حاصل ہو گی۔ وہ پیدا ہو چکا ہے۔ اس کے والدین وفات پا گئے ہیں اور دادا اور چچا اس کی پرورش کریں گے۔ اللہ اسے علانیہ مبعوث فرمائے گا۔ اس کے دوستوں کو عزت اور دشمنوں کو ذلت سے ہمکنار کرے گا۔ اس کے اعوان و انصار کی مثالیں دی جایا کریں گی۔ اس کا قول محکم، قطعی اور فیصلہ کن ہو گا۔ وہ مبنی بر انصاف ہو گا، بھلائیوں پر عامل ہو گا اور ان کا حکم دے گا، برائیوں سے خود بھی بچے گا اور دوسروں کو بھی منع کرے گا (۲۳)۔ شاہِ حبشہ نے مزید کہا کہ وہ آپ کے قبیلے میں یا تو پیدا ہو چکے ہیں یا ہونے والے ہیں۔ ان کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ہو گا۔ ان کے والدین فوت ہو جائیں گے اور ان کی کفالت ان کے دادا اور چچا کریں گے(۲۳)۔ حضرت عبدالمطلبؓ نے کہا میرے بیٹے کا بیٹا ایسا ہی ہے اور اس کے والدین انتقال کر گئے(۲۴)۔ میں اور میں میرا بیٹا ابوطالبؓ انؐ کی کفالت کر رہے ہیں(۲۵)۔ شاہ حبشہ نے کہا اپنے اس فرزند کی خاص طور پر یہودیوں سے حفاظت کریں(۲۶)۔ شاہِ حبشہ نے قریش کے وفد میں ہر شخص کو دس غلام، دس حبشی باندیاں، پانچ رطل چاندی، دو یمنی چادریں، عنبر کا ایک ڈبہ عطیہ کے طور پر دیا۔ اور حضرت عبدالمطلبؓ کو یہ تمام چیزیں دس گنا زیادہ دیں(۲۷)۔

اس کے علاوہ جب بنی مدلج کے لوگوں نے حضرت عبدالمطلبؓ سے کہا کہ آپ کا یہ پوتا نبی ہے، اس کی حفاظت کریں تو حضرت عبدالمطلبؓ نے حضرت ابوطالبؓ کو حفاظت کی تلقین کی۔ اور حضرت ابوطالبؓ پہلے سے زیادہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ

وسلم کی نگہداشت و حفاظت کرنے لگے(۲۸)۔

باپ کے بعد ابوطالبؑ مکّہ کے سردار بنے

حضرت عبدالمطلبؑ کی وفات کے بعد ابوطالبؑ ان کے جانشین بنائے گئے۔ قبیلہ کے شیخ اور مکہ کے ایک سردار مانے گئے(۲۹)۔ حضرت ابوطالبؑ مکہ میں بڑے باا‌ثر اور معزز شخصیت تھے۔ تمام اہل مکہ مختلف خاندانوں اور قبائل کے لوگ آپؑ کا بڑا احترام کرتے(۳۰) یہ نہ صرف سردارِ مکہ تھے بلکہ اب بزرگ خاندان بھی یہی تھے(۳۱)۔

حضرت ابوطالب اور حاجیوں کا کھانا

طبرانی، عمار سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوطالبؑ جب اہلِ مکہ کے لیے کھانا تیار کراتے تو اس موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی تشریف لاتے۔ آپؐ اس وقت تک تشریف فرما نہ ہوتے جب تک نیچے کوئی چیز نہ رکھ لیتے۔ اس پر حضرت ابوطالبؑ کہا کرتے۔ میرا بھتیجا بڑا مکرم ہے(۳۲)۔ حضرت ابوطالبؑ اپنے والد حضرت عبدالمطلبؑ کی اتباع میں زمزم میں منقہ اور کھجوریں ڈال کر حج کے دنوں میں حاجیوں کو پلاتے تھے۔ کچھ برسوں بعد مالی استطاعت نہ ہونے کی وجہ سے انہوں نے کھجوروں اور منقہ کی مقدار میں کمی کی اور دوسرے سال اپنے بھائی حضرت عباس سے دس ہزار درہم قرض لے کر سقایت پر خرچ کیا(۳۳)۔ اگلے سال پھر قرض لیا تو حضرت عباس نے اس شرط پر قرض دیا کہ اگر ادا نہ کرسکے تو پھر یہ خدمت میں اپنے ذمہ لے لوں گا۔ حضرت ابوطالبؑ نے یہ شرط منظور کرلی۔ لیکن جب قرض ادا کرنے کی کوئی صورت نہ بن پڑی تو خدمت حضرت عباسؓ کو سونپ دی گئی(۳۴)۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پرورش اور ابوطالبؑ

حضرت عبدالمطلبؑ وفات سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو حضرت

ابو طالبؓ کی کفالت اور سرپرستی میں دے گئے تھے(۳۵)۔ حضرت عبدالمطلبؓ نے حضرت ابوطالبؓ کو حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی پرورش کے بارے میں تاکید کی کہ کمالِ شفقت اور عنایتِ محبت سے ان کی کفالت و تربیت کرنا(۳۶)۔ مفتی عزیز الرحمٰن لکھتے ہیں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کو حضرت ابوطالبؓ کے سپرد کرنے کی بڑی وجہ یہ تھی کہ دوسرے چچاؤں کے مقابلے میں وہ آپؐ سے زیادہ محبت کرتے تھے۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت ابوطالبؓ اور حضرت زبیرؓ کے درمیان قرعہ اندازی ہوئی تھی اور یہ بھی مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کو اختیار دیا گیا تھا اور حضوز صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے حضرت ابوطالبؓ کی کفالت کو پسند فرمایا تھا(۳۷)۔ حضرت ابوطالبؓ نے اس فرض کو قریباً بیالیس برس تک جس خوبی اور ذمہ داری سے نبھایا' وہ پدرانہ شفقت و محبت کی ایسی درخشندہ مثال ہے جس کی نظیر نہیں ملتی(۳۸)۔ حضرت ابوطالبؓ نے مرتے دم تک اس فرض کا حق ادا کیا' بڑے بڑے مشکل اور کٹھن حالات میں نہایت عزم و ثبات کا نمونہ پیش کیا' اور ہر قسم کی تکالیف برداشت کرنے کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی کفالت سے دستبردار نہ ہوئے(۳۹)۔

حضرت ابوطالبؓ کی کثیر العیالی اور قلیل المالی

حضرت ابوطالبؓ کے بارے میں تمام سیرت نگار یہی لکھتے ہیں کہ وہ کثیر العیال تھے۔ یہ بات بالکل خلاف حقیقت اور سرے سے غلط ہے۔ تفصیل کے دیکھیے باب "سیرت نگاروں کی بے احتیاطیاں"۔

حضرت ابوطالبؓ کے لیے کی جانے والی دوسری اہم بات ان کی قلیل المالی ہے۔ تمام سیرت نگار اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت ابوطالبؓ قلیل المال تھے اور ان کی مالی حالت اچھی نہ تھی۔ یہاں تک کہا گیا ہے کہ حضرت ابوطالبؓ کی عسرت کو ختم کرنے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے گلہ بانی بھی کی وغیرہ وغیرہ۔ یہاں

یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب حضرت ابوطالبؓ کے علاوہ حضرت عبداللہؓ کے ایک حقیقی بھائی حضرت زبیر بھی موجود تھے اور ابوطالب مالی طور پر کمزور تھے تو پھر حضرت عبدالمطلبؓ نے حضرت ابوطالبؓ کو ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پرورش و کفالت کی خدمت کیوں سونپی۔ کیا اس میں کوئی حکمت پوشیدہ تھی۔ اس قسم کے کئی سوالوں کا جواب آخری باب میں ملاحظہ فرمایئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وساطت سے بارش کی دعا

جلہمہ بن عرفطہ نے کہا کہ ایک بار میں مکہ آیا تو اہلِ مکہ قحط اور خشک سالی میں مبتلا تھے۔ قریش نے حضرت ابوطالبؓ سے کہا، اے ابوطالبؓ وادیاں خشک ہو گئی ہیں اور شہر کے لوگ قحط سے دوچار ہیں، چل کر بارش کے لیے دعا کریں(۴۰)۔ جب حضرت ابوطالبؓ دعا کے لیے چلے تو ان کے ساتھ ایک کمسن لڑکا بھی تھا۔ وہ لڑکا اس چمکتے سورج کی طرح منور تھا جس پر سے بادل چھٹ چکے ہوں(۴۱)۔ ان کے گرد چھوٹے اور بچے بھی تھے(۴۲)۔ حضرت ابوطالبؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیٹھ کعبے سے لگا دی اور انگلیوں سے کعبے کو چھوا(۴۳)۔ اور اپنی انگلی آسمان کی طرف اٹھائی۔ اس وقت آسمان پر کسی بادل کا ٹکڑا تک نہ تھا مگر اشارہ کرنے کی دیر تھی کہ چاروں طرف سے بادل آنے لگے(۴۴) اور اس قدر بارش ہوئی کہ جنگل بہہ نکلے(۴۵)۔ ہر طرف جل تھل ہو گیا اور شہری اور دیہاتی نہال ہو گئے(۴۶)۔ اس موقع پر حضرت ابوطالبؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں اسی سے زیادہ اشعار پر مشتمل قصیدہ لکھا۔ وہ قصیدہ ابنِ اسحاق نے پورا نقل کیا ہے(۴۷)۔ اس قصیدہ کے دو اشعار کا ترجمہ یہ ہے۔

☆ وہ روشن جبیں اور منور ہستی ہے جس کے روئے زیبا کے واسطے سے بادلوں سے بارش مانگی جاتی ہے۔ وہ یتیموں کا سہارا، ان کا فریاد رس اور بیواؤں کا حاجت روا ہے(۴۹)

☆ خاندانِ ہاشم کے رنج دیدہ افراد اس کی پناہ میں آ جاتے ہیں اور اس کی پناہ میں نعمت اور آسودگی کی زندگی بسر کرتے ہیں(۵۱)

ابوطالبؑ کی پیاس اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا معجزہ

حضرت ابوطالب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بچپن کے زمانے میں آپؐ کے ہمراہ وادی ذی المجاز میں گئے۔ یہ مقام وادیٔ عرفات سے تین میل کے فاصلے پر ہے اور یہاں پر جاہلیت کے زمانے میں میلہ لگا کرتا تھا۔ اس موقع پر حضرت ابوطالبؑ کو پیاس لگی اور انہوں نے اس بات کا ذکر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے پاؤں کو حرکت دے کر فرمایا "یہاں دیکھیں کیا کوئی چیز ہے"۔ حضرت ابوطالبؑ نے کہا ہاں یہاں پانی ہے جس کی مثل میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا "یہ پانی پی لیں"۔ جب حضرت ابوطالبؑ نے پانی پی لیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنا پاؤں ہلایا تو وہ جگہ پہلے جیسی ہو گئی(۵۲)۔

سفرِ شام

حضرت ابوطالبؑ تجارت کیا کرتے تھے اور اپنے کاروبار کے لیے ملکِ شام جایا کرتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تجارت کی غرض سے کیے جانے والے سفر میں اپنے چچا حضرت ابوطالبؑ کے ہمراہ شام کی طرف گئے۔ زیادہ تر سیرت نگاروں نے اس وقت عمر مبارک نو۹(۵۴) یا بارہ ۱۲ (۵۵) لکھی ہے۔ جب یہ قافلہ شام کے ایک قصبہ بصریٰ میں پہنچا تو وہاں ایک راہب رہتا تھا جو علم و فضل میں ممتاز حیثیت کا مالک تھا۔ عموماً اس راستے سے قافلے گزرا کرتے تھے مگر وہ کسی کی طرف التفات نہیں کرتا تھا۔ اس بار بحیرا نے دیکھا کہ اس قافلہ میں ایک ایسی ہستی ہے جس پر سفید بادل سایہ فگن ہے۔ جدھر جدھر وہ جاتا ہے بادل بھی ادھر مڑ جاتا ہے۔ جب وہ ہستی کسی درخت کے نیچے ٹھرتی ہے تو وہ بادل بھی اس پر ٹھہر جاتا ہے اور اس درخت کی شاخیں

ادھر کو جھک جاتی ہیں۔ بحیرا نے یہ منظر دیکھ کر اہلِ قافلہ کو دعوت دی۔ اس دعوت میں سب آئے مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف نہ لائے۔ بحیرا کے اصرار پر حضرت حارث بن عبدالمطلبؓ اپنے بھتیجے کو لے آئے۔ بحیرا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو آتے دیکھتا رہا اور اس نے دیکھا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم درخت کے سایہ سے باہر آئے تو وہ سفید بادل بھی ساتھ ساتھ چلنے لگا۔ بحیرا تمام علامات اور نشانات سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو پہچان گیا(۵۶)۔

بحیرا نے حضرت ابوطالبؓ سے کہا کہ یہ پیغمبرِ آخر الزماں ہیں، ڈر ہے کہ یہودی انہیں کوئی نقصان نہ پہنچائیں۔ اس لیے آپ انہیں واپس لے جائیں(۵۷)۔

حضرت ابوطالبؓ کی حربِ فجار میں شرکت

حربِ فجار میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے چچا حضرت ابوطالبؓ کے ہمراہ موجود تھے(۵۸)۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پندرہ برس کے تھے۔ یہ لڑائی قریش اور قیس کے درمیان لڑی گئی تھی(۵۹)۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس لڑائی میں اپنے چچاؤں کو تیر دیتے تھے(۶۰)۔ چونکہ یہ لڑائی ایام حج میں حدودِ حرم میں ہوئی تھی۔ اس لیے اسے "حربِ فجار" یعنی قانون توڑنے والوں کی لڑائی کہتے ہیں(۶۱)۔ اس لڑائی میں قریش حق پر تھے(۶۲)۔

حضرت ابوطالبؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نکاح پڑھایا

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب حضرت خدیجہؓ سے نکاح کے لیے گئے تو حضرت ابوطالبؓ کے مکان پر گئے(۶۳)۔ حضرت ابوطالبؓ نے خویلد یا عمرو بن اسد سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے رشتہ طلب کیا۔ انہوں نے رضامندی کا اظہار کیا(۶۴)۔ اس موقع پر حضرت ابوطالبؓ نے خطبۂ نکاح پڑھا(۶۵)۔ اور پانچ سو درہم مہر مقرر ہوا(۶۶)۔ "سیرتِ دحلانیہ" میں لکھا ہے کہ بیس اونٹ مہر مقرر ہوا(۶۷)۔ بعض نے ساڑھے بارہ اوقیہ سونا اور بعض نے چار سو دینار بتائے ہیں۔

حضرت ابوطالبؑ اور نماز کی ترغیب

حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم اور صحابۂ کرامؓ نماز کے وقت گھاٹیوں میں چلے جاتے تھے اور اپنی قوم سے چھپ کر نماز پڑھتے تھے۔ ایک بار حضرت ابوطالبؑ نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم اور حضرت علیؑ کو نماز پڑھتے دیکھ لیا، پوچھا اور جب حقیقت معلوم ہوئی تو کہا کہ اس پر قائم رہنا(۶۸)۔

ایک بار حضرت ابوطالبؑ اپنے بیٹے جعفرؓ طیار کے ہمراہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے پاس سے گزرے تو دیکھا کہ وہ حضرت علیؑ کے ساتھ نماز پڑھ رہے ہیں۔ حضرت ابوطالبؑ نے حضرت جعفرؓ سے کہا کہ تم بھی اپنے چچا زاد بھائی کے ساتھ مل کر نماز پڑھو۔ اس پر حضرت جعفر بھی نماز کے لیے کھڑے ہو گئے اور حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نماز کی امامت کے لیے ان دونوں سے آگے ہو گئے اور عبادت میں مشغول رہے۔ حتیٰ کہ نماز ختم ہو گئی۔ تو حضرت ابوطالبؑ یہ شعر پڑھتے ہوئے خوش خوش واپس چلے گئے۔

"سچ تو یہ ہے کہ علیؑ اور جعفرؓ میرے اعتماد اور بھروسے کے قابل ہیں جب زمانے کی تکلیفیں اور مصیبتیں آ پہنچیں"(۶۹)۔

حفاظتِ حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم میں سینہ سپر رہے

حضرت ابوطالبؑ نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کو اپنی اولاد سے بڑھ کر چاہا اور چالیس سال سے زیادہ عرصہ تک قوت پہنچائی اور اپنی حمایت کا سایہ دراز رکھا(۷۰)۔ حضرت ابوطالبؑ اپنی زندگی کے آخری لمحہ تک آقا حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے ہمدرد اور غم گسار رہے(۷۱)۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے دعوتِ حق کا برملا اور بلاخوف و خطر اعلان کرنا شروع کیا تو اس وقت تک آپؐ کی قوم نے اس کی زیادہ پروا نہیں کی اور ان کو زیادہ خطرہ محسوس نہ ہوا اور انہوں نے اس کے رد اور جواب کی کوئی ضرورت

نہیں سمجھی لیکن جب آپؐ نے ان کے معبودوں کی مذمت کرنی شروع کی تو یہ بات ان کو بری لگی اور وہ سب آپؐ کی مخالفت پر کمربستہ اور متحد ہو گئے(۷۲)۔ اعلانِ نبوت کے بعد حضرت ابوطالبؑ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حد درجہ حمایت کی اور انتہائی صبر اور خاموشی سے اسلام کی خدمت میں مصروف رہے(۷۳)۔

حضرت ابوطالبؑ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آڑ بن گئے(۷۴)۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اعلان حق اور تبلیغ و دعوت میں دل و جان سے مشغول ہو گئے اور کسی بھی رکاوٹ کو خاطر میں نہ لائے۔ دوسری طرف حضرت ابوطالبؑ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہر طرح سے حفاظت کرتے رہے(۷۵)۔ جب قریش نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حمایت ابوطالبؑ کر رہے ہیں اور ان کی موجودگی میں ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے تو چند بااثر افراد کا گروہ جن میں ابوجہل اور اس کا چچا ولید بن مغیرہ' عاص بن وائل سہمی اور اسود بن عبدالمطلبؑ اور عتبہ و شیبہ بن ربیعہ اور ابوالبختری بن ہشام وغیرہ مل کر حضرت ابوطالبؑ کے پاس آئے اور کہا کہ آپ کا بھتیجا ہمارے معبودوں کو برا کہتا ہے۔ ہمارے دین و مذہب کی برائی کرتا ہے اور ہماری عقلوں کو بیوقوفی اور ہمارے بزرگوں کو گمراہ بتاتا ہے۔ اس لیے یا تو آپ خود انہیں اس کام سے روکیں یا ہمیں روکنے دیں۔ حضرت ابوطالبؑ نے انہیں ٹال دیا۔ اس کے بعد بھی جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنا مشن بدستور جاری رکھے رہے تو قریش دوبارہ آئے اور کہا کہ آپ بزرگی' عمر اور رتبہ میں ہم سے بڑے ہیں۔ مگر اپنے بھتیجے کو نہیں روکتے۔ ہم سے مزید صبر نہیں ہو سکتا۔ یا تو انہیں منع کر لیں یا ہم ان کے مقابلے میں اتر آئیں گے اور پھر ہم میں سے کوئی ایک رہے گا۔ وہ اس قسم کی دھمکی آمیز باتیں کر کے چلے گئے(۷۶)۔ اس پر حضرت ابوطالبؑ نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بلوا کر یہ سب باتیں بتائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ چچا جان اگر وہ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند بھی رکھ دیں اور شرط یہ ہو کہ میں اس

معاملے کو چھوڑ دوں تو بھی میں اسے نہ چھوڑوں گا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ خود اسے غلبہ عطا کرے یا میں نہ رہوں۔ اس کے بعد آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور آپؐ اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور واپس ہو لیے تو حضرت ابوطالبؓ نے پکارا' ادھر آئیں۔ آپؐ جو چاہیں' کریں۔ خدا کی قسم میں کسی معاوضے پر بھی آپؐ کو ان کے حوالے نہیں کروں گا(۷۷)۔

اس موقع پر حضرت ابوطالبؓ نے کچھ اشعار کہے۔

☆ اللہ کی قسم وہ اپنی تمام جمعیت کے ساتھ بھی تجھ تک نہیں پہنچ سکتے جب تک میری پیٹھ قبر کی مٹی سے نہیں لگا لیتے یعنی مجھے دفن نہیں کر لیتے۔

☆ جا اپنی دعوت عام کر' تجھ پر کوئی تنگی نہیں' خوش رہ اور اپنے کام سے آنکھیں ٹھنڈی کر۔

☆ اور تو نے خیر خواہ کی حیثیت سے مجھے دعوت حق دی۔ بلاشبہ تو نے سچ کہا۔ تو ہمیشہ سے امانت دار رہا ہے۔

☆ اور جو دین تو نے پیش کیا' لامحالہ تمام ادیان سے بہتر دین ہے(۷۸)۔

تاریخ طبری اور تاریخ کامل میں ہے کہ قریش نے حضرت ابوطالبؓ سے آ کر کہا کہ آپ عمارہ بن ولید کو جو قریشیوں میں نہایت خوبصورت نوجوان ہے' اپنا بیٹا بنا لیں اور ان کے بدلے اپنا بھتیجا ہمارے سپرد کر دیں تاکہ ہم انہیں قتل کر سکیں۔ اس پر حضرت ابوطالبؓ نے کہا "خدا کی قسم تم میرے ساتھ بہت برا سودا کرنا چاہتے ہو(۷۹)۔ میں تمہارے بیٹے کو لے کر کھلاؤں پلاؤں' پالوں پوسوں اور تم مجھ سے میرا بیٹا لے کر اسے قتل کر دو۔ خدا کی قسم یہ نہیں ہو سکتا"۔ اس پر نوفل بن عبد مناف کا پوتا مطعم بن عدی بولا "اے ابوطالب! تمہاری قوم نے تمہارے ساتھ انصاف کی بات کی تھی مگر وہ بات تمہیں ناگوار گزری ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ تم اپنی قوم یعنی ہماری کوئی بات قبول نہیں کرنا چاہتے"۔ حضرت ابوطالبؓ نے مطعم سے کہا' تم لوگوں نے مجھ سے انصاف کی بات نہیں کی ہے بلکہ میرا ساتھ چھوڑ کر میرے مخالف لوگوں

سے مل گئے ہو۔ تو ٹھیک ہے جو چاہو کرو(۸۰)۔ اس موقع پر بھی حضرت ابوطالبؑ نے کچھ اشعار کہے۔ ابن ہشام نے گیارہ اشعار درج کیے ہیں (۸۱)۔ ایک شعر کا ترجمہ دیکھیں "اے گروہِ قریش! تم جھوٹ کہتے ہو کہ ہم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تمہارے حوالے کر دیں گے۔ یہ اس وقت تک نہیں ہو گا جب تک ہم ان کے اردگرد گھیرا بنا کر لڑتے لڑتے گرا دیے جائیں اور ہمارے حواس اس قدر معطل ہو جائیں کہ ہم اپنے بیٹوں اور بیویوں کو بھول جائیں" (۸۲)۔

شعبِ ابی طالب کی محصوری

حضرت ابوطالبؑ مکے کے ان گنے چنے لوگوں میں سے تھے جو اپنی ذاتی اور اجتماعی دونوں حیثیتوں سے اتنے باعظمت تھے کہ کوئی شخص بھی ان کا عہد توڑنے اور ان کے خانوادے پر ہاتھ ڈالنے کی جسارت نہیں کر سکتا تھا۔ اس صورتِ حال میں قریش بہت پریشان تھے۔ قریش حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو حضرت ابوطالبؑ کے ڈر سے ہاتھ نہ لگاتے تھے مگر ویسے انہیں ہر وقت نقصان پہنچانے کا سوچتے یا نقصان پہنچاتے۔ مثلاً اعلانِ نبوت سے پہلے ابولہب کے دونوں بیٹوں عتبہ اور عتیبہ کا حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بیٹیوں حضرت رقیہؓ اور حضرت امِ کلثوم سے نکاح ہوا تھا۔ اس موقع پر انہیں طلاق دے دی گئی اور حضرت ابراہیمؑ کی وفات پر خوشیاں منائی گئیں۔ ابولہب کی بیٹی امِ جمیل حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے راستے میں کانٹے ڈال دیتی وغیرہ وغیرہ (۸۳)۔

اب ہر قبیلہ اپنے قبیلے کے ان لوگوں پر ظلم و ستم کرنے لگا جنہوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ انہیں قید اور زدوکوب کیا جاتا۔ انہیں بھوک، پیاس اور مکہ کی سخت گرمی اور جھلسا دینے والی تپش کی اذیتوں سے دوچار ہونا پڑا (۸۴)۔ اس موقع پر حضرت ابوطالبؑ نے بنو ہاشم اور بنو مطلب کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حمایت اور حفاظت کے لیے آمادہ کیا اور صرف ابولہب اور اس کے بیٹوں کے سوا بنو ہاشم اور

بنو مطلب کے سب مسلمان اور کافر اس کام پر تیار ہو گئے۔ موسیٰ بن عقبہ' ابن شہاب سے روایت کرتے ہیں کہ دشمن قبائل نے آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علانیہ طور پر قتل کرنے کا منصوبہ بنایا تو حضرت ابوطالبؓ نے آپؐ کو شعب ابی طالب(۸۵) میں بلا لیا اور آپؐ کو ہر قیمت پر دشمنوں سے بچانے کا تہیہ کر لیا۔ بعض نے قومی تعصب کی بنا پر اور بعض نے ایمانی جذبہ کے تحت اپنے آپ کو مخالفین کے مقابلے کے لیے سینہ سپر کر دیا(۸۶)۔

بنو ہاشم اور بنو مطلب کو اس طرح اکٹھے ہوتے دیکھ کر اور اپنا منصوبہ خاک میں ملتا پا کر قریش نے ایک قرارداد پیش کی کہ بنو ہاشم سے اب اس وقت تک صلح نہ ہو گی جب تک وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہمارے حوالے نہ کر دیں یا خود قتل نہ کر دیں۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو مسلم ہوں یا غیر مسلم جو بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ دے گا' اس سے رشتہ ناتا' میل جول' خرید و فروخت بند کر دی جائے گی۔ اس عہد نامہ کو کعبہ کے اندر لٹکایا گیا۔ اس طرح تین سال گزرے۔ اس عرصے میں بچے بھوک کے مارے ایسے چلاتے تھے کہ ان کی چیخ و پکار شہر میں سنی جاتی تھی۔ اس حالت کو دیکھ کر شہر کے عام لوگ متاثر ہوئے اور علانیہ اس ظلم کے خلاف بے زاری کے اظہار کرنے لگے(۸۷)۔ یہ محاصرہ اتنا طویل ہو گیا تھا کہ ببول کے پتے کھا کر گزارا کرنے کی نوبت آئی۔ بچے بھوک سے روتے اور بلبلاتے۔ قریش باہر سے آنے والے تاجروں کو بھی ان لوگوں کے خلاف بھڑکانے لگے۔ چنانچہ تاجروں کے چیزوں کی قیمت اتنی زیادہ کر دی کہ یہ لوگ سامان خرید ہی نہ سکیں۔ صرف خفیہ طریقے سے کچھ ضروریات زندگی ان تک پہنچ سکتی تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس حال میں بھی اپنی قوم میں تبلیغ کا فریضہ دن رات' خفیہ اور علانیہ ہر طریقے سے انجام دیتے اور بنو ہاشم تمام تکالیف کو برداشت کرتے رہے(۸۸)۔

کفار مکہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرنا اپنی موت جان کے چاہا تھا کہ مسائل و مشکلات سے تنگ آ کر یہ کام ہمارے بجائے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کی حفاظت پر مامور بنی ہاشم اور بنی مطلب ہی کر دیں گے۔ اس لیے انہوں نے باقاعدہ بائیکاٹ کیا اور اپنی دستاویز میں صلح کی صرف ایک شرط رکھی کہ صلح صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ بنی مطلب اور بنی ہاشم خود ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہمارے حوالے کر دیں یا قتل کرنے کے بعد ہمیں دے دیں۔ صلح کی یہ شرط اتنی کڑی تھی بلکہ بہت بڑی سازش تھی مگر حضرت ابوطالبؓ کا کردار یہاں کس قدر واضح نظر آتا ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علانیہ محافظ تھے۔ ان کے حکم پر اکٹھے ہونے والوں نے اپنے بچوں کو بھوک سے چلاتے تو دیکھا مگر آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مارنے کا خیال دل میں نہ لائے۔ انسان اپنی بھوک پیاس اور ہر تنگی برداشت کر سکتا ہے مگر اپنی اولاد کو مشکل میں نہیں دیکھ سکتا۔ دنیا میں بیشتر جرائم کے پیچھے بچوں سے محبت چھپی ہوئی ہوتی ہے۔ مگر شعب ابی طالب کے محصورین نے حضرت ابوطالبؓ کے حکم اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں اپنی ہر خوشی کو قربان کر دیا۔ اس طرح قریش کی یہ بڑی سازش ناکام ہو گئی اور بالآخر معاہدہ کو دیمک(۸۹) لگ جانے اور آپس میں مخالفت(۹۰) ہو جانے کی وجہ سے وہ خود ہی مجبور (۹۱) ہو گئے اور شعب ابی طالب کے محصورین کو واپس لے آئے۔

صفی مبارک پوری' ابراہیم سیالکوٹی اور شیخ محمد عبداللہ لکھتے ہیں کہ شعب ابی طالب میں بھی حضرت ابوطالبؓ کو چین نہیں آتا تھا اور وہ اپنے پیارے بھتیجے کی حفاظت وہاں بھی کرتے تھے۔ جب سب لوگ اپنے اپنے بستروں پر جاتے تو حضرت ابوطالبؓ اپنے بیٹوں' بھائیوں بھتیجوں میں سے کسی کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بستر پر سلا دیتے اور ان کے بستر پر آپؐ کو بھیج دیتے(۹۲)۔ شعب ابی طالب کی محصوری کے اس واقعہ کے بارے میں حضرت ابوطالبؓ کے کچھ اشعار کہے۔ شیخ عبداللہ کی کتاب میں ۴۹ اشعار درج ہیں(۹۳)۔

حضرت ابوطالبؓ کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت

حضرت ابوطالبؓ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی ذات اور اہل و

عیال سے بھی زیادہ پیار کرتے تھے بلکہ ہمیشہ محبت سے کام لے کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خوش رکھتے تھے (۹۴) اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وجہ سے بہت خیر و برکت محسوس کرتے تھے(۹۵)۔

حضرت ابوطالبؓ نے نبوت سے پہلے اور بعد میں ہر وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حمایت اور حفاظت میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑا۔ حضرت عبدالمطلبؓ کی طرح حضرت ابوطالبؓ بھی آپؐ کے بغیر دستر خوان پر نہ بیٹھتے تھے(۹۶)۔ حضرت ابوطالبؓ کی عادت تھی کہ جب سب کھانے کے لیے بیٹھ جاتے تو کہتے' ٹھہر جاؤ جب تک میرا بیٹا نہ آ جائے۔ پھر جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لے آتے تو کھانا شروع کیا جاتا(۹۷)۔

ابنِ سعد' ابن قتبہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوطالبؓ کے لیے بطحاء میں تکیہ رکھا جاتا تھا جو لپٹا ہوا ہوتا جس پر حضرت ابوطالبؓ ٹیک لگایا کرتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لائے اور اس تکیے کو کھول لیا اور اس پر لیٹ گئے۔ حضرت ابوطالبؓ آئے تو بولے میرے بھتیجے کو آرام مل رہا ہے۔ طبرانی عمار سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوطالبؓ اہلِ مکہ کے لیے کھانا تیار کراتے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لاتے تو اس وقت تک تشریف فرما نہ ہوتے جب تک نیچے کوئی چیز نہ رکھ لیتے۔ اس پر حضرت ابوطالبؓ فرماتے "میرا بھتیجا بڑا مکرم ہے"(۹۸)۔ حضرت ابوطالبؓ ہمیشہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنے ساتھ بٹھا کر کھلاتے اور اپنے ساتھ دائیں پہلو پر سلاتے' اپنے ساتھ ہی باہر لاتے اور کسی وقت جدا نہ کرتے۔ حضرت ابوطالبؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان میں بہت سے اشعار کہے۔ ایک شعر کا ترجمہ دیکھیے:

☆ اس نے (خدا نے) اپنے نام سے اس کا نام بنایا تاکہ وہ بھی جلیل ہو جائے' صاحبِ عرش محمود ہے اور یہ محمدؐ ہے(۹۹)۔

ایک شعر اور دیکھیے :

☆ جب قریش مفاخرت کے لیے جمع ہوں تو ان میں قابلِ فخر ہستی اور ان کے قائد اور خلاصہ جناب عبدِ مناف ہیں اور اگر عبدِ مناف کی بزرگی اور شرف دیکھنا ہو تو وہ جناب ہاشم میں موجود ہے اور اگر اس روز بنو ہاشم کے لیے کوئی چیز وجۂ افتخار و عزت ہے تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان میں ہیں(۱۰۰)۔

علامہ امینی ابو جعفر محمد بن حبیب کی کتاب "امالی" کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ حضرت ابوطالبؓ جب بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھتے تو آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے اور کہتے۔ میں جب انہیں دیکھتا ہوں تو میرے دل میں اپنے بھائی کی یاد تازہ ہو جاتی ہے(۱۰۱)۔

ایک بار حضرت ابوطالبؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کہیں نظر نہ آئے۔ وہ پہلے ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دشمنوں سے پریشان رہا کرتے تھے۔ اس لیے انہیں خیال گزرا کہ کہیں قریش نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو چھپ کر قتل نہ کر دیا ہو۔ انہوں نے بنی ہاشم کے نوجوانوں کو مسلح ہونے کے حکم دیا اور حکم دیا کہ تم میں سے ہر ایک کو مسلح ہو کر قریش کے کسی ایک سردار کے پاس بیٹھ جانا چاہیے۔ پھر جب میں اعلان کروں کہ میں محمد(صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو تلاش کر رہا ہوں تو تم میں سے ہر ایک اپنے پاس بیٹھے ہوئے سردار کو قتل کر دے۔ اتنے میں یہ خبر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ملی جو اس وقت کوہِ صفا کے ایک مقام پر تشریف فرما تھے۔ آپؐ تیزی سے ابوطالبؓ کے پاس آئے اور انہیں مسجد میں پایا۔ حضرت ابوطالبؓ نے آپؐ کو دیکھا تو ان کا ہاتھ پکڑا اور قریش کو تمام واقعہ سنایا کہ میں تم سب کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہتا تھا۔ پھر بنی ہاشم کے جوانوں سے کہا، جو کچھ تمہارے ہاتھوں میں ہے، وہ سب پر ظاہر کر دو۔ اس پر جوانوں نے اپنے ہتھیار دکھا دیے۔ اس بات پر قریش سہم گئے(۱۰۲)۔

حضرت ابوطالبؓ بطورِ شاعر

حضرت ابوطالبؓ شاعر تھے انہوں نے مختلف مواقع پر حضور صلی اللہ علیہ

وآلہٖ وسلم کی تعریف و ثنا میں بہت سے اشعار کہے۔ علی حسنین شیفتہ نے "کلام ابوطالب" میں بہت سے قصائد اور ترجمہ دیا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضرت ابوطالبؓ سے محبت

ایک بار مدینہ منورہ میں قحط پڑ گیا۔ لوگوں نے آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں بارش کے لیے دعا کی درخواست کی۔ ابھی حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہاتھ بلند ہی کیے تھے کہ بادل چاروں طرف سے آنا شروع ہو گئے اور سارا مدینہ جل تھل ہو گیا۔ نشیبی علاقوں کے لوگ ڈوبنے لگے۔ بھاگم بھاگ بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں پہنچ کر عرض کی کہ بادلوں سے کہیں، یہ کسی اور طرف چلے جائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہاتھ اٹھائے تو بادل چھٹ گئے۔ اس موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا "اگر آج میرے چچا حضرت ابوطالبؓ موجود ہوتے تو انہیں کتنی خوشی ہوتی"۔ ایک صحابی نے عرض کیا "یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) آپ کو شاید ان کا یہ شعر یاد آ رہا ہے" (یعنی وہ ایسے روشن چہرے والے ہیں کہ ان کے روئے مبارک کے واسطے سے بارش کی دعا مانگی جاتی ہے۔ وہ یتیموں کے نگران اور بیواؤں کی پناہ گاہ ہیں)۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ ہاں(۱۰۳)۔ "سیرتِ دحلانیہ" میں لکھا ہے آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس موقع پر فرمایا۔ ہمیں ان کے شعر کون سنائے گا۔ حضرت علیؓ نے عرض کی، گویا آپؐ کا ارادہ ان اشعار کو سننے کا ہے۔ یہ کہہ کر تقریباً ۱۲ شعر سنا دیے(۱۰۴)۔

حضرت جعفرِ طیار کی شہادت کے بعد جب پہلی بار ان کے بچوں کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں لایا گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا، محمد بن جعفر تو ہمارے چچا ابوطالبؓ سے مشابہ ہے اور عبداللہ بن جعفر خلق میں مجھ سے مشابہ ہے(۱۰۵)۔

حضرت ابوطالبؓ کی وصیت

ہشام بن سائب الکلبی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوطالبؓ جب قریب الموت ہوئے تو قریش ان کے پاس آئے۔ اس موقع پر حضرت ابوطالبؓ نے انہیں وصیت کی کہ اے قریش تم خدا کی برگزیدہ مخلوق ہو۔ میں تمہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حسنِ سلوک کی وصیت کرتا ہوں۔ وہ قریش میں امین اور عرب بھر میں صادق ہیں۔ تمہیں چاہیے کہ تم ان کا ساتھ دو۔ بخدا جو بھی ان کے راستے پر چلے گا' وہ کامیاب ہو گا اور جو بھی ان کی ہدایت پر عمل کرے گا' وہ سعادت مند ہو گا۔ بخدا اگر مجھے تھوڑی سی فرصت اور ملتی اور میری موت چند دن اور مہلت دیتی تو میں ان فتنوں کا راستہ روکتا اور مصائب کو ان تک نہ پہنچنے دیتا(۱۰۶)۔

حضرت ابوطالبؓ کی وفات

حضرت ابوطالبؓ نے جب دیکھا کہ زندگی ختم ہونے کو ہے تو انہوں نے فوراً اپنے بھائیوں یعنی بنو عبدالمطلبؓ کو اپنے بستر کے گرد بلایا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی حفاظت میں دیا اور اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو کر امن و امان کی حالت میں فوت ہو گئے۔ ان کی وفات پر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت روئے(۱۰۷)۔

صفی الرحمٰن مبارک پوری لکھتے ہیں کہ "سیرت کے ماخذ میں بڑا اختلاف ہے کہ ابوطالبؓ کی وفات کس مہینے میں ہوئی۔ ہم نے رجب کو اس لیے ترجیح دی ہے کہ بیشتر ماخذ کا اتفاق ہے کہ ان کی وفات شعبِ ابی طالب سے نکلنے کے چھ ماہ بعد ہوئی اور محصوری کا آغاز محرم ۷ نبویؐ کی چاند رات سے ہوا تھا۔ اس حساب سے ان کی موت کا زمانہ رجب ۱۰ نبویؐ ہی ہوتا ہے"(۱۰۸)۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت ابوطالبؓ کی وفات کا بہت صدمہ پہنچا(۱۰۹)۔

اسی سال حضرت خدیجہؓ کا انتقال ہوا۔ اس سال کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم "عام الحزن" یعنی غم کا سال فرماتے تھے(۱۱۰)۔

کیا ابو طالبؓ اہلِ ایمان تھے؟

حضرت ابوطالبؓ کے ایمان کے بارے میں لوگوں نے بہت کچھ لکھا ہے اور بڑی ضخیم کتابوں لکھی گئیں ہیں اور اس سلسلے میں بہت سے دلائل دیے گئے ہیں لیکن میرے والدِ گرامی راجا رشید محمود (ایڈیٹر "نعت" لاہور) اس حوالے سے ایمان ابوطالبؓ کے قائل ہیں کہ اگر وہ مومن نہ ہوئے اور میں انہیں مومن کہتا رہا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مجھے اس لیے معاف فرما دیں گے کہ میں حضرت ابوطالبؓ کی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محبت' شفقت اور سرپرستی کے مظاہر کے پیش نظر ہی تو اس خوش فہمی کا شکار ہوا ہوں۔ لیکن اگر وہ صاحبِ ایمان ہوئے اور میں انہیں کافر کہتا رہا۔۔۔۔۔ اور'۔۔۔۔۔ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھے پوچھ لیا کہ تو ان کی مجھ سے محبت کے سارے واقعات کو جانتے ہوئے بھی کس منہ سے انہیں کافر کہتا رہا ہے' تو میرے پاس کوئی جواب نہیں ہو گا۔ (ماہنامہ نعت لاہور۔ جولائی ۱۹۹۲۔ غیر مسلموں کی نعت۔ حصہ چہارم۔۔۔۔۔ ملخصاً)

حضرت ابوطالبؓ کی اولاد

حضرت ابوطالبؓ کی اولاد میں چار بیٹے طالبؓ عقیلؓ ' جعفرؓ اور علیؓ شامل ہیں اور بیٹیوں میں ام ہانی جن کا اصل نام فاختہ ہے اور دوسری جمانہ ہے۔ ان سب کی والدہ حضرت فاطمہ بنتِ اسد ہیں۔ حضرت ابوطالبؓ کی اولاد میں بیٹوں کے درمیان دس' دس سال کا فرق ہے(۱۱۱)۔

حواشی

○ ۱۔ انوارِ محمدیہ۔ ص ۵۲/ شیخ محمد رضا۔ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۴۸

شیخ محمد رضا لکھتے ہیں کہ ان کا نام عبدِ مناف اور عبدا لکعبہ تھا (محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۴۸)

○ ۲۔ سیرتِ سرورِ عالمؐ۔ جلد دوم۔ ص ۱۰۱/ علی اصغر چودھری۔ حضرت محمدؐ ولادت سے نزولِ وحی تک۔ حصہ اول۔ ص ۲۰۶ (حاشیہ)

○ ۳۔ سلمان منصور پوری۔ رحمت للعالمینؐ۔ جلد دوم۔ ص ۷۵/ محمد اسماعیل ظفر آبادی۔ ہادیؐ کونینؐ۔ ص ۱۳۰، ۱۳۱

○ ۴۔ حضرت محمدؐ (ولادت سے نزولِ وحی تک)۔ حصہ اول۔ ص ۲۰۶ (حاشیہ)/فروغِ ابدیت۔ ص ۱۲۷

○ ۵۔ سید سلیمان ندوی۔ رحمتِ عالمؐ۔ ص ۱۵/ سیر الصحابہ۔ جلد دوم۔ مہاجرین حصہ اول۔ ص ۳۸/ عبدالصمد صارم۔ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۱۱

○ ۶۔ شہدائے عہدِ نبویؐ۔ ص ۴۰

○ ۷۔ عبدالصمد صارم۔ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۹

○ ۸۔ شیخ محمد رضا۔ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۴۸

○ ۹۔ رسولِ اکرمؐ کی سیاسی زندگی۔ ص ۵۰/ شیخ محمد رضا۔ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۴۸/ حضرت محمد (ولادت سے نزولِ وحی تک) حصہ اول۔ ص ۲۰۷ (حاشیہ)

○ ۱۰۔ فروغِ ابدیت۔ ص ۱۱۴

○ ۱۱۔ درِ یتیم۔ ص ۵۶، ۵۹

○ ۱۲۔ فروغِ ابدیت۔ ص ۱۲۷

○ ۱۳۔ حیاتِ محمدؐ۔ ص ۱۳۶

○ ۱۴۔ سلمان منصور پوری۔ رحمت للعالمینؐ۔ جلد دوم۔ ص ۹۱

○ ۱۵۔ حیاتِ رسالتمآبؐ۔ ص ۵۴

○ ۱۶۔ الخصائص الکبریٰ۔ جلد اول۔ ص ۹۱

○ ۱۷۔ تاج دارِ دو عالمؐ کے والدین۔ ص ۵۴

○ ۱۸۔ نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۱۱۔ ص ۲۴، ۲۵

○ ۱۹۔ حضرت عبداللہؓ کے ننھیال والوں نے اس موقع پر چند اشعار کہے۔ کچھ کا ترجمہ یہ ہے کہ ہمیں عبدالمطلبؓ کے اڑنے پر حیرت ہے۔ حد ہے کہ وہ سونے کی مورتی جیسے بیٹے کو ذبح کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ پردوں میں ڈھکے ہوئے اس گھر کے رب کی قسم ایسا نہیں ہو گا، نہیں ہو گا۔ ہمارے ہوتے ہوئے عبداللہؓ کا ذبح کرنا کھیل نہیں ہے۔ (تاج دارِ دو عالمؐ کے والدین۔ ص ۵۴، ۵۵)

○ ۲۰۔ تاج دارِ دو عالمؐ کے والدین۔ ص ۴۸، ۵۴، ۵۵۔ سیرتِ احمدِ مجتبیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۵۳

○ ۲۱۔ النبی الاطہر۔ ص ۳۶ (حاشیہ)

○ ۲۲۔ حیاتِ رسالتمآبؐ۔ ص ۵۳، ۵۴

○ ۲۳۔ سیرتِ احمدِ مجتبیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۸۷

○ ۲۴۔ الخصائص الکبریٰ۔ جلد اول۔ ص ۱۴۹، ۱۵۰

○ ۲۵۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۲۱۶

○ ۲۶۔ سیرتِ احمدِ مجتبیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۸۸

○ ۲۷۔ شیخ محمد رضا۔ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۳۵

○ ۲۸۔ رسالتمآبؐ۔ ص ۲۳، ۲۴/ مختصر سیرۃ الرسولؐ۔ ص ۳۵

○ ۲۹۔ محمد میاں۔ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۲۱

○ ۳۰۔ عبدالمقتدر۔ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۳۶۹

○ ۳۱۔ حضرت محمدؐ ولادت سے نزولِ وحی تک۔ حصہ اول۔ ص ۲۰۶ (حاشیہ)

○ ۳۲۔ الخصائص الکبریٰ۔ جلد اول۔ ص ۱۵۱

○ ۳۳۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۷۸، ۷۹

○ ۳۴۔ محمد میاں۔ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۱۸۵ (حاشیہ)

○ ۳۵۔ مختصر سیرۃ الرسولؐ۔ ص ۳۵/ الرحیق المختوم۔ ص ۱۰۶

○ ۳۶۔ ابنِ عساکر بحوالہ پروفیسر سعید اختر۔ سید المرسلین۔ ص ۲۰
○ ۳۷۔ رسالتمآبؐ۔ ص ۲۵
○ ۳۸۔ شہدائے عہدِ نبویؐ۔ ص ۳۹
○ ۳۹۔ ساجد الرحمٰن۔ سیرت رسولؐ۔ ص ۱۰
○ ۴۰۔ علامہ امینی۔ ابوطالبؑ مظلومِ تاریخ۔ ص ۵۶
○ ۴۱۔ شیخ محمد رضا۔ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۳۸
○ ۴۲۔ الخصائص الکبریٰ۔ جلد اول۔ ص ۱۵۷
○ ۴۳۔ انوارِ محمدیہؐ۔ ص ۵۳
○ ۴۴۔ سیرتِ رسولِؐ عربی۔ ص ۵۰
○ ۴۵۔ سیرتِ محمدیہؐ۔ جلد اول۔ ص ۱۹۰
○ ۴۶۔ انوارِ محمدیہؐ۔ ص ۵۴/ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۲۴۶
○ ۴۷۔ شیخ محمد رضا۔ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۳۹ (حاشیہ)
○ ۴۸۔ مختصر سیرۃ الرسولؐ۔ ص ۳۸
○ ۴۹۔ شیخ محمد رضا۔ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۳۹
○ ۵۰۔ سیرتِ محمدیہؐ۔ جلد اول۔ ص ۱۹۰
○ ۵۱۔ علامہ امینی۔ ابوطالب مظلومِ تاریخ۔ ص ۵۷

"سیرتِ محمدیہ" میں ہے کہ یہ قصیدہ ۸۰ اشعار سے زیادہ کا ہے۔ اور یہ اس موقع پر لکھا گیا جب قریش حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایذا رسانی پر جمع ہوئے تھے اور جو لوگ اسلام کا ارادہ کرتے تھے۔ قریش نے ان کو آپؐ کے پاس سے بھگا دیا تھا۔ اس کے بعد "سیرتِ محمدیہ" میں نو اشعار درج ہیں (سیرتِ محمدیہؐ۔ جلد اول۔ ص ۱۹۰۔ ۱۹۲)

○ ۵۲۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۲۶۴/ الوفا۔ ص ۶۸
○ ۵۳۔ اکرام قمر۔ محمد رسول اللہؐ۔ ص ۷

○ ۵۴۔ نبیٔ رحمت۔ ص ۱۰۶/ میلاد نامہ اور رسولؐ بیتی۔ ص ۳۲

○ ۵۵۔ النبی الاطہر۔ ص ۵۳/ شریف التواریخ۔ جلد اول۔ ص ۱۸۰

○ ۵۶۔ شواہد النبوت۔ ص ۷۴٬۷۵

○ ۵۷۔ حبیبِؐ خدا۔ ص ۵۷/ الوفا۔ ص ۱۷۱

○ ۵۸۔ سیرتِ وحلانیہ۔ ص ۲۸۹

○ ۵۹۔ حیاتِ رسولؐ۔ ص ۱۳

○ ۶۰۔ الرحیق المختوم۔ ص ۱۰۹

○ ۶۱۔ حیاتِ رسولؐ۔ ص ۱۳

○ ۶۲۔ ابراہیم سیالکوٹی۔ سیرت المصطفیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۱۵۲

○ ۶۳۔ سیرتِ رسولِ عربیؐ۔ ص ۵۶

"سیرتِ ابنِ ہشام میں محمد بن اسحاق کی روایت مذکورہ بالا میں تو یہ مذکور ہے کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے ساتھ آپؐ کے چچا حضرت حمزہؓ گئے لیکن علامہ ابوالقاسم عبدالرحمٰن سہیلی نے اس کی شرح "الروض الانف" میں لکھا ہے کہ نہیں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے ساتھ آپؐ کے چچا ابوطالبؑ گئے تھے اور انہی نے خطبۂ نکاح پڑھا اور وہی دین مہر کے کفیل ہوئے (ابراہیم سیالکوٹی۔ سیرت المصطفیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۶۸)"

○ ۶۴۔ سیرتِ وحلانیہ۔ ص ۳۰۸

○ ۶۵۔ نبیٔ رحمتؐ۔ ص ۱۱۰/ سیرتِ وحلانیہ۔ ص ۳۰۸/ سیرتِ رسولِ عربیؐ۔ ص ۵۶/ ڈاکٹر عزیز علی۔ مقام حضرت ابوطالبؑ۔ ص ۴٬۸

○ ۶۶۔ سیرتِ رسولِ عربیؐ۔ ص ۵۶

○ ۶۷۔ سیرتِ وحلانیہ۔ ص ۳۰۸

○ ۶۸۔ الرحیق المختوم۔ ص ۱۳۶/ ابوطالبؑ مظلومِ تاریخ۔ ص ۷۹٬۸۰

○ ۶۹۔ ابوطالبؑ مظلومِ تاریخ۔ ص ۸۱

○ ۷۰۔ الرحیق المختوم۔ ص ۱۰۷
○ ۷۱۔ محمد اسماعیل ظفر آبادی۔ ہادیٔ کونین۔ ص ۱۳۰، ۱۳۱
○ ۷۲۔ نبیٔ رحمت۔ ص ۱۳۲
○ ۷۳۔ فکر و نظر (ماہنامہ) ربیع الاول ۱۴۰۰ھ فروری ۱۹۸۰ء۔ ص ۳۹ (مضمون عربی نعت کا دورِ اول از ارشاد شاکر اعوان)
○ ۷۴۔ انوارِ محمدیہ۔ ص ۹۱
○ ۷۵۔ نبیٔ رحمت۔ ص ۱۳۳، ۱۳۴
○ ۷۶۔ ابراہیم سیالکوٹی۔ سیرت المصطفیٰ۔ جلد اول۔ ص ۲۷۶، ۲۷۷/ نبیٔ رحمت۔ ص ۱۳۳، ۱۳۴
○ ۷۷۔ ابنِ ہشام۔ سیرت النبیؐ کامل۔ جلد اول۔ ص ۲۸۰، ۲۸۱
○ ۷۸۔ فکر و نظر (ماہنامہ) ربیع الاول ۱۴۰۰ھ فروری ۱۹۸۰ء۔ ص ۳۹
○ ۷۹۔ ابراہیم سیالکوٹی۔ سیرت المصطفیٰ۔ جلد اول۔ ص ۹۵
○ ۸۰۔ الرحیق المختوم۔ ص ۱۷۰
○ ۸۱۔ سیرت النبی کامل۔ جلد اول۔ ص ۲۸۲، ۲۸۳
○ ۸۱الف۔ مختصر سیرت الرسولؐ۔ ص ۱۸۲، ۱۸۳
○ ۸۲۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۲۴۹/ سیرتِ محمدیہ۔ جلد اول۔ ص ۱۹۲
○ ۸۳۔ الرحیق المختوم۔ ص ۱۵۰، ۱۵۱
○ ۸۴۔ نبیٔ رحمت۔ ص ۱۴۴/ انوارِ محمدیہ۔ ص ۹۱
○ ۸۵۔ ابراہیم سیالکوٹی لکھتے ہیں کہ شعبِ ابی طالب پہاڑ کا ایک درہ تھا اور یہ زمین حضرت ابوطالبؓ کی تھی مگر حواشی میں سیرت النبیؐ نیز لائف آف محمدؐ نیز تاریخ حافظ ابنِ کثیر وغیرہ جلد ۳ صفحہ ۹۶ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ پہاڑ کا یہ درہ بنی ہاشم کا موروثی تھا۔ (سیرت المصطفیٰ۔ جلد اول۔ ص ۲۹۶)
○ ۸۶۔ مختصر سیرۃ الرسولؐ۔ ص ۱۸۳

○ ۸۷۔ ابراہیم سیالکوٹی۔ سیرت المصطفیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۲۹۵، ۲۹۶/ احمد بن زینی دحلان مکی۔ اسنی المطالب فی نجاتِ ابی طالبؓ۔ ص ۳۰ (مترجم صائم چشتی)

○ ۸۸۔ نبیؐ رحمتؐ۔ ص ۱۴۰

○ ۸۹۔ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے حضرت ابوطالبؓ سے فرمایا کہ جو عہد نامہ قریش نے لکھوایا تھا، اس کو خداتعالیٰ کے حکم سے دیمک نے چاٹ لیا ہے۔ حضرت ابوطالبؓ نے کہا، کیا اس خبر کی اطلاع اللہ تعالیٰ نے دی ہے۔ حضور (صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم) نے اقرار کیا تو حضرت ابوطالبؓ نے فرمایا۔ خدا کی قسم آپؐ کے سامنے کوئی نہیں آئے گا۔ پھر وہ قریش کے پاس گئے اور کہا کہ اے گروہِ قریش! میرے بھتیجے نے بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس عہد نامہ پر دیمک کو مسلط کر دیا ہے اور صرف اللہ تعالیٰ کا پاک نام باقی رہا ہے۔ اس لیے فوراً اس عہد نامہ کو حاضر کرو۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم سچے نکلے تو تم ہم پر ظلم کرنے والے اور ہم سے قطع رحمی کرنے والے ثابت ہو گے اور اگر تم لوگوں کی بات سچ نکلی تو ہم سمجھ لیں گے کہ ہم باطل پر تھے اور تم حق پر ہو۔ قریش فوراً اٹھے اور عہد نامہ لے آئے مگر اس کو ویسا ہی پایا جیسا کہ نبیؐ برحق (صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم) نے فرمایا تھا۔ (ابراہیم سیالکوٹی۔ سیرت المصطفیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۳۱۷، ۳۱۸)/ احمد بن زین دحلان مکی۔ اسنی المطالب فی نجاتِ ابی طالبؓ۔ ص ۳۲

○ ۹۰۔ قریش کے کچھ باضمیر و عالی حوصلہ اشخاص جن میں ہشام بن عمرو بن ربیعہ، زہیر بن ابی امیہ اور مطعم بن عدی بھی شریک تھے۔ انہوں نے اس ظالمانہ معاہدہ کے خلاف ناپسندیدگی کا اظہار کیا (نبیؐ رحمتؐ۔ ص ۱۴۱)

○ ۹۱۔ عہد نامہ کو دیمک کے کھا جانے کے بعد پانچ افراد معلم بن عدی، عدی بن قیس، زمعہ بن الاسود، ابوالبختری اور زہیر سب ہتھیار باندھ کر بنو ہاشم کے پاس گئے اور انہیں شعبِ ابی طالب کے درہ سے نکال لائے۔ محصورینِ شعبِ ابی طالب کے نکلنے سے قریش نے کوئی مزاحمت نہ کی کیونکہ انہیں اچھی طرح معلوم ہو چکا تھا کہ

ایسی زبردست جماعت پیدا ہو چکی ہے جو مسلمانوں پر تشدد کا ہاتھ ڈالنے کی مساعی میں ہتھیاروں سے مقابلہ کرے گی (ابراہیم سیالکوٹی۔ سیرت المصطفیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۳۱۸، ۳۱۹)

○ ۹۲۔ الرحیق المختوم۔ ص ۱۹۰، ۱۹۱/ مختصر سیرۃ الرسولؐ۔ ص ۱۸۴/ ابراہیم سیالکوٹی۔ سیرت المصطفیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۲۹۹، ۳۰۰

○ ۹۳۔ شیخ عبداللہ۔ مختصر سیرۃ الرسولؐ۔ ص ۱۸۴۔۱۹۱

○ ۹۴۔ شرف النبی۔ ص ۵۱

○ ۹۵۔ شیخ محمد رضا۔ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۴۸

○ ۹٦۔ رسالتمآبؐ۔ ص ۲۵

○ ۹۷۔ سیرتِ سرورِ عالمؐ۔ جلد دوم۔ ص ۱۰۱

○ ۹۸۔ الخصائص الکبریٰ۔ جلد اول۔ ص ۱۵۱

○ ۹۹۔ رسالتمآبؐ۔ ص ۲۵

○ ۱۰۰۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۸۷، ۸۸

○ ۱۰۱۔ ابوطالبؓ مظلومِ تاریخ۔ ص ۸۵

○ ۱۰۲۔ ایضاً۔ ص ٦٦، ٦۷

○ ۱۰۳۔ علی حسین شیفتہ (مرتب) کلامِ ابی طالبؓ۔ ص ۴۸

○ ۱۰۴۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۲۴۸

○ ۱۰۵۔ محمد احمد باشمیل۔ غزوۂ موتہ۔ ص ۳۴٦

○ ۱۰٦۔ انوارِ محمدیہؐ۔ ص ٦۸، ٦۹

○ ۱۰۷۔ ابراہیم سیالکوٹی۔ جلد اول۔ ص ۳۲۳

○ ۱۰۸۔ الرحیق المختوم۔ ص ۱۹۹ (حاشیہ)

○ ۱۰۹۔ سلمان منصور پوری۔ رحمۃ للعالمینؐ۔ جلد اول۔ ص ٦۵

○ ۱۱۰۔ مختصر سیرۃ الرسولؐ۔ ۱۹۷

○ ۱۱۱۔ شرف النبیؐ۔ ص ۱۹۷

حضرت فاطمہؓ بنتِ اسد

نام و نسب

ان کا نام فاطمہؓ ہے اور یہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے جانثار اور محبوب چچا حضرت ابوطالبؓ کی بیوی اور حضرت علیؓ المرتضیٰ کی والدہ ہیں اور ان کے والد کا نام اسد بن ہاشم بن عبدِ مناف ہے(۱)۔ حضرت ہاشمؓ کی چھ بیویاں تھیں۔ ۱۔ سلمٰی بن عمرو بن زید بخاری ۲۔ ہند بنت عمرو بن ثعلبہ الخزرجی ۳۔ قیلہ الملقب بہ جزور بنت عامر بن مالک بن جزعہ ۴۔ امیمہ بنت عدی بن عبداللہ بن دینار ۵۔ واقدہ بنت ابی عدی (از بنو مازن) ۶۔ عدی بنت حبیب (از بنو ثقیف)(۲)۔ ان بیویوں سے حضرت ہاشم کے چار بیٹے اور پانچ بیٹیاں تھیں۔ بیٹوں میں اسد(۳)، ابو صیفی، نضلہ اور حضرت عبدالمطلبؓ شامل ہیں۔ لڑکیوں میں شفا، خالدہ، ضعیفہ، رقیہ اور جنتہ ہیں(۴)۔ اس طرح حضرت فاطمہؓ حضرت عبدالمطلبؓ کی بھتیجی تھیں(۵)۔ حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے چچا ابوطالبؓ کی یہ بیوی، حضرت فاطمہ بنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی خوشدامن تھیں(۶)۔

خصوصیاتِ فاطمہؓ

حضرت فاطمہؓ بنتِ اسد بن ہاشم کو بہت خصوصیات حاصل ہیں مثلاً وہ ایک شفیق خاتون تھیں(۷)۔ ان کی طبع فیاض اور دل مہرو شفقت والا تھا(۸)۔ یہ نہایت نیک مزاج اور شریف خصلت خاتون تھیں(۹)۔ حضرت فاطمہؓ بنتِ اسد اپنے بچپن ہی سے نہایت اعلیٰ اوصاف و خصائل کی مالکہ تھیں(۱۰)۔ حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم سے یہ خاتون ماں جیسی محبت کرتیں اور حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کو بھی ان سے بہت الفت تھی(۱۱)۔ حضرت فاطمہؓ بنتِ اسد نہایت صالح بی بی تھیں۔ حضورِ اکرم صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی زیارت کے لیے ان کے گھر تشریف لاتے اور ان کے گھر میں آرام فرماتے(۱۲)۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اکثر ان کی شفقت، شرافت اور خصائل حمیدہ کی تحسین فرمائی(۱۳)۔ ایک مرتبہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؓ کو ریشم کا ایک ٹکڑا دیا اور فرمایا کہ "اس کے حصے کر کے فواطم میں تقسیم کر دو"۔ فواطم یہ ہیں حضرت فاطمہؓ بنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت فاطمہؓ بنتِ حمزہ(۱۴) اور فاطمہؓ بنتِ اسد(۱۵)۔

صرف پانچ افراد کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی قبر میں لیٹے۔ ان میں تین عورتیں اور دو مرد ہیں۔ عورتوں میں حضرت خدیجہؓ، حضرت عائشہؓ کی والدہ ام رومان اور حضرت فاطمہؓ بنتِ اسد ہیں اور مردوں میں حضرت خدیجہؓ کے صاحبزادے جن کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی گود میں پرورش کی تھی اور دوسرے عبداللہ اعزنی جن کو ذوالبجادین(۱۶) کہتے ہیں(۱۷)۔ حضرت فاطمہؓ بنتِ اسد شعر و شاعری میں بھی درک رکھتی تھیں۔

حضرت فاطمہؓ بنتِ اسد کی بڑی خصوصیات میں سے ایک ان کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پرورش میں حصہ لینا(۱۹) اور دوسرا حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انہیں "امی بعد امی" کہنا ہے(۲۰)۔

حضرت ابوطالبؓ سے نکاح

حضرت فاطمہؓ نے قریش کے معزز ترین گھرانے میں آنکھیں کھولیں اور اسی میں پروان چڑھیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ بچپن ہی سے نہایت اعلیٰ اوصاف و خصائل کی مالک تھیں۔ چنانچہ حضرت عبدالمطلبؓ کی نگاہ گوہر شناس نے انہیں بہو بنانے کے لیے منتخب کر لیا اور اپنے فرزند عبدِ مناف (حضرت ابوطالبؓ) سے ان کا نکاح کر دیا(۲۱)۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پرورش

حضرت ابوطالبؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو نہایت محبت سے پالا تھا۔ اور ہر موقع پر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ساتھ دیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پرورش و خدمت اور محبت میں حضرت فاطمہؓ بنتِ اسد حضرت ابوطالبؓ سے کسی طرح کم نہ تھیں(۲۲) اور انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کھلانے پلانے میں آپؐ کا خاص خیال رکھا(۲۳)۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حسن تربیت میں اس نیک چچی کا بھی بڑا دخل ہے(۲۴)۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کی وفات پر فرمایا "آپؓ خود بھوکی رہتی تھیں، مجھے کھانا کھلاتی تھیں۔ آپ کو خود لباس کی ضرورت ہوتی تھی لیکن مجھے پہناتی تھیں۔ یہ میری ماں کے بعد میری ماں تھیں"(۲۴۔الف)۔

حضرت فاطمہؓ بنتِ اسد کا ایمان

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دعوت حق کا آغاز کیا تو بنو ہاشم نے اس موقع پر آپؐ کا سب سے زیادہ ساتھ دیا(۲۵)۔ حضرت فاطمہؓ بنتِ اسد کے بیٹے حضرت علیؓ دعوت حق پر لبیک کہنے والے پہلے نوجوان تھے(۲۶)۔ خود حضرت فاطمہؓ بھی اس دعوت پر صدقِ دل سے ایمان لائیں(۲۷)۔

شِعَبِ ابی طالب کی محصوری

سن ۷ نبوی میں جب مشرکین مکہ نے فیصلہ کیا کہ جب تک بنو ہاشم اور بنو مطلب محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو قتل کر کے ہمارے حوالے نہ کر دیں گے، کوئی شخص ان سے کسی قسم کا تعلق نہیں رکھے گا۔ نہ ان کے پاس کوئی چیز فروخت کی جائے گی اور نہ ان سے رشتہ ناتا رکھا جائے گا۔ اس فیصلے کو معرضِ تحریر میں لا کر ہر قبیلے کے نمائندے نے اس پر دستخط کیے اور اسے کعبہ کے دروازے پر لگا دیا گیا۔ جب حضرت ابوطالبؓ کو اس معاہدہ کا علم ہوا تو وہ بنو ہاشم اور بنو مطلب کو لے کر

شعبِ ابی طالب میں پناہ گزین ہو گئے اور تین برس تک شعبِ ابی طالب میں مصائب و مشکلات کا سامنا کرتے رہے۔ اس موقع پر حضرت فاطمہؓ بنتِ اسد بھی تھیں۔ انہوں نے بھی اپنے اہلِ کنبہ کے ساتھ کمال درجے کی ہمت اور استقامت کا مظاہرہ کیا(۲۸)۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا دست بازو بنیں

حضرت ابوطالبؓ کی وفات کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سرپرستی کی ذمہ داری حضرت فاطمہؓ بنتِ اسد نے اٹھالی اور اپنے فرزندوں سے بڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر شفیق تھیں(۲۹)۔

اسی لیے حضرت فاطمہؓ بنتِ اسد کی وفات کے بعد آپ نے انہیں اپنی قمیص عطا فرمائی اور ان کی قبر میں لیٹے تو صحابہؓ نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) آپ نے ایسا کیوں کیا تو آپؐ نے فرمایا۔ ابوطالبؓ کے بعد میرے ساتھ کسی اور نے ان سے بڑھ کر عمدہ سلوک نہیں کیا(۳۰)

ہجرتِ مدینہ

جب مسلمانوں کو ہجرت(۳۱) کرنے کی اجازت ملی تو حضرت فاطمہؓ بنتِ اسد نے بھی مدینہ کی طرف ہجرت کی(۳۲)۔

بنتِ رسولؐ اللہ ان کی بہو بنیں

ہجرت مدینہ کے دو یا تین سال کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بیٹی فاطمہؓ الزہرا کی شادی حضرت فاطمہؓ بنتِ اسد کی بیٹے حضرت علیؓ سے ہوئی(۳۳)۔ چونکہ اہلِ بیتِ اطہار کی زندگی نہایت سادہ تھی اس لیے گھر کا سارا کام خود ہی کر لیا جاتا تھا۔ چنانچہ اس موقع پر حضرت علیؓ نے اپنی والدہ سے کہا کہ میں پانی بھروں گا اور باہر کا کام کروں گا اور فاطمہؓ بنتِ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) چکی پیسنے اور

آٹا گوندھنے میں آپ کی مدد کریں گی(۳۴)۔

حضرت فاطمہؓ کی وفات

حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ ہم حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ مجلس میں بیٹھے تھے کہ ایک شخص نے آکر اطلاع دی کہ حضرت علیؓ، جعفرؓ اور عقیلؓ کی والدہ کے انتقال ہو گیا ہے۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا "قُوْمُوْا اِلٰی اُمِّیْ" یعنی میری والدہ کے احترام میں اٹھ جاؤ۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ ہم سب اٹھ گئے اور سب دارِ وفات پہنچے(۳۵)۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان کے سرہانے آ بیٹھے اور فرمایا "اے میری ماں کے بعد میری ماں! اللہ تجھ پر رحم کرے" اور ان کی تعریف کی(۳۶)۔ حافظ ابنِ عبدالبر نے استیعاب میں حضرت ابن عباس کی روایت سے لکھا ہے کہ جب حضرت علیؓ کی والدہ فوت ہوئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کو کفن کے لیے اپنی قمیص دی(۳۷)۔ پھر حضرت اسامہؓ بن زید، حضرت ابوایوب انصاریؓ، عمرؓ بن خطاب اور ایک سیاہ فام غلام کو بلایا۔ انہوں نے قبر کھودی(۳۸)۔ جب حضرت فاطمہؓ بنتِ اسد کا جنازہ باہر آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جنازہ کا پایہ اپنے شانۂ مبارک پر رکھا اور راستے میں کبھی جنازہ سے آگے اور کبھی اس کے پیچھے چلتے تھے(۳۹)۔ جب جنازہ چلا تو جنازے کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دوبار کندھا دیا اور پھر دو بار دائیں طرف اور دو بار بائیں طرف سے کندھا دیا(۴۰)۔ جب لحد تک پہنچے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خود قبر میں داخل ہوئے اور اپنے ہاتھ سے مٹی نکالی اور اس میں لیٹے اور پھر دعا فرمائی(۴۱) "یا اللہ میری ماں فاطمہؓ بنتِ اسد کو بخش دے اور اس پر اس کی قبر کو کشادہ کر دے۔ بوسیلہ اپنے نبیؐ کے اور ان نبیوں کے جو مجھ سے پہلے ہوئے ہیں کیونکہ تو الرحیم الرحمان ہے"(۴۲)۔ اور ان کی قبر میں لیٹے(۴۳)۔ قرطبی کی التذکرہ میں ہے کہ فاطمہ بنتِ اسد بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی برکت سے قبر کی تنگی

سے محفوظ ہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان کی قبر میں اترے(۴۴) وہ جنت البقیع میں دفن ہیں(۴۵)۔

ان کے لیے خدا تعالیٰ کا انعام

ایک روایت ہے کہ اس موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ستر ہزار فرشتوں کو حضرت فاطمہؓ بنتِ اسد پر درود پڑھنے کا حکم دیا ہے(۴۶)۔

حضرت فاطمہؓ کی اولاد

فاطمہؓ بنتِ اسد پہلی ہاشمیہ تھیں جن کے بطن سے ہاشمی نسل چلی(۴۷)۔ اسد الغابہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ اسد بن ہاشم کے خاندان میں سوائے ان کے سب کی نسل ختم ہو گئی(۴۸)۔ حضرت ابوطالبؓ اور حضرت فاطمہؓ بنتِ اسد کی اولاد میں طالبؓ(۴۹)، عقیلؓ(۵۰)، جعفرؓ(۵۱) اور حضرت علیؓ(۵۲) شامل ہیں اور بیٹیوں میں ام ہانی(۵۳) اور جمانہ(۵۴) ہیں۔ چاروں بیٹوں میں دس دس سال کا فرق ہے(۵۵)۔

حواشی

○ ۱۔ نیاز فتح پوری۔ صحابیات۔ ص ۱۹۶
○ ۲۔ محمد اسماعیل ظفر آبادی۔ ہادیٔ کونینؐ۔ ص ۱۲۵، ۱۲۶
○ ۳۔ اسد بن ہاشم کی والدہ کا نام قیلہ بنت عامر الخزاعی ہے۔(اصح السیر ص ۲)
ہاشم کی بیوی " قیلہ کی عرفیت جزور ہے۔ یہ عامر بن مالک بن جذیمہ کی بیٹی تھیں۔ یہ لوگ قبیلہ خزاعہ میں سے تھے۔ قیلہ کے دادا جذیمہ بہت خوش آواز تھے۔ اس لیے انھیں مصطلق کہتے ہیں۔ وہ بہت تُرمیں تھے۔ اس لیے انھیں یہ لقب ملا۔ اپنے قبیلہ کے پہلے مشہور گلوکار وہی ہیں۔ قیلہ کے ہاں ایک لڑکا ہوا۔ ان کا نام اسد ہے۔" (ہاشم کے تجارتی کارواں بمعہ ارض القرآن۔ ص ۱۴۳، ۱۴۴)

○ ۴۔ الرحیق المختوم۔ ص ۹۳

○ ۵۔ سیر الصحابیات۔ ص ۱۳۸

○ ۶۔ تذکارِ صحابیات۔ ص ۱۳۸

○ ۷۔ علی اصغر چودھری۔ حضرت محمدؐ ولادت سے نزولِ وحی تک۔ جلد اول۔ ص ۶۷

○ ۸۔ ابراہیم سیالکوٹی۔ سیرت المصطفیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۱۳۳

○ ۹۔ صحابیات۔ ص ۱۹۶

○ ۱۰۔ تذکارِ صحابیات۔ ص ۱۳۸

○ ۱۱۔ ابراہیم سیالکوٹی۔ سیرت المصطفیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۱۳۳

○ ۱۲۔ سیر الصحابیات۔ ص ۱۳۹/ صحابیات۔ ص ۱۹۷/ ابراہیم سیالکوٹی۔ سیرت المصطفیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۱۳۴

○ ۱۳۔ تذکارِ صحابیات۔ ص ۱۵۱/ صحابیات۔ ص ۱۹۷

○ ۱۴۔ حضرت فاطمہؓ بنتِ حمزہ حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلبؓ کی بیٹی تھیں۔ جنگِ احد میں ان کے والد حضرت حمزہؓ شہید ہو گئے۔ جنگ کے خاتمے پر جب مجاہد مسلمان مدینہ منورہ میں داخل ہو رہے تھے تو اس موقع پر یہ بھی اپنے باپ حضرت حمزہؓ کے استقبال کے لیے آئیں۔ انہیں حضرت حمزہؓ کی شہادت کا علم نہ تھا۔ اپنے باپ کی بھوک اور پیاس کے خیال سے شیر و خرما لائی تھیں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لشکر جوق در جوق آ رہا تھا تو یہ ادھر ادھر نگاہیں دوڑا کر اپنے باپ کو ڈھونڈ رہی تھیں۔ جب باپ کہیں نظر نہ آئے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ کو دیکھ کر ان سے پوچھنے لگیں کہ میرے والد کہاں ہیں۔ وہ ان لشکریوں میں نظر کیوں نہیں آتے۔ حضرت ابوبکرؓ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ جب بتانے کی ہمت نہ ہوئی تو کہنے لگے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آنے ہی والے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر یہ بھاگیں اور آپؐ کے گھوڑے کی باگ پکڑ کر پوچھا یا رسولُ اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) میرے باپ کہاں ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "میں تیرا باپ ہوں"

حضرت فاطمہؓ رونے لگیں۔ انہیں روتا دیکھ کر تمام صحابہ رونے لگے۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا "میں نے اس کو یعنی فاطمہؓ بنتِ حمزہ کو اپنی فرزندی میں لے لیا ہے"۔(المشاہد۔ ص ۵۰)

ابنِ حجر لکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علیؓ کو ریشم کو حلّہ ہدیہ میں دیا اور فرمایا کہ ان کو فواطم میں تقسیم کر دو۔ اس پر حضرت علیؓ نے اس کپڑے کے چار دوپٹے بنائے۔ ایک دوپٹہ حضرت فاطمہؓ بنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے' ایک فاطمہؓ بنتِ اسد' ایک فاطمہؓ بنتِ حمزہؓ اور ایک چوتھی فاطمہ کو بھی دیا جس کا راوی نے ذکر نہیں کیا۔ مگر یہاں ابنِ حجر لکھتے ہیں کہ وہ فاطمہ شاید عقیلؓ کی بیوی ہیں۔(اصابہ فی تمیز الصحابہ۔ ص ۳۸۱)

○ ۱۵۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۱۳۲

○ ۱۶۔ ان کا نام عبداللہ بن العزّٰی تھا اور ذوالبجادین اس لیے رکھا گیا کہ یہ اپنی قوم کے لوگوں سے اسلام کے لیے جھگڑا کرتے تھے اور اس لیے ان کے عزیزوں نے ان کی زندگی تنگ کر رکھی تھی۔ یہاں تک کہ ان کی یہ حالت ہو گئی تھی کہ جسم پر صرف ایک بجاد یعنی موٹی اور کھردری چادر رہ گئی تھی۔ آخر کار یہ اپنی قوم سے بھاگ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آ گئے۔ جب قریب ہوئے تو انہوں نے اپنی چادر پھاڑ کر دو ٹکڑے کیا اور ایک ٹکڑے کو تہ بند اور دوسرے کو چادر بنا لیا اور دربارِ رسالتؐ میں جا پہنچے (سیرت النبیؐ کامل۔ جلد دوم۔ ص ۱۳۳'۱۳۴/ مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۵۹۰۔۵۹۲) اور اپنا نام بتایا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تمہارا نام عبداللہ اور لقب ذوالبجادین یعنی دو چادروں والا ہے۔ تم ہمارے قریب رہو۔ یہ اصحابِ صفّہ میں اس جگہ رہتے تھے جہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مہمان ٹھہرا کرتے تھے اور یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے قرآنِ پاک پڑھا کرتے تھے۔ یہ مسجدِ نبویؐ میں اتنی بلند آواز سے قرائت کرتے کہ ایک بار حضرت عمرؓ نے ان کی شکایت کی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ اس کو کچھ نہ

کہو، یہ اپنوں کا نکالا ہوا ہے اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف ہجرت کرنے والا ہے۔ جب غزوۂ تبوک کا لشکر جانے لگا تو یہ دربارِ رسالتؐ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا میری خواہش ہے کہ میں شہید ہو جاؤں، آپؐ دعا کریں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا جاؤ کسی درخت کی چھال لے آؤ۔ یہ لے آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کے بازو پر باندھ کر دعا کی کہ خدایا، میں اس کے خون کو کافروں پر حرام کرتا ہوں۔ حضرت عبداللہ نے عرض کی مجھے تو شہادت کی آرزو ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ جب تم جہاد کی نیت سے نکلو اور بخار سے فوت ہو جاؤ تو بھی تم شہید ہو گے۔ ایسا ہی ہوا کہ جب تبوک پہنچے تو انہیں بخار آیا اور یہ شہید ہو گئے۔ (مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۵۹۱، ۵۹۲) حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کے لیے قبر کھدوائی اور اس قبر میں لیٹے اور اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی "اے اللہ! میں اس سے خوش ہو گیا ہوں۔ تو بھی خوش ہو جا۔" (سیرت النبیؐ کامل۔ جلد دوم۔ ص ۶۳۳، ۶۳۴/ حیاتِ طیبہ میں پیر کے دن کی اہمیت۔ ص ۲۴۵۔۲۴۷)

○ ۱۷۔ تاریخِ مدینہ۔ ص ۱۷۹، ۱۸۰/ سیرتِ رسولِؐ عربی۔ ص ۸۳۶

○ ۱۸۔ تذکارِ صحابیات۔ ص ۱۴۸

○ ۱۹۔ سیرتِ رسولِؐ عربی۔ ص ۸۲۷

○ ۲۰۔ مدینۃ الرسولؐ۔ ص ۱۸۵

○ ۲۱۔ تذکارِ صحابیات۔ ص ۱۴۸

○ ۲۲۔ ابراہیم سیالکوٹی۔ سیرت المصطفیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۱۳۲

○ ۲۳۔ سیرتِ رسولِؐ عربی۔ ص ۸۲۷/ حضرت محمدؐ ولادت سے نزولِ وحی تک۔ ص ۶۷/ نبی اکرمؐ کاشانۂ نبویؐ میں۔ ص ۲۶

○ ۲۴۔ ابراہیم سیالکوٹی۔ سیرت المصطفیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۱۳۲

○ ۲۴الف۔ تذکارِ صحابیات۔ ص ۱۴۷

○ ۲۵۔ سیر الصحابیات۔ ص ۱۳۸/ صحابیات۔ ص ۱۹۶
○ ۲۶۔ حضرت علیؓ کی عمر قبول اسلام کے وقت دس سال تھی۔ (افروغ حسن، حافظ۔ ازواجِ مطہرات۔ جلد اول۔ ص ۱۱۱)
○ ۲۷۔ حضرت محمدؐ ولادت سے نزولِ وحی تک۔ ص ۲۱۸ حاشیہ/ ابراہیم سیالکوٹی۔ سیرت المصطفیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۱۳۳
○ ۲۸۔ تذکارِ صحابیات۔ ص ۱۴۹، ۱۵۰
○ ۲۹۔ ایضاً۔ ص ۱۵۱
○ ۳۰۔ اسد الغابہ۔ جلد ۱۰۔ ص ۲۰۱/ سیر الصحابیات۔ ص ۱۳۹/ صحابیات۔ ص ۱۹۷/ سلمان منصور پوری۔ رحمۃ للعالمینؐ۔ جلد دوم۔ ص ۷۹/ ابراہیم سیالکوٹی۔ سیرت المصطفیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۱۳۴/ تاریخ مدینہ۔ ص ۱۷۹
○ ۳۱۔ نیاز فتح پوری لکھتے ہیں "بعض کا خیال ہے کہ ہجرت سے پہلے فوت ہوئیں لیکن اس کو خیال سے زیادہ وقعت نہیں۔ صحیح یہ ہے کہ ان کی وفات ہجرت کے بعد ہوئی۔" (صحابیات۔ ص ۱۹۷) ابنِ اثیر نے بھی اس کی تغلیط کی ہے کہ وہ ہجرت سے پہلے فوت ہوئی تھیں بلکہ انہوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کی اور وہیں وفات پائی۔ (اسد الغابہ۔ جلد ۱۰۔ ص ۲۰۰)
○ ۳۲۔ سیر الصحابیات۔ ص ۱۳۸
○ ۳۳۔ تذکارِ صحابیات۔ ص ۱۵۰
○ ۳۴۔ صحابیات۔ ص ۱۹۶
○ ۳۵۔ نقوش۔ جلد ۹۔ ص ۱۲۶
○ ۳۶۔ سیرتِ رسولِ عربیؐ۔ ص ۸۲۶
○ ۳۷۔ ابراہیم سیالکوٹی۔ سیرت المصطفیٰؐ۔ ص ۱۳۴/ محمد عبدالمعبود۔ تاریخ المدینۃ المنورہ۔ ص ۳۵۹
○ ۳۸۔ حضرت محمدؐ ولادت سے نزولِ وحی تک۔ ص ۲۱۸ حاشیہ/ سیرتِ رسولِ عربیؐ۔

ص ۸۲۶

○ ۳۹۔ تاریخِ مدینہ۔ ص ۱۷۹

○ ۴۰۔ نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۹۔ ص ۲۲۶

○ ۴۱۔ مدینۃ الرسولؐ۔ ص ۱۸۶

○ ۴۲۔ حضرت محمدؐ ولادت سے نزولِ وحی تک۔ ص ۲۱۸ (حاشیہ)

○ ۴۳۔ سیرالصحابیات۔ ص ۱۳۹

○ ۴۴۔ الخصائص الصغریٰ (اردو ترجمہ) ص ۹۷

○ ۴۵۔ تاریخِ مدینہ۔ ص ۱۷۸/ مدینۃ الرسولؐ۔ ص ۱۸۶/ نقوش رسولؐ نمبر۔ جلد ۹۔ ص ۲۲۶

○ ۴۶۔ تذکارِ صحابیات۔ ص ۱۵۱

○ ۴۷۔ کتاب المعارف۔ ص ۱۰۳

○ ۴۸۔ اسد الغابہ۔ جلد ۱۰۔ ص ۲۰۱

○ ۴۹۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دادا کی وفات کے بعد حضرت ابوطالبؓ کی سرپرستی میں آئے تو اس وقت حضرت ابوطالبؓ کا صرف ایک ہی کم سن بیٹا طالب تھا (علی اصغر چودھری۔ حضرت محمدؐ۔ جلد اول۔ ص ۶۷)۔ مودودی لکھتے ہیں کہ طالبؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہم عمر تھے (سیرتِ سرورِ عالمؐ۔ جلد دوم۔ ص ۱۰۱)۔ طالب اپنے والد حضرت ابوطالبؓ کی وفات کے فوراً بعد ایمان لائے بغیر فوت ہو گئے تھے۔ (ہادیؐ کونینؐ۔ ص ۱۳۱)۔ طالب لاولد فوت ہوئے۔ (کتاب المعارف۔ ص ۱۰۳/ شرف النبیؐ۔ ص ۱۹۷)

○ ۵۰۔ حضرت عقیلؓ بن ابوطالبؓ صلح حدیبیہ سے پہلے ایمان لائے اور غزوۂ موتہ میں شریک ہوئے۔ عقیلؓ واقعات اور انساب عرب کے بڑے واقف تھے اور اس علم میں انہیں خاص امتیاز حاصل تھا۔ ان کی کنیت ابویزید تھی۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بار ان سے فرمایا "اے ابویزید! میں تم سے دوگونہ محبت رکھتا

ہوں۔ ایک تو محبتِ قرابت۔ دوم اس لیے کہ مجھے علم ہے کہ میرے چچا کو تم سے محبت تھی"۔ (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو حضرت ابوطالبؓ سے اس قدر محبت تھی کہ ان کی ہر محبوب چیز کو آپؐ زیادہ محبوب رکھتے تھے)۔

ان کا انتقال سلطنتِ امیر معاویہ میں ہوا تھا۔ مسلم بن عقیل جو امام حسینؓ کے نائب بن کر کوفہ گئے تھے اور پنجشنبہ ۳ ذی الحجہ ۵۹ ھ کو شہید ہوئے۔ وہ انہی کے فرزند تھے۔ حضرت عقیل بن ابوطالبؓ کے دو بیٹے محمد اور عبدالرحمٰن اور ایک پوتا عبداللہ بن مسلم بھی کربلا میں شہید ہوئے تھے (سلمان منصور پوری۔ رحمۃ للعالمینؐ۔ جلد دوم۔ ص ۷۵)

○ ۵۱۔ بنو عبد مناف میں پانچ اشخاص ایسے تھے جن کی شکل و صورت حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ملتی جلتی تھی۔ ان پانچ افراد میں حضرت جعفرؓ بن ابوطالبؓ بھی شامل ہیں (حیاتِ صحابہؓ کے چند درخشاں پہلو۔ ص ۱۰۷) پہلے ہجرتِ حبشہ میں یہ مہاجرین کے سردار تھے اور انہوں نے شاہِ حبشہ اصحمہ نجاشی کے سامنے اس کے دربار میں تقریر بھی کی تھی۔ جب یہ حبشہ سے واپس آئے تو معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم غزوہ خیبر کے لیے تشریف لے گئے ہیں۔ اس لیے حضرت جعفرؓ بھی خیبر پہنچے۔ انہیں دیکھ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا "میں نہیں کہہ سکتا کہ مجھے خیبر کی خوشی زیادہ ہے یا جعفرؓ کے آنے کی"۔ حضرت جعفرؓ کے چار بیٹے تھے۔ (سلمان منصور پوری۔ رحمۃ للعالمینؐ۔ جلد دوم۔ ص ۷۶، ۷۷) حضرت عبداللہؓ بن جعفرؓ کہتے ہیں کہ ہمارے والد کے انتقال کے بعد ہماری والدہ نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ہماری یتیمی اور اپنے غم کا اظہار کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا "کیا تو ان کی ناداری سے ڈرتی ہے حالانکہ میں دنیا اور آخرت میں ان کا ولی ہوں"۔ (الاصابہ فی تمیزالصحابہ۔ جلد ۱۔ ص ۲۳۹)۔ "حضرت جعفرؓ بڑے فیاض اور سخی تھے۔ غربا و مساکین کو کھانا کھلا کر بڑی راحت محسوس کرتے تھے۔ اکثر ان کو ساتھ لے جا کر ان کی خاطر مدارات کیا کرتے تھے۔ نورِ مجسم صلی

اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپؓ کو ابوالمساکین سے خطاب فرمایا کرتے تھے۔ آپؐ ان کو اس طرح بھی فرماتے تھے ''جعفرؓ تمہاری فطرت میری فطرت کے مشابہ ہے اور تمہاری خصلت میری خصلت سے مشابہ ہے۔ تم مجھ سے ہو اور میرے شجرے سے ہو''(نواز رومانی۔ جرنیل صحابہؓ۔ ص ۲۳۳)

○ ۵۲۔ حضرت علیؓ بن ابوطالبؓ کی عمر تقریباً چار پانچ برس کی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انہیں اپنی سرپرستی میں لے لیا۔ اور اس کے بعد وہ ہر وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہمراہ رہے (فضل اللہ بہاری عظیم آبادی، مولوی۔ سیرت اسد اللہ الغالب علیؓ بن ابی طالبؓ۔ ص ۹) حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا ''کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ میرے ساتھ تم کو وہی نسبت حاصل ہو جو ہارون کو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھی، حالانکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں''۔ ایک بار فرمایا کہ ''میری امت سے سب سے زیادہ رحم دل ابوبکرؓ خدا کے بارے میں سب سے زیادہ بولنے والے عمرؓ سب سے زیادہ حیا دار عثمانؓ اور سب سے بڑے قاضی علیؓ ہیں''(ابن عبدالشکور۔ سیرتِ ابوترابؓ۔ ص ۵۹، ۶۰)۔ حضرت علیؓ بچوں میں سب سے پہلے ایمان لائے (عبدالنبی کوکب، حضرت علیؓ مرتضیٰؓ۔ ص ۱۰)

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی بیٹی فاطمہؓ زہرا کی شادی حضرت علیؓ سے نہایت سادگی سے کردی۔ (یونس ادیب۔ حضرت علیؓ۔ ص ۱۲)

مواخاتِ مدینہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علیؓ کو اپنا بھائی بنایا تھا۔ یہ ان چار خلفاء میں سے ہیں جو راشدین المہدیین کے لقب سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زبانِ مبارک سے موصوف کیے گئے اور ان دس میں سے ہیں جن کو نام بنام بشارت جنت ان کی زندگی میں دی گئی تھی۔ غزوۂ تبوک کے علاوہ تمام غزوات میں شریک رہے اور نمایاں رہے۔ غزوۂ تبوک میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انہیں مدینۂ منورہ میں چھوڑا تھا۔ حضرت فاطمہؓ زہرا کے بطن سے دو فرزند حضرت امام حسنؓ و حسینؓ اور دو بیٹیاں حضرت امِ کلثومؓ و زینبؓ تھیں اور دیگر ازواج

سے ۱۸ بیٹے اور ۱۶ بیٹیاں ان کی اولاد میں شامل ہیں۔ ابوالحسن کنیت فرماتے تھے اور ابوتراب کنیت پر جو عطیۂ رسولؐ ہے، فخر کیا کرتے تھے (سلمان منصور پوری۔ اصحاب بدر۔ ص ۸۱، ۸۴)

حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے فرمایا "میں علم ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں"۔ ایک بار حضرت علیؓ کے سامنے ایک مقدمہ پیش ہوا جس کا فیصلہ حضرت علیؓ کی نکتہ سنجی کی روشن دلیل ہے۔ "دو شخص تھے جن میں سے ایک کے پاس پانچ اور دوسرے کے پاس تین روٹیاں تھیں۔ جب وہ کھانے کے لیے بیٹھے تو ایک تیسرا آدمی آ گیا۔ کھانے کے بعد اس تیسرے آدمی نے آٹھ درہم روٹیوں کی قیمت ادا کی اور چلا گیا۔ اب جس کی پانچ روٹیاں تھیں اس نے پانچ درہم لے کر باقی تین درہم تین روٹیوں والے کو دے دیے مگر تین روٹیاں والا نصف حصہ یعنی پانچ درہم مانگ رہا تھا آخر یہ فیصلہ حضرت علیؓ کے سامنے پیش ہوا۔ انہوں نے تین روٹیوں والے سے کہا جو تمہارے ساتھی نے تمہیں دیا ہے، وہ لے لو، اس میں تمہارا فائدہ ہے۔ مگر وہ انصاف طلب کرتا رہا تو حضرت علیؓ نے انصاف کیا کہ حق تو یہ ہے کہ پانچ روٹیوں والے کے حصہ میں سات اور تمہارے حصہ میں صرف ایک درہم آتا ہے۔ اس طرح کہ تم تین آدمی تھے۔ اگر ہر روٹی کے تین ٹکڑے کیے جائیں تو تمہاری روٹیوں کے نو اور تمہارے ساتھی کی روٹیوں کے پندرہ ٹکڑے بنے۔ سب ملا کر چوبیس ہوئے۔ ہر ایک نے آٹھ آٹھ ٹکڑے کھا لیے۔ اور تیسرے آدمی نے تمہارے ساتھی کے پندرہ ٹکڑوں میں سے سات ٹکڑے کھائے۔ اس طرح تم صرف ایک درہم اور تمہارا ساتھی سات درہم کا حق دار ہے" (جرنیل صحابہؓ۔ ص ۱۳۴، ۱۳۵)

○ ۵۳۔ حضرت ام ہانیؓ کا نام ہند تھا۔ بعض نے فاختہ بھی لکھا ہے۔ ان کا نکاح ہبیرہ بن ابی وہیب بن عمرو بن عایذ بن عمران بن مخزوم سے ہوا تھا۔ انہوں نے فتح مکہ کے دن اسلام قبول کیا۔ ان کا خاوند نجران بھاگ گیا تھا۔ اس کی واپسی اور قبولِ اسلام کی کوئی روایت نہیں ملی (سلمان منصور پوری۔ رحمۃ للعالمینؐ۔ جلد دوم۔ ص ۸۲)

حضرت ام ہانیؓ کثیر الاولاد تھیں۔ بیٹوں میں عمرو' ہانی' یوسف اور جعدہ مشہور ہیں۔ حضرت ام ہانی کو فقہ سے بہت دلچسپی تھی اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے مختلف مسائل دریافت کیا کرتی تھیں۔ حضرت ام ہانیؓ نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے چھیالیس احادیث روایت کی ہیں۔ راویوں میں حضرت علیؓ' عبداللہؓ بن عباسؓ اور عبداللہؓ بن حارث جیسے صحابی شامل ہیں۔ (اسلامی انسائیکلوپیڈیا۔ ص ۲۲۸)

واقعۂ معراج کے موقع پر جب حضرت جبریل حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو لینے آئے تو اس وقت آپؐ اپنے چچا حضرت ابوطالبؓ کی بیٹی حضرت ام ہانیؓ کے گھر سو رہے تھے۔ (رسالتمآبؐ۔ ص ۷۷/ ولید الاعظمی۔ معجزاتِ سرورِ عالمؐ۔ ترجمہ حافظ محمد ادریس۔ ص ۳۲)/ "نعت" (ماہنامہ) لاہور۔ مارچ ۱۹۸۹ء۔ ص ۳۲/ الخصائص الکبریٰ۔ جلد اول۔ ص ۳۵۵/ یہ دن پیر کا تھا۔ (شہناز کوثر۔ حیاتِ طیبہ میں پیر کے دن کی اہمیت۔ ص ۵۷) حضرت جبریلؑ براق لے کر خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اس پر سوار کرا کے پہلے بیت المقدس' پھر وہاں سے آسمانوں پر لے گئے۔ وہاں کے عجائب و غرائب ملاحظہ فرمائے' اللہ تعالیٰ کے دیدار سے مشرف ہوئے۔ جنت دیکھی' دوزخ دیکھی' انبیا علیہم السلام سے ملاقات کی' وہیں پنج وقتی نماز کی فرضیت کا حکم ملا۔ (النجم (پندرہ روزہ) لکھنؤ۔ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ۔ ص ۱۶)

معراج کا بلاوا خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دولت سرا میں کیوں نہ پہنچا اور حضرت جبریل اس وقت کیوں حاضر ہوئے جب سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے گھر میں نہ تھے' اس کی توجیہ راجا رشید محمود یوں بیان کرتے ہیں کہ "اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنی قیام گاہ سے بلایا جاتا تو دو ہی صورتیں تھیں۔ یا آپ کی اجازت کے بغیر گھر میں داخل ہوتے یا باہر سے آپؐ کو اجازت کے لیے پکارتے۔ مومنوں کے لیے یہ دونوں صورتیں ممکن نہیں۔ اس لیے اپنے گھر کے علاوہ کہیں اور سے بلا بھیجنے کا اہتمام کیا گیا" ("نعت" (ماہنامہ) لاہور۔ مارچ ۱۹۸۹ء۔ مضمون معراجِ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔ تحریر راجا رشید محمود۔ ص ۹۸/ حیاتِ طیبہ میں پیر کے دن کی

اہمیت۔ ص ۵۷)

○ ۵۴۔ سلمان منصور پوری لکھتے ہیں کہ حضرت ابوطالبؓ کی اولاد میں جمانہؓ کا نام بھی ملتا ہے مگر ان کے حالات سے کوئی آگاہی نہیں ہوئی۔ ابنِ اسحاق امام اہل السیر نے لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پیداوار خیبر میں سے تیس وسق خرما جمانہ دختر ابی طالب کے لیے مقرر فرمائے تھے۔ اسی فقرہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ خلعت اسلام سے مشرف تھیں اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ فتح خیبر تک حیات تھیں (رحمۃ للعالمینؐ۔ جلد دوم۔ ص ۸۳)

○ ۵۵۔ کتاب المعارف۔ ص ۱۰۲، ۱۰۳/ ہادیٔ کونینؐ۔ ص ۱۳۰، ۱۳۱/ شرف النبیؐ۔ ص ۱۹۷

حضرت اُمِّ ایمنؓ (برکہ بنتِ ثعلبہ)

نام

حضرت امِ ایمنؓ کا اصل نام برکہ ہے جس کے معنی برکت کے ہیں۔ عرف ام الظباء تھا۔ رنگ گہرا سانولا تھا۔ ان کے والد کا نام ثعلبہ بن عمرو تھا جو حبش کے رہنے والے تھے۔ یہ مکہ کب اور کیسے پہنچیں، مؤرخین نے اس کے بارے میں تصریح نہیں کی۔(۱)

نسب

محمد احمد پانی پتی ان کے سلسلۂ نسب کو یوں بیان کرتے ہیں۔ برکہ بنتِ ثعلبہ بن عمرو بن حصن بن مالک بن سلمہ بن عمرو بن نعمان (۲)۔

ترکہ

یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے والدِ محترم حضرت عبداللہ بن

عبدالمطلب کی کنیز تھیں۔ بچپن ہی سے ان کے پاس تھیں' گھر کا کام کاج انہی کے سپرد تھا۔ حضرت عبداللہ کی وفات کے بعد حضرت آمنہ کے پاس رہنے لگیں (۳)۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت با سعادت کے وقت حضرت آمنہ کی خدمت اور خبر گیری پر مامور تھیں (۴)۔ انہی برکہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیدائش کی خبران کے دادا حضرت عبدالمطلب کو سنائی (۵) اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنے والد حضرت عبداللہ کی میراث میں ملیں (۶)۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پرورش کرنے والی

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پرورش کرنے والوں میں سے حضرت برکہ کا نام بہت اہم ہے۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آیا اور کنیز تھیں (۷)۔ بچپن میں انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو گودوں کھلایا تھا (۸)۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پرورش اور تربیت کی (۹)۔ "حیاتِ محمدؐ" اور "مدارج النبوت" کے مطابق حضرت امِ ایمن حضرت آمنہ کی وفات کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کھلائی رہیں (۱۰)۔ سید اولاد حیدر فوق بلگرامی لکھتے ہیں کہ برکہ حضرت آمنہ کی زندگی میں اور ان کی وفات کے بعد بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کھلاتی تھیں (۱۱)۔ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیدائش کے دن ہی سے حضرت برکہ کے دل میں نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت ڈال دی تھی اور برکہ ننھے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ایک لمحہ کے لیے بھی اپنے سے جدا کرنا گوارا نہ کرتیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب حلیمۂ سعدیہؓ شیر خوار بچے (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو اپنے ساتھ اپنے قبیلہ میں چلی گئیں تو یہ برکہ (امِ ایمن) حد درجہ مغموم ہو گئیں اور یہ عرصہ انہوں نے بڑی بے چینی سے گزارا۔ جب حلیمہ سعدیہ بچے کو لے کر واپس آئیں تو برکہ کے دل کی مرجھائی ہوئی کلی دوبارہ کھل گئی اور انہوں نے اسی محبت اور عطوفت سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پرورش شروع

کر دی (۱۲)۔ یہ دن رات آپ کی خاطر داری اور خدمت گزاری میں مصروف رہتیں۔ آپ کی دیکھ بھال کرتیں، کپڑے پہناتیں اور آپ کے کپڑے دھوتیں اور پرورش کی تمام ضروریات کو پورا کرتیں تھیں (۱۳)۔

رضاعت

علامہ سیوطی کے حوالے سے کچھ سیرت نگار حضرت ام ایمن کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دودھ پلانے والیوں میں شامل کرتے ہیں لیکن چونکہ حضرت ام ایمن نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دودھ نہیں پلایا اس لیے ہم نے ثابت کیا ہے کہ یہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رضاعی ماں نہیں ہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھیے باب نمبر ۹ "سیرت نگاروں کی بے احتیاطیاں"۔

مدینۂ منورہ اور برکہ

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عمر مبارک چھ برس ہوئی اور حضرت آمنہ آپ کو لے کر اپنے شوہر حضرت عبداللہ کی قبرِ مبارک کی زیارت کے لیے مدینۂ منورہ کو روانہ ہوئیں تو برکہ بھی ساتھ تھیں۔ حضرت آمنہ مدینۂ منورہ کے خاندان بنونجار کے پاس تقریباً ایک ماہ ٹھہریں اور یہاں رہ کر حضرت عبداللہ کی قبر کی زیارت کرتی رہیں (۱۴)۔ مدینہ کے قیام کے متعلق حضرت برکہ فرماتی ہیں کہ مدینہ کے یہودی حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بڑے غور سے دیکھتے اور میں نے انہیں یہ کہتے ہوئے سنا کہ یہ اس امت کے نبی ہیں اور یہ جگہ دارالہجرت ہے۔ اس شہر میں خوب قتل ہوں گے اور لوگ قید ہوں گے۔ حضرت برکہ (امِ ایمن) فرماتی ہیں کہ میں نے یہ باتیں ذہن نشین کر لیں (۱۵)۔ مدینۂ منورہ سے واپسی پر جحفہ سے کوئی ۲۳ میل دور ابوا نامی گاؤں میں حضرت آمنہ اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملیں (۱۶) اور وہیں مدفون ہوئیں (۱۷)۔ برکہؓ ننھے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو لے کر انہی دونوں اونٹوں پر جن پر سوار ہو کر مکہ سے مدینہ گئی تھیں، واپس مکہ پہنچیں (۱۸)۔ برکہ آپ کو سینے

سے لگائے بڑی ہمت اور جانفشانی سے مکہ مکرمہ پہنچ گئیں حالانکہ اس وقت اس خاتون کی عمر تقریباً بیس برس تھی (۱۹)۔

عبدالمطلبؓ کے ساتھ پرورش میں شریک

حضرت برکہؓ نے آپ کو ان کے دادا حضرت عبدالمطلبؓ کے سپرد کر دیا (۲۰)۔ اب حضرت عبدالمطلبؓ آپ کے سرپرست (۲۱) و نگران ہوئے اور حضرت برکہؓ بدستور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت کرتی رہیں (۲۲)۔ سیرۃ الحلبیہ میں پرورش کے بارے میں یہ واقعہ لکھا ہے کہ برکہ (ام ایمن) سے مروی ہے۔ "میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تربیت پر مامور تھی، آپ کا خیال کرتی تھی۔ ایک روز آپ سے غافل ہو گئی۔ اس اثنا میں میں نے دیکھا کہ عبدالمطلب میرے سر پر کھڑے ہیں فرماتے ہیں اے برکہ! میں نے کہا لبیک (حاضر ہوں) کہا، جانتی ہو، میں نے اپنے بچے کو کہاں پایا ہے۔ میں نے کہا، نہیں۔ کہا میں نے اسے (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو) بیری کے درخت کے قریب بچوں کے ساتھ پایا ہے۔ میرے بچے سے غفلت نہ کیا کرو کیونکہ اہلِ کتاب خیال کرتے ہیں کہ یہ اس امت کے نبی ہیں اور میں ان سے آپ کو مامون نہیں سمجھتا (۲۳)۔

بنی مدلج فنِ قیافہ میں بہت شہرت رکھتے تھے۔ انہوں نے حضرت عبدالمطلب سے کہا کہ آپ ان صاحبزادہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی حفاظت فرمائیں کیونکہ ہم نے ان کے قدم حضرت ابراہیمؑ کے مشابہ پائے ہیں۔ حضرت عبدالمطلب نے حضرت ابو طالب سے کہا کہ سنتے ہو، یہ لوگ کیا کہتے ہیں۔ اور ام ایمن سے کہا کہ "فرزندِ ارجمند کی پرورش میں کوتاہی نہ برتنا، کہتے ہیں کہ یہ پیغمبر ہو گا (۲۴)۔ حضرت برکہ نے اپنے آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت کے لیے وقف کر دیا تھا۔ یہ آپ پر جان چھڑکتی تھیں اور ماں کی کمی کو بالکل محسوس نہ ہونے دیتی تھیں (۲۵)۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بھوک پیاس

چونکہ حضرت برکہ ہر وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ رہا کرتی تھیں اس لیے فرماتی ہیں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی چھوٹی یا بڑی عمر میں کبھی بھوک پیاس کی شکایت نہیں کی۔ صبح کے وقت تھوڑا سا آبِ زمزم نوش فرماتے۔ دوپہر کو میں کھانے کے لیے کہتی تو فرماتے مجھے بھوک نہیں ہے (۲۶)۔

دادا کی وفات پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا رونا

حضرت برکہؓ فرماتی ہیں کہ جب حضرت عبدالمطلبؓ کا انتقال ہو رہا تھا تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان کے سرہانے کھڑے رو رہے ہیں (۲۷) اور برکہ فرماتی ہیں کہ آپ اپنے دادا کے جنازے کے پیچھے روتے ہوئے جا رہے تھے (۲۸)۔

برکہ کی آزادی اور نکاح

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت خدیجہؓ سے شادی کے وقت انہیں آزاد کر دیا اور ان کا پہلا نکاح حضرت عبید (۲۹) بن زید سے کر دیا (۳۰)۔ یہ حبشی تھے (۳۱)۔

برکہ سے اُمِّ ایمنؓ بنیں

حضرت عبیدؓ حبشی سے حضرت ایمنؓ پیدا ہوئے۔ عرب میں رواج تھا کہ جب کوئی عورت ماں بنتی تو وہ اپنے بچے کے نام پر پکاری جاتی۔ اسی رواج کے مطابق برکہ بھی اِم ایمن کی کنیت سے مشہور ہوئیں۔ نکاح کے بعد حضرت عبید حضرت برکہ یعنی اِم ایمن کو ساتھ لے کر مدینہ چلے گئے تھے۔ وہیں حضرت ایمن پیدا ہوئے (۳۲)۔ ایمن حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خدمت گاروں میں سے تھے (۳۲الف)۔

اول ایمان لائیں

جب حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے نبوت کا اعلان کیا تو اول ایمان لانے والوں میں حضرت امِ ایمن کا نام بھی آتا ہے (۳۳)۔ ان کے پہلے شوہر حضرت عبید بھی مسلمان تھے (۳۴)۔ یہ حضرت امِ ایمن کے ساتھ ہی ایمان لائے۔ ان کو صحابی و انصاری بھی لکھا جاتا ہے (۳۵)۔

عبید کی وفات کے بعد مکہ آئیں

حضرت امِ ایمنؓ کے بیٹے ایمنؓ کی پیدائش کے بعد جلد ہی عبید فوت (۳۶) ہو گئے تو حضرت امِ ایمن مدینہ سے مکہ واپس حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی خدمت میں پہنچ گئیں (۳۷)۔ حضرت عبید نے ہجرتِ نبوی سے کئی سال پہلے ہی مدینہ میں وفات پائی (۳۸)۔

نکاحِ ثانی

حضرت امِ ایمنؓ کے مکہ پہنچنے کے بعد ایک دن حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے صحابہ سے خطاب فرماتے ہوئے اعلان کیا کہ "اگر کوئی شخص جنت کی کسی عورت سے عقد کرنا چاہے تو وہ امِ ایمن سے نکاح کرے۔ یہ ارشاد سن کر حضرت زید بن حارثہ (۳۹) نے ان سے نکاح کر لیا اور ان سے اسامہ بن زید پیدا ہوئے (۴۰)۔

حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی زید اور اسامہ سے محبت

حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم حضرت زید سے اتنی محبت کرتے کہ لوگ انہیں "حِبِّ رسول" کے نام سے یاد کرتے اور حضرت زید کو حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے اپنا متبنیٰ بنایا ہوا تھا۔ حضرت امِ ایمن اور حضرت زید کے بیٹے حضرت اسامہ سے آپ کو اتنی محبت تھی کہ وہ بھی اپنے باپ کی طرح "حِبِّ رسول" کے نام سے مشہور تھے۔ حضرت اسامہؓ (۴۱) کو حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم اپنے ایک زانو پر بٹھاتے اور دوسرے زانو پر حضرت حسن کو بٹھا کر فرماتے' خدایا میں ان دونوں سے

محبت کرتا ہوں اس لیے تو بھی ان سے محبت فرما(۴۲)۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی امِ ایمن سے محبت

حضرت امِ ایمن کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرمایا کرتے کہ میری ماں کے بعد امِ ایمن میری ماں ہیں (۴۳)۔ ان کی بہت تعریف فرماتے اور اکثر ان کے گھر (۴۴) تشریف لے جاتے۔ جب ان پر نظر پڑتی تو امی (۴۵) کہہ کر خطاب کرتے اور فرماتے یہ میرے اہلِ بیت کا حصہ ہیں (۴۶)۔

امِ ایمن کی دو ہجرتیں

حضرت امِ ایمن کو دو ہجرتوں کا شرف حاصل ہے۔ حبشہ اور مدینۂ منورہ دو ہجرتیں کیں (۴۷)۔ نیاز فتح پوری اور سعید انصاری لکھتے ہیں کہ حضرت امِ ایمن نے پہلے مکہ سے حبشہ کی طرف ہجرت کی اور پھر وہاں سے مدینہ کی طرف ہجرت کی (۴۸)۔

زید بن حارثہ اور اہلِ بیت کے ساتھ ہجرت

ابنِ سعد کے بیان کے مطابق حضرت امِ ایمن چند سال حبش میں قیام کے بعد غزوۂ احد سے پہلے مدینہ منورہ واپس آئیں لیکن حافظ ابنِ عبدالبر، طبرانی اور بلاذری نے لکھا ہے کہ وہ ہجرتِ مدینہ کے وقت مکہ ہی میں مقیم تھیں۔ چند ماہ کے بعد ان کے شوہر حضرت زید بن حارثہ مکہ آئے اور ام المومنین حضرت سودہ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دو صاحب زادیوں حضرت فاطمہ اور حضرت امِ کلثوم کے علاوہ حضرت امِ ایمن اور اپنے فرزند حضرت اسامہ کو بھی اپنے ساتھ مدینہ لے گئے (۴۹)۔

ہجرت کے وقت آسمان سے ڈول اترا

ابراہیم سیالکوٹی ابنِ حجر اور ابن سعد کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ جب

حضرت امِ ایمن نے مدینہ شریف کی طرف ہجرت کی۔ رستہ میں سخت پیاس لگی۔ آسمان کی طرف سے ایک ڈول، جس میں نہایت شفاف و سفید پانی تھا، اترا۔ میں نے اسے خوب سیر ہو کر پیا۔ اس کے بعد مجھے کبھی پیاس کی تکلیف نہیں ہوئی حالانکہ میں سخت گرمیوں میں روزے رکھا کرتی تھی (۵۰)۔

امِ ایمنؓ حضرت فاطمہؓ کی شادی میں

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی پیاری بیٹی حضرت فاطمہ کی شادی حضرت علی سے کی تو حضرت امِ ایمن کے ہمراہ حضرت فاطمہ کو حضرت علی کے گھر رخصت کیا اور رخصتی کے وقت حضرت علی سے فرمایا کہ جب تک تم مجھ سے نہ مل لو فاطمہ سے کوئی بات نہ کرنا۔ تھوڑی دیر کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علی کے گھر کا دروازہ کھلوایا۔ حضرت امِ ایمنؓ دروازہ کھولنے آئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کیا میرا بھائی بھی اس مکان میں ہے۔ حضرت امِ ایمن بولیں حضرت علی آپ کے بھائی کیسے ہوئے حالانکہ آپ نے اپنی صاحبزادی کا عقد ان سے کیا ہے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا "ہاں وہ ایسا ہی ہے"۔ پھر فرمایا کیا اس جگہ اسما بنتِ عمیس بھی ہیں اور کیا تم بنتِ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی تعظیم و تکریم کے لیے آئی ہو؟ حضرت امِ ایمن نے فرمایا جی ہاں اسما بنت عمیس بھی ہیں اور میں بنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعظیم و تکریم کے لیے آئی ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ام ایمن کو دعائے خیر سے سرفراز فرمایا اور پیالہ یا کسی برتن میں پانی لے کر اس پانی میں اپنے دستِ مبارک دھوئے اور حضرت علی اور حضرت فاطمہ کو بلوا کر ان پر پانی چھڑکا (۵۱)۔

غزوۂ احد میں شرکت

غزوہ احد میں دوسری خواتین حضرت عائشہ، حضرت امِ سلیم اور امِ سلیط کے علاوہ حضرت امِ ایمن بھی شامل تھیں۔ حضرت امِ ایمن نے جب شکست خوردہ

مسلمانوں کو دیکھا کہ مدینے میں گھسنا چاہتے ہیں۔ تو ان کے چہروں پر مٹی پھینکنے لگیں اور کہنے لگیں سوت کے تکلے لے لو اور تلواریں ہمیں دو۔ اس کے بعد تیزی سے میدانِ جنگ پہنچیں اور زخمیوں کو پانی پلانے لگیں۔ ان پر جبان بن عرقہ نے تیر چلایا۔ وہ گر پڑیں اور پردہ کھل گیا۔ اس پر اللہ کے اس دشمن نے بھرپور قہقہہ لگایا۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر یہ بات گراں گزری اور آپؐ نے حضرت سعد بن ابی وقاص کو ایک بغیر انی کے تیر دے کر فرمایا۔ اسے چلاؤ۔ حضرت سعد نے چلایا تو وہ تیر جبان کے حلق پر لگا اور وہ چیت گرا اور اس کا پردہ کھل گیا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس طرح ہنسے کہ جڑ کے دانت دکھائی دینے لگے۔ فرمایا سعد نے امِ ایمن کا بدلہ چکا دیا۔ اللہ ان کی دعا قبول کرے (۵۲)۔ کحالہ کہتے ہیں کہ یہ غزوۂ احد میں پانی پلاتیں اور زخمیوں کا علاج کرتیں (۵۲الف)۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بکریوں کی نگران

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس ایک سو گوسپند اور سات بکریاں تھیں جنھیں امِ ایمن چرایا کرتی تھیں (۵۳)۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیاری سات بکریاں جنھیں چرانے کی ذمہ داری حضرت امِ ایمنؓ کے ذمہ تھی' ان کے نام عمرہ' زمزم' سقیا' برکہ' اطلال' اور اطراف تھے۔ ایک بکری جس کا دودھ آپ بڑے شوق سے پیا کرتے تھے' اس کا نام غشیہ (۵۴) تھا۔ عبدالرحمٰن ابنِ جوزی ان بکریوں میں عجرہ کا نام بجوہ اور غشیہ کی جگہ ورسہ کا نام لکھتے ہیں اور اپنی کتاب کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ نے طبری کے حوالے سے چرواہے کا نام ابنِ امِ کلثوم لکھا ہے لیکن طبری کے ترجمہ اردو میں ابن ام ایمن درج ہے۔ اور مواہب مع زرقانی میں امِ ایمن کا نام تحریر ہے (۵۵)۔

غزوۂ خیبر میں شرکت

حضرت امِ ایمن غزوۂ خیبر میں موجود تھیں (۵۶)۔ یہ بہت بے خوف' نڈر'

دلیر، غیرت مند اور بہادر خاتون تھیں۔ اسلام کی خدمت گزاری میں کوئی دقیقہ سعی فروگزاشت نہ کیا۔ یہاں تک کہ لڑائیوں میں بھی شرکت کی۔ غزوۂ احد اور غزوۂ خیبر میں بڑی سرگرمی سے حصہ لیا۔ زخمیوں کی مرہم پٹی، بیماروں کی دیکھ بھال اور مجاہدین کی حوصلہ افزائی میں پیش پیش تھیں۔ مجاہدین کو پانی پلانے کا کام بھی انجام دیتی تھیں (۵۷)۔

حضرت ام ایمن غزوۂ حنین (۸ ہجری) میں بھی موجود تھیں۔

غزوۂ حنین میں ایمن کی شہادت

حضرت ام ایمن کے بیٹے اور حضرت اسامہ بن زید کے اخیافی بھائی حضرت ایمن غزوۂ حنین میں شہید ہوئے۔ ابن اسحاق کے مطابق حضرت ایمن کے ذمہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی خدمت تھی۔ یہ ضرورت کے وقت حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کو پانی دیا کرتے تھے (۵۹)۔ بعض روایتوں کے مطابق یہ جنگِ خیبر میں شہید ہوئے مگر شہدائے خیبر میں کتبِ سیرَ نے انہیں شامل نہیں کیا۔ البتہ ابنِ اسحاق نے انہیں غزوۂ حنین میں شمار کیا ہے۔ شروع سے آخر تک حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے ساتھ میدانِ جنگ میں جمے رہنے والے آٹھ صحابہ میں صرف ایمن بہادری سے لڑتے ہوئے شہادت کے عہدہ پر فائز ہوئے (۶۰)۔ "حیاتِ رسولؐ کے دس دن" میں آٹھ صحابہ کا ذکر کیا گیا ہے اور ان صحابہ میں حضرت ایمن بن عبید اور اسامہ بن زید کے علاوہ ابوبکر و عمرؓ، حضرت عباس، علیؓ، ابو سفیان اور ان کا بیٹا اور فضل بن عباس اور قثم اور ربیعہ بن حارث شامل ہیں (۶۱)۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب نے اپنے قصیدہ (۶۲) میں ان کی اس روز کی بہادری اور دلیری کی تعریف کی ہے (۶۳)۔ ایمن کا ایک بیٹا بھی تھا (۶۴) اور ایمن بن عبید سے ایک حدیث بھی مروی ہے (۶۵)۔ ابنِ اثیر نے ان کے دو اشعار بھی لکھے ہیں (۶۶)۔

حضرت زینبؓ کے غسل میں شرکت

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سب سے بڑی بیٹی حضرت زینبؓ ۸ ہجری میں انتقال فرما گئیں تو حضرت امِ ایمن حضرت سودہ اور حضرت ام سلمہ نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہدایات کے مطابق میت کو غسل دیا۔ جب غسل سے فارغ ہوئیں تو حضور (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو اطلاع دی۔ آپ نے اپنا تہ بند عنایت فرمایا اور ہدایت کی کہ اسے کفن کے اندر پہنا دو (۶۷)۔

غزوۂ موتہ میں زیدؓ کی شہادت

موتہ کی طرف روانہ کیے جانے والے لشکر کی قیادت حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت امِ ایمن کے شوہر اور اپنے چہیتے غلام حضرت زید بن حارثہ کو سونپی اور فرمایا "اگر زید شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ سپہ سالار ہوں گے۔ اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت زید کی شہادت کی خبر دے دی تھی۔ حضرت زید بن حارثہ ایسی بے جگری سے لڑے کہ اسلامی شہبازوں کے علاوہ کہیں اور اس کی نظیر نہیں ملتی۔ وہ لڑتے رہے، لڑتے لڑتے دشمن کے نیزوں میں گھر گئے اور جامِ شہادت نوش فرما کر زمین پر آ رہے (۶۸)۔

حضورؐ کے وصال کے وقت امِ ایمن نے اسامہ کو بلوا بھیجا

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ۱۱ ہجری میں جہادِ روم کی تیاری کا حکم دیا تو اس لشکر کا سالار حضرت ایمن بن زید کو مقرر فرمایا (۶۸الف)۔ اسامہ کا لشکر ابھی جرف کے مقام پر پہنچا ہی تھا کہ حضرت امِ ایمن نے کسی آدمی کے ہاتھ حضرت اسامہ کو بلوا بھیجا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حالت نزع میں ہیں، اس لیے فوراً پہنچو۔ یہ پیغام ملتے ہی اسامہ سمیت پورا لشکر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں واپس لوٹ آیا (۶۸ب)۔

بغیر چھان کی روٹی

ایک بار حضرت اِمِ ایمن نے آٹا چھانا اور اس کی روٹیاں تیار کر کے آپ کی خدمت میں پیش کیں۔ آپ نے فرمایا۔ یہ کیا ہے؟ بولیں ہمارے ملک میں اسی کا رواج ہے۔ میں نے چاہا کہ آپ کے لیے بھی اسی قسم کی روٹیاں تیار کروں لیکن آپؐ نے فرمایا "آٹے میں چوکر ملا کر پھر گوندھو" (۶۹)۔

اِمِ ایمنؓ اور شربت

حضرت اِمِ ایمن حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بے حد محبت کرتیں۔ ایک بار حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان کے گھر تشریف لے گئے تو حضرت اِمِ ایمن نے آپ کی خدمت میں شربت پیش کیا۔ آپ نے پینے سے عذر کیا' آپ اس وقت روزہ سے تھے۔ اس پر ازراہِ محبت حضرت اِمِ ایمن نے خفگی کا اظہار کیا (۷۰)۔

اِمِ ایمن اور انصار کے نخلستان

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس انصار کے دیئے ہوئے بہت سے نخلستان تھے۔ جب بنو قریظہ اور بنو نضیر پر فتح حاصل ہوئی تو آپ نے وہ نخلستان واپس کرنا شروع کر دیے۔ ان میں سے کچھ باغ حضرت انس بن مالک کے بھی تھے جو آپ نے حضرت اِمِ ایمن کو دے دیے تھے۔ حضرت انس آئے تو حضرت اِمِ ایمن نے ان باغوں کی واپسی سے انکار کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ دیکھ کر ان کو باغ سے دس گنا عطا فرما دیا (۷۱)۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اِمِ ایمن سے مزاح

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام غایت درجہ الفت کی بنا پر کبھی کبھی ان (اِمِ ایمن) سے مزاح بھی فرما لیتے تھے۔ ایک مرتبہ وہ آئیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کہنے لگیں کہ یا رسولُ اللہ (صلی اللہ علیکَ وسلم) مجھے سواری کے لیے ایک اونٹ مرحمت فرما دیجیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا "میں تمہیں

اونٹ کے بچے پر سوار کروں گا"۔ وہ کہنے لگیں "میں اونٹ کے بچے کا کیا کروں گی اور وہ میرا بوجھ کس طرح سنبھال سکے گا"۔ حضور علیہ الصلوٰۃ السلام نے فرمایا "اونٹ بھی تو اونٹ کا بچہ ہی ہوتا ہے" (۷۲)۔

احادیث کی راوی

نیاز فتح پوری اور سعید انصاری لکھتے ہیں کہ حضرت ام ایمن سے کئی احادیث مروی ہیں اور ان کے راویوں میں حضرت انس بن مالک' حنش ابن عبداللہ صنعانی' ابو یزید مدنی وغیرہ شامل ہیں۔ اعلام النسا میں لکھا ہے کہ حضرت ام ایمن نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے پانچ حدیثیں روایت کیں۔ (۷۳)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال پر مرثیہ کہا

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا وصال ہوا تو حضرت کعب بن مالک' اروی بن عبدالمطلب' عاتکہ بنت عبدالمطلب' صفیہ' ہند بنت الحارث' ہند بنت اثاثہ' عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیل کے علاوہ حضرت ام ایمن نے بھی مرثیہ لکھا (۷۵)۔ ڈاکٹر محمد اسحٰق قریشی نے اپنے پی ایچ ڈی کے مقالے میں حضرت ام ایمن کے مرثیہ کے ۵ اشعار بھی شامل کیے ہیں (۷۶)۔

ام ایمنؓ کی وفات

اہل سِیَر حضرت ام ایمن کی وفات کے متعلق کوئی حتمی بات نہیں کرتے۔ مثلاً علامہ ابنِ اثیر کہتے ہیں کہ ام ایمن حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال کے چھ ماہ بعد فوت ہو گئی تھیں مگر حافظ ابنِ حجر کے مطابق جب حضرت عمر فاروق نے ۲۴ ہجری کو شہادت پائی تو حضرت ام ایمن بہت روئیں اور فرمانے لگیں کہ آج اسلام کمزور پڑ گیا ہے۔ ابنِ سعد کہتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی کے عہدِ خلافت میں کھجور کے درختوں کی قیمت بہت بڑھ گئی تھی۔ یہاں تک کہ ایک درخت ایک ہزار پر اٹھتا

تھا اور اس زمانے میں جب حضرت اسامہ بن زید کو لوگوں نے ایک درخت کی پیڑی کھوکھلی کر کے اس کا مغز نکالتے ہوئے دیکھا تو حیران ہو کر پوچھا کہ آپ یہ کیا کر رہے ہیں، اتنے قیمتی درخت کو ضائع کر رہے ہیں۔ اس پر حضرت اسامہ بولے کہ "میری ماں نے اس کی فرمائش کی تھی اور وہ جس چیز کا حکم دیتی ہیں، میں اس کی تعمیل کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں" (۷۸)۔

حواشی

○ ۱۔ تذکارِ صحابیات۔ ص ۱۵۳، ۱۵۴۔ ابنِ شکور لکھتے ہیں کہ یہ حبشی النسل تھیں۔ (ابنِ شکور۔ سیرتِ زید بن حارثہ۔ ص ۳۲)

○ ۲۔ غلامانِ محمدؐ۔ ص ۲۴۲

○ ۳۔ ارمان سرحدی۔ نامور خواتینِ اسلام۔ ص ۷۱

○ ۴۔ تذکارِ صحابیات۔ ص ۱۵۴/ انوارِ محمدیہؐ۔ ص ۲۱۴

○ ۵۔ حضرت محمدؐ ولادت سے نزولِ وحی تک۔ حصہ اول۔ ص ۴۳، ۴۴ / اردو ڈائجسٹ۔ رحمت للعالمینؐ نمبر۔ سالنامہ ۱۹۸۸ء (مضمون رحمت للعالمین کے والدینِ مکرم از ڈاکٹر احمد الشامی۔ ترجمہ و تلخیص خدیجہ ترابی)۔ ص ۳۲

○ ۶۔ العطور المجموعہ۔ ص ۴۰

○ ۷۔ ابوالقاسم رفیق دلاوری۔ محسنِ اعدا۔ ص ۴۵

○ ۸۔ غلامانِ محمدؐ۔ ص ۲۴۳/ صحیح مسلم شریف۔ باب ام ایمنؓ کی فضیلت۔ ص ۱۳۳ (حاشیہ)/ محسنِ اعداء۔ ص ۴۱، ۴۵

○ ۹۔ شیخ محمد رضا۔ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۳۴/ غلامانِ محمدؐ۔ ص ۲۴۲/ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔ سیرت الرسولؐ۔ ص ۱۵

○ ۱۰۔ محمد حسین ہیکل۔ حیاتِ محمدؐ۔ ص ۱۳۰

○ ۱۱۔ اسوۃ الرسولؐ۔ جلد دوم۔ ص ۳، ۷، ۲۹

○ ۱۲۔ عبدالمصطفیٰ اعظمی۔ سیرتِ مصطفیٰ۔ ص ۲۶۳۹ء

○ ۱۳۔ عمر ابوالنصر۔ رسولِ عربیؐ۔ ص ۲۶ء ۱۷

○ ۱۴۔ پیغمبرِ اعظم و آخرؐ۔ ص ۱۸۷

○ ۱۵۔ الخصائص الکبریٰ۔ جلد اول۔ ص ۱۳۴ء ۱۳۵/ تذکارِ صحابیات۔ ص ۱۵۵/ شواہد النبوۃ۔ ص ۶۹

○ ۱۶۔ پیغمبرِ اعظم و آخرؐ۔ ص ۱۸۷

○ ۱۷۔ اسوۃ الرسولؐ۔ جلد دوم۔ ص ۲۸

○ ۱۹۔ نبیؐ اکرمؐ کاشانہ نبویؐ میں۔ ص ۱۴

○ ۲۰۔ مختصر سیرۃ الرسولؐ۔ ص ۳۵

○ ۲۱۔ مختصر سیرۃ الرسولؐ۔ ص ۳۵/ زین العابدین میرٹھی، قاضی۔ نبیؐ عربیؐ۔ ص ۳۰ / صدر یار جنگ، نواب۔ ذکرِ جمیل۔ ص ۲۵

○ ۲۲۔ عبدالمصطفیٰ اعظمی۔ سیرتِ مصطفیٰ۔ ص ۶۸

○ ۲۳۔ السیرۃ الحلبیہ فی سیرۃ الامین المامون (عربی)۔ جلد اول۔ ص ۱۸۰

○ ۲۴۔ رسالتمابؐ۔ حصہ اول و دوم۔ ص ۲۳،۲۴

○ ۲۵۔ رسولِ عربیؐ۔ ص ۱۷

○ ۲۶۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۲۴۵/ مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۳۷

○ ۲۷۔ سیرتِ سرورِ عالمؐ۔ جلد دوم۔ ص ۱۰۱

○ ۲۸۔ رسالتمابؐ۔ ص ۲۵

○ ۲۹۔ طبقاتِ ابنِ سعد جلد ۸ ص ۱۴۳ کے حوالے سے نیاز فتح پوری لکھتے ہیں کہ حضرت عبیدؓ بن زید بنی حارث بن خزرج کے قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔(صحابیات۔ ص ۱۹۸)

سعید انصاری لکھتے ہیں کہ قبیلہ حارث بن خزرج مدینہ میں تھا (سیر الصحابیات)

○ ۳۰۔ مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۸۳۹
○ ۳۱۔ سلمان منصور پوری۔ رحمت للعالمینؐ۔ جلد دوم۔ ص ۹۳ (حاشیہ)
○ ۳۲۔ تذکارِ صحابیات۔ ص ۱۵۶
○ ۳۳۔ سیرتِ احمدِ مجتبیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۸۶، ۲۴۸/ عمر ابوالنصر۔ رسولِ عربیؐ۔ ص ۱۷
○ ۳۴۔ غلامانِ محمدؐ۔ ص ۲۴۳
○ ۳۵۔ المشاہد۔ ص ۱۶۸
○ ۳۶۔ نیاز فتح پوری لکھتے ہیں کہ عبیدؓ نے جنگِ حنین میں شہادت پائی (صحابیات۔ ص ۱۹۸)
○ ۳۷۔ المشاہد۔ ص ۱۶۸
○ ۳۸۔ تذکارِ صحابیات۔ ص ۱۵۶
○ ۳۹۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جس لشکر میں حضرت زیدؓ بن حارثہ شریک ہوتے تو امارت کا عہدہ انھی کو عطا کیا جاتا۔(ابنِ عبدالشکور۔ سیرتِ زیدؓ بن حارثہ۔ ص ۱۰۱) حضرت زیدؓ تیر اندازی میں بہت ماہر تھے اور ان کا شمار ان مشاہیر صحابہؓ میں ہوتا تھا جو اس فن میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے۔(سیر الصحابہ۔ جلد دوم۔ مہاجرین حصہ اول۔ ص ۲۲۹/ سعید احمد۔ غلامانِ اسلام۔ ص ۳۳)

حضرت زیدؓ بن حارثہ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نو دفعہ سپہ سالار بنایا جن میں سریہ قردہ، سریہ جموم، سریہ عیص، سریہ طرف، سریہ حمی، سریہ ام القری میں بہت کامیابی حاصل ہوئی اور بہت مالِ غنیمت حاصل ہوا اور جنگِ موتہ میں نہائت بہادری سے شہید ہو گئے۔(ابنِ عبدالشکور۔ سیرتِ زیدؓ بن حارثہ۔ ص ۱۰۱-۱۱۰)

حضرت زیدؓ کی شہادت پر ان کی صاحبزادی کے پھوٹ پھوٹ کر رونے سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی اس قدر روئے کہ گلوگرفتہ ہو گئے۔ صحابہؓ نے پوچھا یا رسولَ اللہ صلی اللہ علیکَ وسلم یہ کیا ہے۔ فرمایا جذبۂ محبت (سیر الصحابہ جلد دوم۔

حصہ اول۔ ص ۲۳۲)

حضرت زیدؓ کی فضیلت و بزرگی کے لیے یہی بات کیا کچھ کم ہے کہ تمام صحابہ کرامؓ میں صرف حضرت زیدؓ کا ذکر قرآنِ پاک میں آیا ہے۔(سعید احمد' مولانا۔ غلامانِ اسلام۔ ص ۳۶/ عبدالمصطفیٰ اعظمی۔ کراماتِ صحابہؓ)

"حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میرے گھر میں تشریف رکھتے تھے کہ حضرت زیدؓ کہیں باہر سے مدینہ میں آئے اور میرے مکان کی کنڈی کھٹکھٹائی۔ سرورِ کائنات (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ سنتے ہی بے تابانہ اٹھے۔ یہاں تک کہ آپؐ نے لباس کا بھی اہتمام نہیں کیا۔ آپؐ کی چادر مبارک زمین پر گھسٹ رہی تھی اور جاتے ہی حضرت زیدؓ سے معانقہ کیا اور ان کو بوسہ دیا" (غلامانِ اسلام۔ ص ۳۵)

حضرت زیدؓ نے مختلف اوقات میں حضرت ام ایمنؓ حضرت ام کلثوم بنت عقبہ۔ حضرت درہؓ بنت ابی لہب' حضرت ہند بنت العوام اور حضرت زینبؓ بنت جحش سے شادی کی تھی۔ حضرت زینبؓ بنت جحش کو جب انھوں نے طلاق دی تو انھیں ام المومنین بننے کا شرف حاصل ہوا۔ (ابنِ عبدالشکور۔ زید بن حارثہ۔ ص ۱۲۷) اولاد میں اسامہ بن زیدؓ زید بن زید اور ایک لڑکی رقیہ پیدا ہوئی لیکن حضرت اسامہؓ کے علاوہ دونوں بچے بچپن ہی میں فوت ہو گئے۔(سیر الصحابہ۔ جلد دوم۔ مہاجرین۔ حصہ اول۔ ص ۲۳۴)

○ ۳۰۔ غلامانِ محمدؐ۔ ص ۶۷/ محسنِ اعدا۔ ص ۴۵

○ ۳۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال کے وقت حضرت اسامہؓ بن زید کی آہ و بکا کی انتہا تھی۔ سب صحابہؓ کرام نے انھیں تسلی دینا چاہی مگر وہ روتے ہوئے بولے آؤ میرے ساتھ' میں تمھیں بتاؤں کہ میرے غم کا مداوا کوئی نہیں۔ یہ کہہ کر صحابہؓ کو اپنے حجرے میں لے گئے۔ ایک بنڈل کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگے۔ یہ مجھ غلام زادے کا بستر ہے مگر میں نے کبھی اس کو اپنے ہاتھ سے بچھایا اور نہ اپنے ہاتھ

سے اٹھایا۔ جب بھی میرے سونے کا وقت ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے دستِ مبارک سے میرا بستر بچھاتے اور جب میں لیٹ جاتا تو میرا سر سہلایا کرتے۔ یہاں تک کہ میں سو جاتا۔ جب صبح اٹھتا اور رفعِ حاجت کے لیے جاتا تو مڑ مڑ کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ان پیاری اداؤں کو دیکھتا کہ جس محبت سے وہ میرا بستر تہہ کر کے رکھتے۔ اب میرا بستر کون بچھائے گا۔ اب کون میرا سر سہلائے گا اور کون میرا بستر لپیٹے گا۔ خدا کی قسم اب میں اس بستر کو کبھی نہ کھولوں گا کیونکہ یہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مقدس ہاتھوں کا لپیٹا ہوا ہے۔(الوارث۔ کراچی۔ رسولؐ نمبر۔ ربیع الاول۔ ۱۳۹۴ھ۔ ص ۹۰۔ جلد ۹۔ شمارہ ۴ ،۵)

حضرت اسامہؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خوشنودی اس قدر عزیز تھی کہ جب حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ کے درمیان جنگیں ہوئیں تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ آپ میرے ساتھ مل کر جنگ میں حصہ لیں تو حضرت اسامہؓ نے معذوری ظاہر کرتے ہوئے کہا اگر آپ شیر کی داڑھ میں گھستے تو میں آپ کے ساتھ بخوشی گھس جاتا مگر اس موقع پر کہ دونوں جانب مسلمان ہیں، میں کسی فریق کے ساتھ مل کر مسلمانوں کا خون نہیں بہانا چاہتا کیونکہ آپ کو خوب معلوم ہے کہ جب ایک بار میں نے کلمہ کہنے والے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھ پر کتنی خفگی کا اظہار فرمایا تھا۔ اب میں دوبارہ وہی کام کیسے کر سکتا ہوں۔(غلامانِ محمدؐ۔ ص ۲۸)

حضرت اسامہؓ نہایت باقاعدگی سے ہر دوشنبہ اور پنج شنبہ کو روزہ رکھتے تھے۔ صرف اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔(نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۷۔ ص ۴۸۰ مضمون اسامہؓ بن زیدؓ از راجا محمد شریف)

○ ۴۲۔ تذکارِ صحابیات ص ۱۵۸

○ ۴۳۔ سیرتِ محمدیہؐ۔ جلد دوم۔ ص ۳۱۵، ۳۱۶/ نامور خواتینِ اسلام۔ ص ۱۷/ المشاہد۔ ص ۱۶۷

○ ۴۴۔ پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان (اُمِ ایمنؓ) کے تمام مطالبات پورے کیا کرتے تھے اور جس طرح لوگ اپنے بزرگوں سے ملنے جایا کرتے ہیں، اس طرح آپؐ مدینہ منورہ میں ہمیشہ ان سے ملنے ان کے مکان پر تشریف لے جاتے۔ (محسن اعدا۔ ص ۴۲)

○ ۴۵۔ اعلام النسا (عربی)۔ جز اول۔ ص ۱۰۷

○ ۴۶۔ صحابیات۔ ص ۱۹۹/ اعلام النسا۔ جز اول۔ ص ۱۰۷

○ ۴۷۔ اعلام النسا۔ جز اول۔ ص ۱۰۷/ انوارِ محمدیہؐ۔ ص ۲۱۴

○ ۴۸۔ صحابیات۔ ص ۱۹۸/ سیر الصحابیات۔ ص ۱۳۵

○ ۴۹۔ تذکارِ صحابیات۔ ص ۱۵۷/ تاریخ مدینہ۔ ص ۴۷

○ ۵۰۔ ابراہیم سیالکوٹی۔ سیرۃ المصطفیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۱۱۸

○ ۵۱۔ نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۷۔ ص ۲۰۶/ شیخ محمد رضا۔ محمد رسولؐ اللہ۔ ص ۳۵۰/ صحابیات۔ ص ۱۳۷

○ ۵۲۔ السیرۃ الحلبیہ (عربی) جلد ۲۔ ص ۲۲

○ ۵۲۔الف۔ اعلام النسا۔جز الاول۔ ص ۱۰۷

○ ۵۳۔ ا[illegible]رِ محمدیہؐ۔ ص ۲۳۲، ۲۳۳

○ ۵۴۔ شرف النبیؐ۔ باب نمبر ۳۲ حضور نبی کریمؐ کا اسلحہ۔ ص ۳۳۸

○ ۵۵۔ النبی الاطہر۔ ص ۱۱۴ (متن و حاشیہ) ○ ۵۶۔ اعلام النسا۔ ص ۱۰۷

○ ۵۷۔ ارمان سرحدی۔ نامور خواتین اسلام۔ ص ۴۷

○ ۵۸۔ اعلام النسا۔جز الاول۔ ص ۱۰۷

○ ۵۹۔ اسد الغابہ۔ جلد اول۔ ص ۲۲۵

○ ۶۰۔ تذکارِ صحابیات۔ ص ۱۵۷، ۱۵۸

○ ۶۱۔ حیاتِ رسولؐ کے دس دن۔ ص ۲۰۲

○ ۶۲۔ حضرت عباس نے ایک شعر میں حضرت ایمنؓ کا ذکر کیا ہے۔ (سیرتِ محمدیہؐ۔

جلد دوم۔ ص ۳۱۷)

○ ۶۳۔ ہادیِ کونین۔ ص ۱۳۵

○ ۶۴۔ حضرت ایمنؓ بن عبید کا ایک بیٹا بھی تھا جس کا نام حجاج تھا۔(اسد الغابہ۔ جلد اول۔ ص ۲۲۵)

حضرت ام ایمنؓ نے ایمنؓ کی شہادت پر نہایت صبر و ضبط سے کام لیا اور ایمنؓ کے بیٹے حجاج کو اپنے سایۂ عاطفت میں لے لیا۔ یہی حجاج بڑا ہوا تو فضلائے مدینہ میں شمار ہوا۔ ان سے چند احادیث بھی مروی ہیں۔(تذکارِ صحابیات۔ ص ۱۵۸)

"حرملہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت عبداللہ بن عمر کے پاس مسجد میں بیٹھا ہوا تھا کہ حجاج بن ایمنؓ جن کے باپ ایمنؓ حضرت اسامہؓ بن زید کے علاتی بھائی تھے اور جو ابھی کم سن ہی تھے، مسجد میں آئے اور بچوں کی طرح ادھ کچری نماز پڑھنی شروع کر دی۔ حضرت عبداللہ بن عمر نے فرمایا "نماز لوٹاؤ" پھر جب وہ واپس چلے گئے تو آپ نے پوچھا "یہ کون تھے"۔ حرملہ نے کہا "یہ حجاج ابنِ ایمنؓ بن ام ایمنؓ ہیں"۔ حضرت ابن عمرؓ بولے "اگر ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دیکھتے تو ضرور ان سے محبت کرتے۔"(غلامانِ محمدؐ۔ ص ۳۰۶)

شرف النبیؐ میں لکھا ہے کہ حضرت اِم ایمنؓ کے ایک بیٹے کا نام جبیر بھی تھا۔(شرف النبیؐ۔ ص ۲۰۹)

○ ۶۵۔ ایمنؓ سے مجاہد نے اور عطا نے روایت کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک ڈھال سے کم قیمت چیز چرانے والے چور کو ہاتھ کاٹنے کا حکم نہیں دیا۔ ایک ڈھال کی قیمت اس زمانے میں ایک دینار تھی۔ یہ حدیث مرسل ہے کیونکہ مجاہد اور عطا نے ایمنؓ سے ملاقات نہیں کی۔(اسد الغابہ۔ جلد اول۔ ص ۲۲۵)

○ ۶۶۔ حضرت ایمنؓ بن عبیدؓ نے اپنے کچھ اشعار میں عباس کی طرف اشارہ کیا ہے۔(اسد الغابہ۔ جلد اول۔ ص ۲۵۵)

○ ۶۷۔ تذکار صحابیات۔ ص ۱۳۰

"جس دن حضرت زینبؓ نے وفات پائی۔ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بے حد مغموم تھے۔ آپؐ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور آپؐ فرما رہے تھے۔ زینب میری سب سے اچھی لڑکی تھی جو میری محبت میں ستائی گئی۔ حضرت زینبؓ نے اپنے پیچھے ایک لڑکا علیؓ اور ایک لڑکی امامہ چھوڑی۔(تذکارِ صحابیات۔ ص ۱۳۰)

○ ۶۸۔ الرحیق المختوم۔ ص ۴۲۵،۴۲۸،۴۲۹

○ ۶۸۔الف۔ حیاتِ طیبہ میں پیر کے دن کی اہمیت۔ ص ۲۶۴،۲۶۵

○ ۶۸۔ب۔ رسالتمآبؐ۔ ص ۱۹۰۔۱۹۲/ الرحیق المختوم۔ ص ۱۴۱،۱۴۲،۱۴۷

○ ۶۹۔ سنن ابی ماجہ۔ کتاب الاطعمہ

○ ۷۰۔ سیر الصحابیات۔ ص ۱۷۳

○ ۷۱۔ صحابیات۔ ص ۱۹۹

○ ۷۲۔ غلامانِ محمدؐ۔ ص ۲۴۵

○ ۷۳۔ سیر الصحابیات۔ ص ۱۳۶

○ ۷۴۔ اعلام النسا (عربی)۔ ص ۱۰۷

○ ۷۵۔ شیخ محمد رضا۔ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۱۹۲

○ ۷۶۔ برِصغیر پاک و ہند میں عربی نعتیہ شاعری کے موضوع پر ڈاکٹر محمد اسحٰق قریشی کا پی ایچ ڈی کا مقالہ (لائبریری جامعہ پنجاب' لاہور)

○ ۷۷۔ سیرتِ محمدیہ۔ جلد دوم۔ ص ۳۲۰

○ ۷۸۔ تذکارِ صحابیات۔ ص ۱۴۰،۱۴۱

مُنہ بولی مائیں

ماں کا رشتہ مقدس ترین رشتہ ہے' اہم ترین رشتہ ہے۔ وہ بچے کی پیدائش کی ذمہ دار ہوتی ہے' اس کی پرورش اور نگہداشت کا فریضہ ادا کرتی ہے۔ اپنے بچے کے بارے میں جتنے شدید جذباتِ محبت ماں کے ہوتے ہیں' کسی دوسرے کے نہیں ہو سکتے۔ خدا تعالیٰ اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی تعلیمات میں ماں کے احترام اور خدمت پر جتنا زور دیا ہے' اتنا کسی اور رشتے کے بارے میں نہیں حتیٰ کہ باپ کے بارے میں بھی نہیں۔ پھر جس قدر شفقت اور محبت ایک ماں اپنی اولاد سے رکھتی ہے' اتنی اور کوئی رشتہ نہیں رکھ سکتا۔ ماں وہ ہوتی ہے جو بچے کی پیدائش سے اس کی پرورش اور نگہداشت تک کی اولین اور ہمہ وقت ذمہ دار ہوتی ہے۔

ایسے میں اگر کوئی شخص اپنی حقیقی ماں کے علاوہ کسی دوسری خاتون کو ماں کہہ کر پکارتا ہے تو سوچنا چاہیے کہ اسُ خاتون کا اس کے ساتھ تعلق کتنا گہرا ہے' وہ خاتون اس شخص سے کتنی محبت کرتی ہو گی' کس قدر شفقت سے کام لیتی ہو گی' اس خاتون نے اس شخص کی پرورش و پرداخت میں کیا کچھ نہ کیا ہو گا۔ حقیقی ماں تو حقیقی ماں ہوتی ہے' اس کی جگہ تو کوئی نہیں لے سکتا۔ لیکن "منہ بولی ماں" کے بارے میں آدمی یہ ضرور سوچ سکتا ہے کہ اس معزز خاتون کا کردار کتنا محبت آمیز' کتنا شفقت مآب' کس قدر اپنائیت کا حامل ہو گا کہ اسے "ماں" کے نام سے پکارا جا رہا ہے۔

حضور رسالتِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقی والدہ تو سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا ہیں اور ان جیسا تو کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ لیکن سیرت النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے غائرانہ مطالعے کے نتیجے میں کچھ خواتین ایسی بھی ملتی ہیں' جنھیں

مختلف وقتوں میں ہمارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے "ماں" کہہ کر پکارا' یا انہیں اکثر ماں کہہ کر خطاب فرماتے تھے۔ دیکھنا چاہیے کہ ایسی خاتون کون کون ہیں' اور انہوں نے ہمارے سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ محبت و شفقت کا وہ کیا برتاؤ کیا' جس کی وجہ سے آپؐ نے انہیں ماں کے انتہائی قابلِ احترام خطاب کے قابل سمجھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بچپن کے تذکرے میں ایسی لائقِ صد عزواحتشام خواتین کا مختصر ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے:

حضرت فاطمہؓ بنتِ اسد

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت ابوطالبؓ کی بیوی حضرت فاطمہؓ بنتِ اسد کو اپنی ماں فرمایا۔ ان کے انتقال پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کے سرہانے کھڑے ہو کر فرمایا۔ اے میری ماں' خدا آپ پر رحم کرے۔ آپ میری ماں کے بعد ماں تھیں۔ آپؓ خود بھوکی رہتی تھیں مگر مجھے کھلاتی تھیں۔ آپؓ کو خود لباس کی ضرورت ہوتی تھی مگر آپ مجھے پہناتی تھیں۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے دستِ مبارک سے ان کے لیے لحد کھودی اور خود ہی مٹی نکالی۔ سب کام کرنے کے بعد آپؐ قبر میں لیٹ گئے اور دعا مانگی "الٰہی! میری ماں کی مغفرت فرما اور ان کی قبر کو وسیع کر دے" اور جب دعا مانگ کر قبر سے باہر نکلے تو شدتِ غم سے آنسو بہہ رہے تھے(۱)۔ جب حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت ابوطالبؓ بن عبدالمطلبؓ کی سرپرستی میں گئے تو اس وقت حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پرورش و خدمت میں حضرت فاطمہؓ بنتِ اسد نے حضرت ابوطالبؓ کا بھرپور ساتھ دیا تھا۔

جب آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت فاطمہؓ بنتِ اسد کو کفن کے لیے اپنی قمیص دی اور ان کی قبر میں لیٹے تو اس پر صحابہؓ کرام نے دریافت کیا کہ

یا رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ علیک وسلم آپ نے اس سے پہلے ایسا سلوک کسی کے ساتھ نہیں کیا۔ تو آپؐ نے فرمایا "ابو طالبؓ کے بعد مجھ سے کسی اور نے اس خاتون سے بڑھ کر عمدہ سلوک نہیں کیا۔ میں نے انہیں اپنی قمیص اس لیے دی کہ انہیں بہشتی خلعت پہنایا جائے اور ان کی قبر میں اس لیے لیٹا ہوں کہ انہیں قبر کے عذاب سے چھٹکارا ہو(۲)۔

یہ خاتون حضرت عبدالمطلبؓ کے بھائی اسد بن ہاشم کی بیٹی تھیں۔ یہ نہایت نیک مزاج اور شریف خصلت خاتون تھیں۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان کی تعریف کیا کرتے تھے اور اکثر ان کے گھر آرام فرمایا کرتے تھے اور ان کو دیکھنے کے لیے تشریف لے جایا کرتے۔(۳)

ابن اثیر لکھتے ہیں کہ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جب اپنی پیاری بیٹی حضرت فاطمہ الزہراؑ کی شادی حضرت فاطمہؓ بنت اسد اور حضرت ابو طالبؓ کے بیٹے حضرت علیؓ سے کی تو اس موقع پر حضرت علیؓ نے اپنی والدہ سے کہا کہ میں پانی بھروں گا اور فاطمہؓ بنتِ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) چکی پیسنے اور آٹا گوندھنے میں آپ کی مدد کریں گی(۴)۔

فاطمہؓ بنتِ اسد کے بیٹوں میں طالب، عقیل، جعفر اور علی ہیں اور بیٹیوں میں ام ہانی (جن کا نام ہند یا فاطمہ ہے) اور جمانہ ہیں(۵)۔ حضرت فاطمہ بنتِ اسد کے بچوں سے بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بہت محبت فرمایا کرتے تھے۔

حواشی

- ۱۔ تذکارِ صحابیات۔ ص ۱۴۷
- ۲۔ اسد الغابہ۔ جلد ۱۰۔ ص ۲۱۰
- ۳۔ صحابیات۔ ص ۱۹۶، ۱۹۷
- ۴۔ اسد الغابہ۔ جلد ۵۔ ص ۵۱۷

○ ۵۔ تذکارِ صحابیات۔ ص ۱۵۱

حضرت عاتکہؓ بنتِ وہب

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے حقیقی چچا حضرت زبیرؓ بن عبدالمطلبؓ کی بیوی عاتکہؓ بنت وہب کو بھی اپنی ماں فرمایا(۱)۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان کے بیٹے عبداللہؓ بن زبیرؓ کو دیکھتے تو "میری ماں کے بیٹے" فرمایا کرتے(۲)۔ اور کبھی انھیں "میری ماں کے بیٹے اور میرے محب" کہہ کر پکارتے(۳)۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دل میں حضرت عاتکہؓ کے لیے کتنی جگہ تھی کہ انھیں محبت سے ماں کہہ کر پکارا کرتے۔

حضرت عاتکہؓ بنتِ وہب کے بارے میں یہ معلوم ہوا ہے کہ انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی پرورش و خدمت میں بھی حصہ لیا تھا(۴)۔

یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نہ صرف چچی تھیں بلکہ ان کے والد ابو وہب حضرت عبداللہؓ بن عبدالمطلبؓ کے حقیقی ماموں بھی تھے۔ ابنِ ہشام کے مطابق ابو وہب نے تعمیرِ کعبہ میں حصہ لیا تھا اور اس موقع پر ابووہب کی مدح میں عرب کے کسی شاعر نے کچھ اشعار کہے تھے۔ یہ واقعہ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حجرِ اسود کو اپنے دستِ مبارک سے رکھنے کے وقت کا ہے(۵)۔

حضرت عاتکہؓ بنت وہب کے بچوں سے بھی آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بہت محبت کرتے تھے۔ ایک بار ام الحکمؓ بنتِ زبیرؓ نے اپنے بیٹے عبداللہ بن ربیعہ بن حارث کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے آپؐ کی چادر مبارک بطورِ تبرک منگوائی تو آپؐ نے چادر بھیج کر کہلوایا کہ اس چادر کو دونوں بہنیں یعنی ام الحکمؓ اور ضباعہؓ آپس میں بانٹ لو اور اوڑھو(۶)۔ ام الحکمؓ کے شوہر کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا تھا کہ پہلا خون جس کو میں معاف کرتا ہوں وہ ربیعہ بن حارث کا خون ہے(۷)۔

حضرت عاتکہؓ زوجہ زبیرؓ بن عبدالمطلبؓ کی دوسری بیٹی ضباعہؓ کی شادی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے صحابی مقدادؓ بن اسود سے کی تھی(۸)۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال کے وقت عبداللہؓ بن زبیر تیس برس کے تھے(۹)۔ حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ سے بھی حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بہت محبت کیا کرتے تھے۔ یہ جنگِ اجنادین میں بہادری سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔(۱۰)

حواشی

○ ۱۔ کتاب المعارف۔ ص ۱۰۲ (حاشیہ)

○ ۲۔ اسد الغابہ۔ جلد پنجم۔ ص ۲۲۲

○ ۳۔ شبلی۔ سیرتِ طیبہ۔ ص ۲۹ (حاشیہ۔ از محمد احسان الحق)

○ ۴۔ مصباح الدین شکیل شاہ۔ سیرتِ احمدِ مجتبیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۹۲

○ ۵۔ ابن ہشام۔ سیرت النبیؐ کامل۔ جلد اول۔ ص ۲۱۶، ۲۱۷

○ ۶۔ اسد الغابہ۔ جلد پنجم۔ ص ۲۱۲، ۲۱۳

○ ۷۔ ایضاً۔ ص ۲۱۳

○ ۸۔ تذکارِ صحابیات۔ ص ۲۹۲، ۲۹۳

○ ۹۔ اسد الغابہ۔ جلد پنجم۔ ص ۲۱۲، ۲۱۳

○ ۱۰۔ سلمان منصور پوری۔ رحمۃ للعالمینؐ۔ جلد دوم۔ ص ۸۸، ۸۹

حضرت امِّ ایمنؓ

آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی حبشی کنیز امِ ایمنؓ (برکہ) کے بارے میں فرمایا کرتے کہ امِ ایمنؓ میری ماں کے بعد میری ماں ہیں(۱) اور جب ان پر نظر پڑتی تو امی کہہ کر پکارتے(۲)۔

یہ عظیم خاتون حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے والد محترم حضرت عبداللہؓ کی کنیز تھیں اور آقا حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو ورثہ میں ملی تھیں(۳)۔ یہ آپؐ سے بہت محبت کرتی تھیں(۴) ۔ آپؐ کی پرورش و خدمت میں انہیں خاص مقام حاصل ہے۔ حضرت حلیمہؓ سعدیہ کے لے جانے سے پہلے اور بعد میں اس خاتون نے ہر پرورش کرنے والے کے ساتھ مل کر حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی خدمت کی(۵)۔ یہ ہر وقت حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے ہمراہ رہا کرتی تھیں۔ یہاں تک کہ جب حضرت سیدہ آمنہؓ حضور (صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم) کو ہمراہ لے کر مدینۂ منورہ گئیں تو یہ بھی ساتھ تھیں اور حضرت آمنہؓ کی وفات پر یہ ابوا سے آپؐ کو لے کر مکہ پہنچیں(۶)۔

حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے حضرت خدیجہؓ سے نکاح کے بعد انہیں آزاد کر دیا اور ان کا نکاح عبید بن زید حبشی سے کر دیا(۷)۔ جن سے ایک بیٹا ایمنؓ پیدا ہوئے(۸)۔ حضرت عبید کی وفات کے بعد آپؐ نے ان کا نکاح جلیل القدر صحابی حضرت زیدؓ بن حارثہ سے کر دیا(۹) جن سے حضرت اسامہؓ پیدا ہوئے(۱۰)۔

اس خاتون کو یہ سعادت حاصل رہی کہ ان کے دونوں شوہر مسلمان تھے(۱۱) اور ان کے دونوں بیٹوں سے آپؐ بہت محبت کرتے تھے۔ ان کے بڑے بیٹے ایمنؓ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے خاص خدمت گزاروں میں سے تھے۔ بعض کے مطابق یہ آپؐ کو لوٹا دینے پر معمور تھے(۱۲)۔ یہ غزوۂ حنین کے ان دس ثابت قدم صحابہ میں سے تھے جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے گرد دشمنوں سے بچانے کے لیے گھیرا ڈالا ہوا تھا۔ اسی غزوہ میں یہ بہادری سے شہید ہوئے(۱۳)۔

حضرت ام ایمنؓ کے دوسرے بیٹے اسامہؓ سے بھی آپؐ کو بے حد محبت تھی۔ حضور اسامہؓ "حِبِّ رسولؐ" کے لقب سے مشہور تھے۔(۱۴)

حضرت امِ ایمنؓ نے غزوۂ احد(۱۵)' غزوۂ حنین(۱۶) اور غزوۂ خیبر(۱۷) میں شرکت کی۔ یہ کئی احادیث کی راوی بھی ہیں(۱۸)۔ اور انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ

و آلہ وسلم کے وصال پر مرثیہ بھی لکھا تھا(۱۹)۔ حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم ان کا بڑا مان رکھتے تھے(۲۰) اور ان سے بہت محبت کرتے تھے۔ ان کی وفات کے بارے میں کوئی ٹھوس ثبوت نہیں ملتا۔ شاید حضرت عثمان کے عہد میں فوت ہوئیں(۲۱)۔

حواشی

○ ۱۔ المشاہد۔ ص ۱۹۷/ سیرتِ احمدِ مجتبیٰؐ۔ جلد۱۔ ص ۱۸۶

○ ۲۔ اعلام النسا (عربی)۔ جز اول۔ ص ۱۰۷/ تذکارِ صحابیات۔ ص ۱۵۳

○ ۳۔ ارمان سرحدی۔ نامور خواتینِ اسلام۔ ص ۷۱

○ ۴۔ عمرابو النصر۔ رسولِ عربیؐ۔ ص ۱۷،۱۶

○ ۵۔ اسوۃ الرسولؐ۔ جلد۲۔ ص ۲۹،۲۷،۳

○ ۶۔ علی اصغر چودھری۔ نبیؐ اکرم کاشانہ نبویؐ میں۔ ص ۱۳

○ ۷۔ مدارج النبوت۔ جلد۲۔ ص ۸۴۹

○ ۸۔ تذکارِ صحابیات۔ ص ۱۵۶

○ ۹۔ صحابیات۔ ص ۱۹۸

○ ۱۰۔ غلامانِ محمد(صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم)۔ ص ۶۷

○ ۱۱۔ صحابیات۔ ص ۱۹۸

○ ۱۲۔ سیرتِ محمدیہؐ۔ جلد ۲۔ ص ۳۱۷/ اسد الغابہ جلد۱۔ ص ۲۲۵

○ ۱۳۔ تذکارِ صحابیات۔ ص ۱۵۸،۱۵۷

○ ۱۴۔ الوارث۔ کراچی۔ ماہنامہ رسولؐ نمبر۔ ربیع الاول۔ ص ۹۰۔ جلد۹۔ شمارہ ۵،۴ / تذکارِ صحابیات۔ ص ۱۵۸

○ ۱۵۔ الرحیق المختوم۔ ص ۴۵۰/ اعلام النساء(عربی)۔ ص ۱۰۷

○ ۱۶۔ اعلام النسا(عربی)۔ جز الاول۔ ص ۱۰۷

○ ۱۷۔ ارمان سرحدی۔ نامور خواتینِ اسلام۔ ص ۷۲

○ ۱۸۔ صحابیات۔ ص ۲۰۰/ سیر الصحابیات۔ ص ۱۳۶

○ ۱۹۔ شیخ محمد رضا۔ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۲۹۲

○ ۲۰۔ صحابیات۔ ص ۱۹۹

○ ۲۱۔ تذکارِ صحابیات۔ ص ۲۴۰'۲۴۱/ سیر الصحابیاتؓ۔ ص ۱۳۷

حضرت سلمیٰؓ بنتِ ابوذوہیب

حضرت سلمیٰؓ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضاعی والدہ حضرت حلیمہؓ سعدیہ کی سگی بہن ہیں۔ اس نسبت سے یہ حضور علیہ والصلوٰۃ السلام کی خالہ(۱) لگتی ہیں(۲)۔ حضرت سلمیٰؓ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ملنے آتیں تو آپؐ اپنی چادر زمین پر بچھا دیتے اور انہیں ماں کہہ کر بلاتے اور خوش آمدید کہتے(۳)۔ یہ فتح مکہ کے موقع پر بھی حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس حاضر ہوئی تھیں اور جاتی دفعہ آپؐ نے انہیں دو سو درہم اور کپڑے دیے اور ساتھ سواری کے لیے کجاوے سمیت ایک اونٹ بھی عطا فرمایا تھا(۴)۔ جعفری، مستغفری نے انہیں صحابیات میں شمار کیا ہے(۵)۔

آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بنی سعد کی حلیمہؓ کے گاؤں شخد(۶) میں اپنے بچپن کے ابتدائی چند سال گزارے اور حضرت حلیمہؓ سے محبت کی وجہ سے حضور علیہ والصلوٰۃ السلام کو ان کی ہر نسبت سے پیار تھا۔ نہ صرف حضرت حلیمہؓ سعدیہ کے بچوں بلکہ ان کے شوہر حضرت حارثؓ سے اور حضرت حلیمہؓ کی بہن سلمیٰؓ کی وجہ سے غزوۂ حنین کے موقع پر صحابہ کو اہلِ حنین کے ساتھ نرمی کا حکم فرمایا(۷) اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تقلید میں آپؐ کے خلیفہ بھی بنو سعد کی عزت کیا کرتے تھے(۸)۔

حواشی

○ ۱۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حقیقی خالہ فریعہ بنتِ وہب زہریہ ہیں۔

ان کے بارے میں ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے انہیں اپنے ہاتھ پر اٹھا لیا اور فرمایا کہ جو شخص میری خالہ کو دیکھنا چاہتا ہے' وہ دیکھ لے۔ ابو موسیٰ نے مختصراً ان کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ جعفر نے اسی طرح ان کا ذکر کیا ہے اور اس پر کوئی اضافہ نہیں کیا۔ (اسد الغابہ۔ جلد ۱۰۔ ص ۲۱۸ مترجم غلام ربانی عزیز)

○ ۲۔ شرف النبیؐ۔ ص ۱۹۹

○ ۳۔ اسد الغابہ۔ جلد ۱۰۔ ص ۱۴۲

○ ۴۔ سیرتِ سرورِ عالمؐ۔ جلد ۲۔ ص ۹۸

○ ۵۔ اسد الغابہ۔ جلد ۱۰۔ ص ۱۴۲

○ ۶۔ دائی حلیمہؓ اور ان کی سرسبز و شاداب بستی۔ ص ۲۰۹

○ ۷۔ اسوۃ الرسولؐ۔ جلد دوم۔ ص ۲۱

○ ۸۔ مودودی' سید ابوالاعلیٰ۔ سیرتِ سرورِ عالمؐ۔ جلد دوم۔ ص ۹۹/ سیرتِ احمدِ مجتبیٰؐ۔ جلد دوم۔ ص ۷۸

حضرت شیماؓ بنتِ حارث

ان کا نام حذافہ(۱) تھا اور یہ شیماؓ(۲) کے لقب سے مشہور ہوئیں۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے انہیں ماں کہہ کر پکارا۔(۳) اس کی وجہ یہ تھی کہ نہ صرف یہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی رضاعی بہن تھیں(۴)' بلکہ اپنی والدہ حضرت حلیمہؓ سعدیہ کے ساتھ مل کر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی پرورش و خدمت(۵) کیا کرتی تھیں اور آپؐ کو کھلایا(۶) کرتی تھیں۔ یہ حضور انور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کو گود(۷) میں اٹھاتیں اور لوریاں(۸) سنایا کرتی تھیں۔

حضرت شیماؓ بنتِ حارث حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم سے بہت محبت(۹) کرتی تھیں۔ حضرت حلیمہؓ جب حضرت آمنہؓ کے لال کو ان کے حوالے کرنے کے لیے گئیں تو انہوں نے حضرت آمنہؓ سے کہا کہ ان کی جدائی میں سب کا ہی برا حال

ہے مگر شیماؓ نے تو رو رو کر آنکھیں سجا لی ہیں(۱۰)۔

یہی شیماؓ جب غزوۂ حنین کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئیں تو انہیں دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خوشی سے اٹھ کھڑے ہوئے اور آنکھوں میں فرطِ محبت سے آنسو(۱۱) آ گئے۔ آپؐ نے فوراً ان کے لیے اپنی چادر بچھائی اور اس پر انہیں بٹھایا(۱۲)۔

آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس موقع پر اپنی اس رضاعی بہن سے فرمایا کہ اگر تم میرے پاس رہنا چاہو تو یہاں عزت سے رہو اور اگر اپنے علاقہ میں جانا چاہو تو بھی تمہیں اجازت(۱۳) ہے۔ حضرت شیماؓ نے اسلام(۱۴) قبول کیا اور اپنے علاقہ میں جانے کی خواہش ظاہر کی۔ تو حضور علیہ والصلوٰۃ السلام نے انہیں مال و متاع اور لونڈی غلام کے ساتھ عزت و احترام سے رخصت(۱۵) کیا۔

حضرت شیماؓ نے حنین کے ایک مجرم بجاد کی سفارش کی تو اس عظیم بھائی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے بہن کا مان رکھ کر اس مجرم کو انہیں بخش دیا(۱۶)۔

حواشی

- ۱۔ اصابہ۔ جلد ۴۔ ص ۳۴۴
- ۲۔ اسد الغابہ۔ جلد ۱۰۔ ص ۱۷/ تذکارِ صحابیات۔ ص ۳۵۸
- ۳۔ السیرۃ الحلبیہ۔ جلد اول۔ ص ۱۴۹
- ۴۔ اسد الغابہ۔ جلد ۱۰۔ ص ۱۷، ۱۵۷
- ۵۔ ابراہیم سیالکوٹی۔ سیرت المصطفیٰؐ جلد اول/ ص ۱۳۵/ انوارِ محمدیہؐ ص ۱۲۴
- ۶۔ صحابیات ص ۲۱۴/ اسلم جیراجپوری۔ نوادرات۔ ص ۸
- ۷۔ اسوۃ الرسولؐ۔ جلد دوم۔ ص ۲۰
- ۸۔ سیرتِ دحلانیہ ص ۱۸۵
- ۹۔ شیخ عظیم اللہ۔ سرورِ کائنات حضرت محمدؐ۔ ص ۱۹/ اسوۃ الرسولؐ۔ جلد دوم۔ ص

۲۰

○ ۱۰۔ رحیم دہلوی۔ دائی حلیمہؓ اور ان کی سرسبز و شاداب بستی۔ ص ۵۴
○ ۱۱۔ انوارِ محمدیہؐ۔ جلد دوم۔ ص ۳۱۵
○ ۱۲۔ سیرتِ محمدیہؐ۔ جلد دوم۔ ص ۳۱۵/ سیرتِ ابنِ ہشام۔ جلد دوم۔ ص ۵۴۸
○ ۱۳۔ اسد الغابہ۔ جلد ۸۔ ص ۲۲۵
○ ۱۴۔ معارج النبوت۔ جلد سوم۔ ص ۳۹۲، ۳۹۳/ حیاتِ محمدؐ۔ ص ۵۴۵
○ ۱۵۔ الرحیق المختوم۔ ص ۶۷۲/ حیاتِ محمدؐ۔ ص ۱۴۴
○ ۱۶۔ ابنِ ہشام۔ سیرت النبیؐ کامل۔ جلد دوم۔ ص ۵۴۸

بچپن کے عمومی واقعات

پہلا سال

ولادتِ پاک

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو نوزائیدہ بچے کی حالت میں دیکھنے والی خواتین مثلاً حضرت آمنہؓ اور مکہ کی دوسری خواتین فرماتی ہیں کہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بہت ہی خوبصورت تھے۔(۱)

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت تندرست تھے۔ اتنے تندرست کہ جو لوگ آپؐ کو دیکھنے آتے، وہ سمجھتے کہ آپؐ کئی مہینوں کے ہیں۔(۲)

حضرت عبدالمطلبؓ کے دعائیہ اشعار

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کے بعد حضرت آمنہؓ نے حضرت عبدالمطلب کو پوتے کی ولادت کی خبر پہنچائی تو وہ خوش خوش پوتے کو دیکھنے آئے۔(۳) اور خانہ کعبہ لے جاکر وہاں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے دعائیں کرتے رہے اور اس کا شکر ادا کیا۔ (۴) حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق دادا نے چند دعائیہ اشعار کہے۔ ان کا ترجمہ یہ ہے(۵)

☆ سب تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے مجھے یہ پاکیزہ لباس اور منزہ ذات والا مقدس پوتا عطا فرمایا ہے۔

☆ جو پنگھوڑے میں ہوتے ہوئے سب بچوں پر فوقیت لے گئے ہیں۔ میں ان کو اللہ تعالیٰ کے مبارک ارکان اور اطراف و اکناف والے گھر کی پناہ میں دیتا ہوں۔

☆ حتیٰ کہ میں ان کو اس حال میں دیکھوں کہ وہ مکمل اور مضبوط و توانا جوان ہوں۔ میں ان کو کینہ اور دشمن کے شر سے (اللہ تعالیٰ کی) پناہ میں دیتا ہوں اور اس حاسد کے شر سے جس کی آنکھیں مرض حسد کی وجہ سے بے چین و بے قرار ہیں۔(۶)

حضرت عبدالمطلبؓ نے پوتے کی مدح و ثنا میں چند اشعار کہے اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خانہ کعبہ سے لا کر حضرت آمنہؓ کی گود میں دے دیا۔(۷)

حضورؐ کی ولادت کی خوشی اور عبدالمطلبؓ

جب حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دنیائے آب و گل میں قدم رکھا تو قریش کی رسم کے مطابق حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سر کے بال اتروا کر ان کے برابر سونے کو فقیروں میں خیرات کر دیا گیا۔(۸)

حضرت عبدالمطلبؓ نے اپنے عزیز پوتے کی ولادت کی خوشی میں بڑی تعداد میں اونٹ ذبح کر کے ان کا گوشت غریبوں اور مساکین میں تقسیم کر دیا۔(۹)

وقتِ ولادت اور ایک یہودی

ام المومنین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک یہودی مکہ معظمہ میں سکونت پذیر تھا(۱۰)۔ انوارِ محمدیہؐ میں لکھا ہے کہ وہ یہودی تجارت کیا کرتا تھا(۱۱)۔ اور مکہ میں آیا ہوا تھا(۱۲)۔ اس یہودی نے ولادت کی شب قریش کی ایک مجلس میں پوچھا کہ آج رات تم میں سے کسی بچے کی ولادت ہوئی ہے۔ قریش نے لاعلمی کا اظہار کیا تو کہنے لگا کہ میں تم کو بتاتا ہوں کہ اس رات آخری امت کے نبیؐ پیدا ہو چکے ہیں اور ان کی نشانی یہ ہے کہ ان کے شانوں کے درمیان ایک مُہرِ نبوت ہے۔ اس کے علاوہ کتبِ قدیمہ میں یہ نشانی بھی ہے کہ وہ دو راتیں دودھ نہیں پئیں گے۔ قریش حیران ہوئے اور اپنے اپنے گھروں میں چلے گئے۔ گھر والوں سے معلوم ہونے پر کہ حضرت عبدالمطلبؓ کے ہاں پوتے کی پیدائش ہوئی ہے، قریش یہودی کے پاس پہنچے اور اسے بتایا۔ یہودی نے بچے کو دیکھنے کی خواہش کی۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی

مہرِ نبوت کو دیکھا تو بے ہوش ہو گیا۔ ہوش میں آیا تو قریش نے پوچھا کہ تمہیں کیا ہو گیا تھا۔ اس پر یہودی کہنے لگا "واللہ! بنی اسرائیل سے نبوت چلی گئی۔ اے گروہ قریش! اچھی طرح سن لو' خدا کی قسم! یہ نبیؐ تم پر ایسی شوکت و سطوت قائم کریں گے جس کی خبر مشرق سے مغرب تک پہنچے گی" (۱۳)

ایک یہودی کا واقعہ

حضرت حسانؓ بن ثابت فرماتے ہیں کہ جس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی اس وقت میری عمر سات یا آٹھ سال برس کی تھی (۱۴)۔ میں نے اس رات ایک یہودی کو دیکھا جو اونچی جگہ پر کھڑا چلا رہا تھا (۱۵) کہ اس رات وہ ستارہ طلوع ہو گیا ہے جو اس بات کی علامت ہے کہ (۱۶) نبیؐ آخر الزمان (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی پیدائش مبارک ہو چکی ہے (۱۷)۔ حضرت حسان فرماتے ہیں کہ وہ یہودی ہجرتِ مدینہ کے وقت بھی موجود تھا مگر حسد و عناد کی وجہ سے کفر و ضلالت سے مرا مگر مشرف باسلام نہ ہوا (۱۸)

ابن سعد کہتے ہیں کہ جب حضرت آمنہ نے اپنے جگر گوشے کو دائی حلیمہ کے سپرد کیا تو اس موقع پر اشعار کہے (۱۸۔الف)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پہلی بات

حضرت آمنہؓ فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت کے وقت حضرت حوا' سارہ' ہاجرہ اور آسیہ موجود تھیں۔ ان چاروں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ایک زریں طشت پر آبِ کوثر سے نہلایا اور سر مبارک پر سبز کپڑا باندھ کر عطر بہشت مل دیا اور حضرت آمنہؓ کی گود میں لٹایا تو اس وقت آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ کیا اور کہا "رَبِّ ھَبْ لِیْ اُمَّتِیْ" یعنی خدایا' میرے واسطے میری امت کو بخش دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا' میں نے تیری بلند ہمتی کی وجہ سے تیری امت کو بخش دیا۔ پھر فرشتو! گواہ رہنا کہ میرا حبیب (صلی اللہ

علیہ وآلہٖ وسلم) اپنی ولادت کے وقت بھی اپنی امت کو نہیں بھولا' تو قیامت کے دن کس طرح بھولے گا۔(۱۹)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا عقیقہ

ولادتِ پاک کے بعد آنے والے پہلے پیر کو' جس دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ظاہری زندگی گزارتے ساتواں (۲۰) دن تھا' اس دن حضرت عبدالمطلبؓ نے اپنے پیارے پوتے کی پیدائش کی خوشی میں ایک جشنِ عظیم کیا۔ اس جشن میں اونٹوں کی قربانی دی گئی (۲۱) اور تمام قریش کو دعوت دی گئی (۲۲)۔ اس دعوت میں قریش کے تمام اکابر شریک تھے(۲۳) کھانا کھانے کے بعد قریش کے لوگوں نے حضرت عبدالمطلب سے بچے کا نام دریافت کیا (۲۴) تو حضرت عبدالمطلبؓ نے کہا: محمدؐ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) قریش نے کہا کہ آپ نے اس نامِ محمدؐ میں کیا خوبی دیکھی کہ اپنے آباؤ اجداد کے ناموں کو نظر انداز کر دیا(۲۵)۔ اس پر حضرت عبدالمطلبؓ نے اپنے پیارے پوتے کا منہ چوم (۲۶) کر کہا' میں چاہتا ہوں کہ آسمانوں میں اللہ تعالیٰ اور زمین میں اس کی مخلوقات اس کی تعریف کریں(۲۷)۔ اور میرے پوتے کے گن گائیں (۲۸)۔

اہلِ قریش اور برکاتِ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیدائش کے سال قریش کی حالت بہت پتلی تھی۔ مکہ میں قحط کی سی حالت تھی(۲۹)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیدائش کے بعد خوب زور کی بارش ہوئی اور آپؐ کی برکت سے قحط کا کہیں نام و نشان تک نہ رہا(۳۰)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا گھوارہ

ابن شیخ نے خصائص میں ذکر کیا ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

کا جھولا فرشتوں کی جنبش سے ہلا کرتا تھا(۳۱)۔

حضرت زبیرؓ کی لوری

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چچا حضرت زبیر بن عبدالمطلبؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو گود میں اٹھا کر لوریاں دیتے تھے۔(۳۲)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کھلونا

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے بچپن میں اپنے پنگھوڑے میں لیٹے ہوتے تو چاند کی طرف راغب ہوا کرتے تھے اور اکثر اس سے باتیں کیا کرتے تھے۔(۳۴) جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم چاند کی طرف انگلی اٹھا کر اشارہ فرماتے تو چاند حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مقدس و معطر انگلی مبارک کے اشارے سے حرکت کرتا تھا۔(۳۵)

بیہقی' صابونی' خطیب اور ابن عساکر حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ سے نقل کرتے ہیں۔ انہوں نے حضور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عرض کیا۔ یا رسولَ اللہ (صلی اللہ علیک وسلم! مجھے اس بات نے ایمان لانے پر مجبور کیا کہ آپ بچپن میں چاند سے گفتگو فرمایا کرتے تھے اور آپ جدھر اشارہ فرماتے تھے' چاند ادھر ہی ہو جاتا تھا)۔(۳۶)

حضرت ثویبہؓ نے دودھ پلایا

حضرت ثویبہؓ نے اپنے مالک ابولہب کو بھتیجے کی پیدائش کی خبر سنائی تو اس نے اس خوشی میں انہیں آزاد کر دیا (۳۷) اور اس نے حضرت ثویبہؓ کو حکم دیا کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دودھ پلائیں (۳۸)۔ اس طرح حضرت ثویبہؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رضاعی ماں بننے کا شرف حاصل ہوا۔ اس طرح حضرت ثویبہؓ کے بیٹے مسروح حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے رضاعی بھائی

ہیں۔(۳۹)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ثویبہؓ کی رضاعت کی وجہ سے ہمیشہ ان کا خیال رکھا۔ نہ صرف مکہ مکرمہ بلکہ مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد بھی انہیں کپڑے، اشیا اور تحائف دیا کرتے تھے اور ان کی وفات کی خبر سن کر غمگین ہو گئے۔(۴۰)

حلیمہؓ سعدیہ کی گود میں

عرب میں یہ دستور تھا کہ شرفا اپنے بچوں کو ابتدا ہی سے دیہات میں بھیج دیتے تھے تاکہ دیہات کی صاف اور کھلی آب و ہوا میں ان کی پرورش ہو سکے اور زبان کی فصاحت اور اہل عرب کی دیگر خصوصیات اوائل عمر سے ہی بچوں میں راسخ ہو جائیں۔ اس دستور کے مطابق سال میں دو دفعہ بنی سعد کی عورتیں شیر خوار بچوں کی تلاش میں مکہ آیا کرتی تھیں۔ چنانچہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی پیدائش کے آٹھ دن بعد انہی عورتوں کے ساتھ حلیمہؓ سعدیہ بھی مکہ معظمہ تشریف لائیں (۴۱)۔ آپ کی ولادتِ مبارک کے آٹھ دن بعد حضرت حلیمہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو رضاعت و پرورش کے لیے گود لیا اور دنیا و آخرت کی نعمتوں سے مالا مال ہوئیں۔ تو وہ پیر کا دن تھا، یعنی حیاتِ طیبہ کا دوسرا پیر۔ لیکن بعض سیرت نگار یہ وقفہ ایک ماہ یا اس سے کچھ زیادہ بھی بتاتے ہیں۔ بہرحال ملا معین واعظ کاشفی کہتے ہیں کہ جس دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حلیمہؓ سعدیہ کو سونپے گئے، وہ دن پیر کا تھا (۴۲)

حضرت آمنہؓ کے اشعار

جب حضرت آمنہؓ اپنے پیارے، لاڈلے اور اکلوتے بیٹے کو دایہ حضرت حلیمہؓ کے حوالے کرنے لگیں تو اس موقع پر انہوں نے کچھ اشعار کہے۔ اشعار کا ترجمہ یہ ہے کہ

☆ میں اپنے بچے کو خدائے ذوالجلال کی پناہ میں دیتی ہوں، اس شر سے جو پہاڑوں پر

چلتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اسے شتر پر سوار دیکھوں اور دیکھ لوں کہ وہ غلاموں کے ساتھ اور درماندہ لوگوں کے ساتھ احسان کرنے والا ہے (۴۳)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نشوونما

حضرت حلیمہؓ بیان کرتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نشوونما اتنی تیزی سے ہوئی تھی کہ دوسرے لڑکے اتنے نہیں بڑھتے تھے۔(۴۴)

حضرت حلیمہؓ مزید فرماتی ہیں کہ جب نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک آٹھ ماہ ہوئی تو آپؐ نے گفتگو فرمائی۔ جب نو ماہ کے ہوئے تو فصیح گفتگو فرمائی اور جب دس ماہ کے ہوئے تو بچوں کے ساتھ تیر اندازی بھی فرمائی(۴۵)۔

عاداتِ کریمہ

حضرت حلیمہؓ فرماتی ہیں کہ ننھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عام بچوں کی طرح کبھی کپڑوں میں بول و براز نہیں فرمایا۔ بلکہ ہمیشہ ایک مقررہ مدت پر رفع حاجت فرمایا کرتے۔ اگر کبھی آپؐ کی شرمگاہ کھل جاتی تو آپؐ رو رو کر فریاد کرتے اور جب تک شرمگاہ چھپ نہ جاتی' کسی طرح چین و قرار حاصل نہ ہوتا۔ اگر کبھی آپؐ کی شرمگاہ چھپانے میں مجھ سے کچھ تاخیر ہو جاتی تو غیب سے کوئی آپؐ کی شرمگاہ چھپا دیتا (۴۶)۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عاداتِ کریمہ میں سے یہ عادت بھی تھی کہ کوئی چیز بائیں ہاتھ سے نہ پکڑتے اور ہر چیز کو بسم اللہ کہہ کر پکڑتے (۴۷)۔

حضرت حلیمہؓ اور برکاتِ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت حلیمہؓ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکات بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لے کر اپنے گھر کی طرف چلی تو جس مقام پر اترتے تھے' اللہ تعالیٰ اس کو سرسبز و شاداب کر دیتا تھا (۴۸) اور جب

حضرت حلیمہؓ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو لے کر اپنے علاقہ میں پہنچیں تو سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی برکت سے سوکھے پودوں اور مرجھائی ہوئی ڈالیوں میں ایکا ایکی جان سی پڑ گئی، خشک کھیتیاں لہلانے لگیں جیسے کسی نے ان پر آبِ حیات چھڑک دیا ہو (۴۹)

نہ صرف سارا علاقہ سرسبز و شاداب ہو گیا بلکہ حضرت حلیمہؓ کے اونٹ اور بکریاں بھی زیادہ ہو گئیں اور تمام مکان میں مشک کی خوشبو پھیل گئی اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے لوگوں کے دلوں میں خدا تعالیٰ نے محبت ڈال دی۔ نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ بن سعد کے لوگوں میں سے کسی کے جسم میں کوئی بیماری پیدا ہوتی تو وہ شخص آپؐ کا دستِ مبارک اپنی بیماری کی جگہ پر رکھتا اور اسے فوراً شفا ہو جاتی۔ نہ صرف انسان بلکہ کوئی اونٹ یا بکری بیمار ہو جاتی تو آپؐ کے دستِ مبارک سے اسے بھی شفا ہو جاتی (۵۰)

حضرت حلیمہؓ اور یہودی

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دودھ پلانے اور پرورش کرنے کے لیے حضرت آمنہؓ نے حضرت حلیمہؓ کے حوالے کیا تو انہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق تمام باتیں بتائیں۔ کچھ دن بعد حضرت حلیمہؓ کے پاس سے کچھ یہودی گزرے تو حلیمہؓ نے ان کو وہ تمام باتیں بتائیں جو آمنہؓ نے بتائی تھیں۔ یہ سن کے وہ یہودی ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ اسے قتل کر دو۔ پھر حلیمہؓ سے پوچھا، کیا یہ یتیم ہے؟ وہ بولیں نہیں، یہ ان کے باپ ہیں اور میں ان کی ماں ہوں۔ یہودیوں نے کہا اگر یہ یتیم ہوتا تو ہم اسے ضرور قتل کر دیتے (۵۱)

حضرت شیماؓ کی لوریاں

حضرت شیماؓ ننھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو گود میں لے کر کھلایا کرتیں اور لوریاں سنایا کرتیں تھیں۔ (۵۲)

ایک اور لوری کے الفاظ بھی ملتے ہیں۔(۵۳)

حواشی

○ ۱۔ سید آلِ احمد رضوی۔ ہمارے پیارے نبیؐ۔ ص ۳۶

○ ۲۔ اقراء جلد ۵۔ شمارہ ۲۔ ۱۹۸۰ مضمون محمد صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کا بچپن اور جوانی۔ از عمران مصطفیٰ۔ ص ۲۳۵/ خورشید احمد انور۔ محمد عربیؐ۔ ص ۹)

○ ۳۔ الرحیق المختوم۔ ص ۱۰۱، ۱۰۲

○ ۴۔ (ابن ہشام۔ جلد ۱۔ ص ۱۵۹، ۱۶۰/ الرحیق المختوم۔ ص ۱۰۱، ۱۰۲/ نعیم صدیقی۔ سیدِ انسانیت۔ ص ۴۶

○ ۵۔ طبقات ابن سعد۔ حصہ اول۔ ص ۱۴۰ بحوالہ محمد ولی رازی۔ ہادیٔ عالمؐ۔ ص ۴۳ (حاشیہ)/ الوفا۔ ص ۱۳۵/ فکر و نظر اسلام آباد (ماہنامہ) مارچ ۱۹۷۷ء مضمون عربی نعت از محمد عبدالقدوس۔ ص ۴۴۹

○ ۶۔ الوفا۔ ص ۱۳۵

○ ۷۔ سرور القلوب بذکر المحبوبؐ۔ ص ۱۵

○ ۸۔ عبدالصمد صارم۔ محمد رسولؐ اللہ۔ ص ۲۰

○ ۹۔ اردو ڈائجسٹ۔ رحمۃ للعالمینؐ نمبر۔ سالنامہ ۱۹۸۸۔ مضمون "رحمۃ للعالمین کے والدینِ مکرم" از ڈاکٹر احمد التاجی۔ ترجمہ و تلخیص خدیجہ ترابی۔ ص ۱۳۵

○ ۱۰۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۱۳۸

○ ۱۱۔ انوار محمدیہؐ۔ ص ۴۳

○ ۱۲۔ حبیبؐ خدا۔ ص ۴۴، ۴۵

○ ۱۳۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۱۳۸، ۱۳۹/ الخصائص الکبریٰ۔ جلد اول۔ ص ۹۹/ سیرت محمدیہؐ۔ جلد اول۔ ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۵۵، ۱۵۶

○ ۱۴۔ اشرف علی تھانوی۔ حبیبؐ خدا۔ ص ۴۳، ۴۴

○ ۱۵۔ سیرتِ محمدیہؐ جلد اول۔ ص ۱۳۵
○ ۱۶۔ ابنِ ہشام۔ جلد اول۔ ص ۱۸۰/ قسطلانی۔ مواہب اللدنیہ۔ ص ۶۳/ ابنِ سعد۔ طبقات۔ جلد ا۔ ص ۲۲۹ بحوالہ سیرتِ احمدِ مجتبیٰؐ۔ جلد ا۔ ص ۶۱
○ ۱۷۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۱۳۷
○ ۱۸۔ الوفا۔ ص ۱۱۸
○ ۱۸۔الف۔ رسولِ اکرمؐ کی سیاسی زندگی۔ ص ۴۸
○ ۱۹۔ شاہ نقی علی خاں۔ انوارِ جمالِ مصطفیٰؐ۔ ص ۱۰۴
○ ۲۰۔ حیاتِ محمدؐ۔ ص ۱۳۱/ منصور پوری۔ رحمۃ للعالمینؐ۔ جلد اول۔ ص ۴۱/ الخصائص الکبریٰ۔ جلد اول۔ ص ۹۹
○ ۲۱۔ اسوۃ الرسولؐ۔ جلد دوم۔ ص ۱۳، ۱۴
○ ۲۲۔ منصور پوری۔ رحمۃ للعالمینؐ۔ جلد اول۔ ص ۴۱
○ ۲۳۔ مولوی دہلی۔ رسولؐ نمبر۔ صفر و ربیع الاول ۱۳۵۱ھ۔ ص ۵۱
○ ۲۴۔ الخصائص الکبریٰ۔ جلد اول۔ ص ۹۹، ۱۰۰
○ ۲۵۔ حیاتِ محمدؐ۔ ص ۱۲۱
○ ۲۶۔ مولوی دہلی۔ رسولؐ نمبر۔ صفر اور ربیع الاول ۱۳۵۱ھ۔ مضمون ""فخرِ دو عالمؐ کا بچپن"" از مولوی مرتضیٰ احسن صدیقی۔ ص ۵۱
○ ۲۷۔ الخصائص الکبریٰ۔ جلد اول۔ ص ۹۹، ۱۰۰
○ ۲۸۔ ساجد الرحمٰن۔ سیرت رسولؐ۔ ص ۷
○ ۲۹۔ عارف بٹالوی۔ حیاتِ رسولؐ۔ ص ۳۰
○ ۳۰۔ خورشید احمد انور۔ محمدِ عربیؐ۔ ص ۹
○ ۳۱۔ سیرتِ رسولِ اکرمؐ۔ ص ۱۹/ سیرتِ احمدِ مجتبیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۷۷/ مدارج النبوت۔ جلد ۲۔ ص ۲۱/ عبدالمصطفیٰ اعظمی۔ سیرت مصطفیٰؐ۔ ص ۶۷
○ ۳۲۔ محفل۔ خیرالبشرؐ نمبر۔ ص ۱۸۰

○ ۳۳۔ کتاب المعارف۔ ص ۱۰۱،۱۰۲
○ ۳۴۔ سیرتِ احمدِ مجتبیٰ۔ جلد اول۔ ص ۷۷
○ ۳۵۔ مدارج النبوت۔ جلد ۲۔ ص ۲۱/ عبدالمصطفیٰ اعظمی۔ سیرت مصطفیٰ۔ ص ۶۷
○ ۳۶۔ الخصائص الکبریٰ۔ جلد اول۔ ص ۱۰۵
○ ۳۷۔ انوارِ محمدیہ۔ ص ۴۳/ محمد عابد، سید۔ رحمۃ للعالمین۔ ص ۱۳۹
○ ۳۸۔ الوفا۔ ۱۲۸/ مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۲۹
○ ۳۹۔ الوفا۔ ص ۱۳۷، ۱۳۸/ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۱۳۳
○ ۴۰۔ مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۱۱۱
○ ۴۱۔ حیاتِ رسالتمآب۔ ص ۵۵
○ ۴۲۔ معارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۱۱۴
○ ۴۳۔ مہک۔ گورنمنٹ کالج گوجرانوالہ۔ مضمون "دورِ طفولیت" از محمد ایوب۔ ص ۱۸
○ ۴۴۔ ابراہیم سیالکوٹی۔ سیرت المصطفیٰ۔ جلد اول۔ ص ۱۲۰
○ ۴۵۔ السیرت الحلبیہ۔ ص ۱۳۸
○ ۴۶۔ مدارج النبوت۔ جلد ۲۔ ص ۲۱/ عبدالمصطفیٰ اعظمی۔ سیرت مصطفیٰ۔ ص ۶۷
○ ۴۷۔ رسالتمآب۔ ص ۱۹
○ ۴۸۔ جنات النعیم فی ذکر نبی الکریم۔ ص ۳۵
○ ۴۹۔ درِ یتیم۔ ص ۴۵
○ ۵۰۔ سیرتِ محمدیہ۔ جلد اول۔ ص ۱۴۳
○ ۵۱۔ الخصائص الکبریٰ۔ ص ۱۱۵
○ ۵۲۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۱۸۵
○ ۵۳۔ اسوۃ الرسول۔ جلد دوم۔ ص ۲۱/ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۱۸۵

دوسرا سال

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عاداتِ مبارکہ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کبھی کپڑوں میں بول و براز نہیں کیا۔ بلکہ دونوں کے وقت مقرر تھے کہ اس وقت پرورش کرنے والا آپؐ کو اٹھا کر پیشاب کروا دیتا۔ اور کبھی حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ستر ننگا نہ ہوتا اور اگر کپڑا اتفاقاً اٹھ جاتا تو فرشتے فوراً ستر چھپا دیتے (۱)۔

حضرت حلیمہؓ حضورؐ کو دوبارہ واپس لے گئیں

حضرت حلیمہؓ فرماتی ہیں کہ خدا تعالیٰ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی برکات سے ہمیں مستفید کرتا رہا۔ یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دو برس کے ہو گئے۔ آپؐ اس تیزی سے بڑھ رہے تھے کہ اس تیزی سے عام طور پر بچے نہیں بڑھا کرتے۔ اس طرح آپؐ دو سال میں ہی خوب بڑے ہو گئے اور کھانے پینے لگے۔ ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو لے کر حضرت آمنہؓ کے پاس آئے (۲)۔ لانے کو تو ہم آپؐ کو حضرت آمنہؓ کے پاس لے لائے مگر دل سے ہم انہیں اپنے پاس رکھنے کے خواہش مند تھے۔ کیونکہ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بہت سی برکات سے مشاہدہ کیا تھا (۳)۔ حضرت حلیمہؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خود سے جدا کرنا ابھی دل سے پسند نہ تھا (۴)۔ ایک اور روایت کے مطابق حضرت حلیمہؓ نے حضرت آمنہؓ سے عرض کی کہ ان دنوں مکہ کی فضا سے بیماری اور گرمی کا ڈر ہے' اس لیے آپ انہیں ہمارے ساتھ بھیج دیں۔ ہم انہیں دوسرے سال واپس لے آئیں گے (۵)۔ جب حضرت حلیمہؓ نے بہت اصرار کیا تو حضرت آمنہؓ نے اجازت دے دی (۶)۔

دودھ چھڑانے پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کلام

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے، حضرت حلیمہؓ نے فرمایا کہ جب میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دودھ چھڑایا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس موقع پر مندرجہ ذیل فقرے فرمائے:

اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا وَّالْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا وَّ سُبْحَانَ اللّٰہِ بُکْرَۃً وَّ اَصِیْلًا (۷)

حواشی

○ ۱۔ حبیبِ خدا۔ ص ۵۵، ۵۶
○ ۲۔ الخصائص الکبریٰ۔ جلد اول۔ ص ۱۰
○ ۳۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۱۷۳، ۱۷۴
○ ۴۔ نعیم صدیقی۔ سیدِ انسانیت۔ ص ۱۷، ۱۸
○ ۵۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۱۷۳، ۱۷۴
○ ۶۔ الخصائص الکبریٰ۔ جلد اول۔ ص ۱۰۷
○ ۷۔ انوارِ محمدیہ۔ ص ۳۶

تیسرا سال

حضرت حارثؓ اور شیماءؓ کی محبت

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حلیمہؓ کے گھر میں گئے تو ہر شخص انہیں پیار کرتا اور جان چھڑکتا تھا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے رضاعی بہن بھائیوں سے کھیلتے، خصوصاً حضرت شیماؓ کے ساتھ کھیلتے اور حضرت حارثؓ آپؐ کو اپنے کندھوں پر بٹھاتے (۱)

رضاعی بہن بھائیوں میں حضرت شیماؓ بنتِ حارث کو ننھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت انس تھا (۲)۔ یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بے حد محبت اور

پیار کرتی تھیں (۳)۔

حضرت حلیمہؓ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو حضرت آمنہؓ کے پاس ہمیشہ کے لیے چھوڑنے آئیں تو اس موقع پر حضرت حلیمہؓ نے حضرت آمنہؓ سے جو جو کچھ کہا ہو گا اس تصور کو بڑے پیارے انداز میں رحیم دہلوی نے زبان دی ہے۔ حضرت حلیمہؓ اپنی جدائی کا حال بیان کر کے اپنی بیٹی شیماؓ کے بارے میں کہتی ہیں "میری بیٹی شیماؓ پر اپنے ننھے سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی جدائی پر کہرام چھایا ہے۔ آٹھ آٹھ آنسو روئی، آنکھیں سجا لیں۔ میں نے کہا بیٹی! جن آنکھوں سے عروسِ عبداللہ کے چاند کو لائی ہوں، ان ہی آنکھوں سے واپس کرنا ہے۔ اللہ کے قربان جاؤں کہ جس نے سرخرو کیا مگر دل کا حال خدا ہی جانتا ہے۔ چھوڑ کر جا تو رہی ہوں مگر آنکھیں ڈھونڈتی رہیں گی۔ سب بچے ان سے ہلے ہوئے تھے۔ اب گھر کا کونا کونا ڈھونڈیں گے۔ سچ پوچھو تو ہمارا گھر سونا ہو گیا" (۴)۔

حضورؐ نے بکریاں چرانا شروع کیں

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عمر مبارک تین (۵) برس ہوئی تو ایک دن رضاعی ماں حضرت حلیمہؓ سے فرمایا "اماں میرے بہن بھائی کہاں جاتے ہیں؟" (۶)۔ حضرت حلیمہؓ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کیا میری جان آپؐ پر فدا ہو۔ آپؐ کے بہن بھائی تو بکریاں چرانے جاتے ہیں اور رات کو واپس آتے ہیں (۷)۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا "میں بھی اپنے بہن بھائیوں کے ساتھ بکریاں چرانے جایا کروں گا" (۸)۔ حضرت حلیمہؓ نے روکا لیکن آپؐ نہ مانے اور اصرار کیا (۹)۔ آخر حضرت حلیمہؓ نے اجازت دے دی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہر روز اپنے دودھ شریک بھائیوں کے ساتھ جنگل میں بکریاں چرانے جایا کرتے تھے (۱۰)۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی برکات

تین سال کی عمر میں جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے رضاعی بہن بھائیوں کے ہمراہ بکریاں چرانے کے لیے چراگاہوں میں جانے لگے تو حضرت حلیمہؓ کی بکریوں کی تعداد روزافزوں زیادہ ہوتی گئیں' دودھ دینے والی بکریاں پہلے سے زیادہ دودھ دینے لگیں' بکرے تروتازہ ہونے لگے اور چراگاہ میں ہریالی بھی بڑھنے لگی۔ یہ سب دیکھ کر بنو سعد بہت خوش ہو گئے (۱۱)۔

حواشی

○ ۱۔ سیارہ ڈائجسٹ۔ جلد ۱۔ ص ۲۰۴

○ ۲۔ شیخ عظیم اللہ۔ سرورِ کائنات حضرت محمدؐ۔ ص ۱۹/ اظہار (ماہنامہ) کراچی۔ نومبر و دسمبر ۱۹۸۵ء۔ ص ۵ مضمون "حضورؐ کی ولادت و طفولیت" از ڈاکٹر مظہرالدین سومرو

○ ۳۔ اسوۃ الرسولؐ۔ جلد دوم۔ ص ۲۰/ آغا اشرف۔ بچوں کے رسولؐ۔ ص ۹

○ ۴۔ رحیم دہلوی۔ دائی حلیمہؓ اور ان کی سرسبزو شاداب بستی۔ ص ۵۴

○ ۵۔ نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۲۔ ص ۱۷۴ (مضمون فخرِ موجودات آنحضرتؐ کی مکی زندگی از ابوالجلال ندوی)

○ ٦۔ رسالتمآبؐ۔ ص ۱۹

○ ۷۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۱۷۵

○ ۸۔ مولوی۔ رسولؐ نمبر۔ صفرو ربیع الاول۔ ۱۳۴۷ھ۔ ص ۲۷

○ ۹۔ میلادِ رسولِ عربیؐ۔ ص ۲۲٬۲۱

○ ۱۰۔ مولوی۔ رسولؐ نمبر۔ صفرو ربیع الاول۔ ۱۳۴۷ھ۔ ص ۲۷

○ ۱۱۔ نقوش۔ جلد ۲۔ ص ۱۷۴ مضمون "فخرِ موجودات۔ آنحضرتؐ کی مکی زندگی" از ابوالجلال ندوی

چوتھا سال

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کھیل کود میں حصہ نہ لیتے

حضرت حلیمہؓ کے گھر میں رہنے کے دوران جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بڑے ہوئے اور بچوں کو کھیلتے ہوئے دیکھتے تو ان سے الگ ہو کر بیٹھ جایا کرتے تھے (۱)۔ "ایک دن کا واقعہ ہے کہ آپؐ نے اپنے دودھ شریک بھائی کو بچوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے دیکھا تو آپؐ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ بھائی! ہم کھیل کود اور باتوں کے لیے پیدا نہیں ہوئے" (۲)

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بچوں کو کھیلتے ہوئے دیکھا کرتے تھے۔ خود کھیل میں حصہ نہیں لیتے تھے۔ جب لڑکے آپؐ کو کھیلنے کے لیے بلاتے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے کہ میں کھیلنے کے لیے پیدا نہیں کیا گیا ہوں (۳)۔

کبھی بھوک پیاس کی شکایت نہ کی

"جن لوگوں نے حضرت نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا بچپن دیکھا ہے، انہوں نے شہادت دی ہے کہ آپؐ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ ناواجب مذاق نہیں کیا۔ گھر میں کبھی مانگ کر کھانا نہیں کھایا۔ جو کچھ کھانے کو دیا جاتا، کھا لیتے، کبھی کسی کھانے والی چیز میں کوئی نقص یا عیب نہیں نکالا" (۴)۔

حضرت ام ایمنؓ فرماتی ہیں، میں نے نہیں دیکھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کبھی بھوک پیاس کی شکایت کی ہو۔ آپؐ صبح صبح آبِ زمزم پی لیتے۔ ہم ناشتہ دیتے تو فرماتے کہ میرا پیٹ بھرا ہوا ہے۔ اس روایت کو ابنِ سعد دوسری سند سے نقل کرتے ہیں جس میں یہ الفاظ زیادہ ہیں کہ آپؐ نے بچپن میں اور نہ بڑے ہو کر بھوک پیاس کی کبھی شکایت کی (۵)۔

حضرت حلیمہؓ نے واقعاتِ ولادت بتائے

حضرت حلیمہؓ فرماتی ہیں کہ ایک بار کچھ یہودی ان کے پاس سے گزرے تو

حضرت حلیمہؓ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادتِ پاک کے وقت ہونے والے تمام واقعات کا ذکر اپنی ذات سے منسوب کر کے بیان کیے۔ یہ سن کر وہ یہودی آپس میں کہنے لگے اس بچے کو مار ڈالو۔ پھر حضرت حلیمہؓ سے پوچھا کہ کیا یہ بچہ یتیم ہے۔ حضرت حلیمہؓ نے کہا نہیں' یہ ان کے باپ ہیں اور میں ان کی ماں ہوں۔ اس پر انہوں نے کہا اگر یہ بچہ یتیم ہوتا تو ہم اسے مار ڈالتے (۶)۔

حضرت حلیمہؓ اور ایک کاہن

ایک بار حضرت حلیمہؓ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ایک کاہن کے پاس لے گئیں۔ کاہن نے آپؐ کو دیکھتے ہی اپنی جگہ سے چھلانگ لگائی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اٹھا لیا اور کہنے لگا' لوگو! آؤ اس بچے کو قتل کر دو' اور مجھے بھی اس کے ساتھ قتل کر دو' اگر یہ بچہ جوان ہو گیا تو تمہیں تمہارے دین سے ہٹا دے گا اور خدا کی وحدانیت کی طرف بلائے گا۔ حضرت حلیمہؓ کہتی ہیں کہ جب میں نے اس کاہن کا شور و غوغا سنا تو اس کے ہاتھوں سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو چھین لیا اور اپنے گھر کی طرف چل پڑیں اور اس کاہن سے کہا "کیا تم دیوانے ہو؟ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تم اس قسم کی یاوہ گوئی کرو گے تو میں یہاں کبھی نہ آتی۔ تم کسی شخص کو بلاؤ جو تمہیں قتل کر دے' ہم تو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو زندہ دیکھنا چاہتے ہیں اور وہ زندہ رہیں گے"۔ اس کے بعد حضرت حلیمہؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو لے کر فوراً اپنے گھر لے آئیں (۷)۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور یہود

حضرت حلیمہؓ بیان کرتی ہیں کہ جب کسی یہودی جماعت کا گزر ہوتا اور وہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حالات بتاتیں تو وہ لوگ انہیں آپؐ کو مار ڈالنے کی ترغیب دیتے اور جب کبھی حضرت حلیمہؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو لے کر بازار میں کاہنوں کے پاس جاتیں تو وہ بھی آپؐ کو مار ڈالنے کی صدائیں بلند کرتے اور کہتے

کہ اس بچے کو مار ڈالو ورنہ یہ بڑا ہو کر تمہارے ہم مذہبوں کو قتل کرے گا' تمہارے بت توڑ ڈالے گا اور تم پر اس کی حکومت قائم ہو جائے گی (۸)۔

حضرت حلیمہؓ اور ایک قیافہ شناس

ایک بار حضرت حلیمہؓ آپؐ کو لے کر ہذیل کے ایک قیافہ شناس کے پاس پہنچیں' وہ آپؐ کو دیکھتے ہی پکارا۔ اے قومِ عرب! اس بچے کو قتل کر دو کیونکہ یہ تمہارے ہم مذہب لوگوں کو مارے گا' تمہارے بتوں کو توڑے گا اور تم پر غالب آ جائے گا۔ یہ سن کر حضرت حلیمہؓ آپؐ کو وہاں سے لے کر چلی آئیں۔

ابنِ سعد اور ابنِ طراح' عیسی بن عبداللہ بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ ہذیل بوڑھا' ہذیل اور ہذیل کے بتوں کو پکار کر کہنے لگا کہ "یہ بچہ آسمان سے کسی حکم کا منتظر ہو گا وہ لوگوں کو آپؐ کے بارے میں اکسانے لگا مگر کچھ دنوں بعد دہشت زدہ ہو گیا' عقل خبط ہو گئی اور کفر کی حالت میں مر گیا" (۹)۔

شقِ صدر

کئی سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عمر مبارک کے چوتھے سال شقِ صدر کا واقعہ ہوا۔ ملائکہ آئے' انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو لٹا لیا' آپؐ کا سینہ چاک کیا اور نعوذ باللہ شیطانی حصہ نکال دیا۔ کئی اور لوگوں کی طرح شبلی نعمانی بھی اس کے قائل نہیں تھے چنانچہ انہوں نے سیرت النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) جلد اول میں اس کا ذکر نہیں کیا ہے البتہ تیسری جلد میں سید سلیمان ندوی نے اس پر تفصیلی بحث کی ہے۔ ہم اس موضوع پر آخری باب میں گفتگو کریں گے۔

صادق اور امین

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بچپن ہی سے صادق اور امین مشہور تھے کیونکہ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہمیشہ سچ بولتے اور امانت میں کبھی خیانت نہ کرتے (۱۰)۔

"بچپن ہی سے آپؐ کی شرافت نفس، اخلاق فاضلہ، فہم و فراست کے غیر معمولی آثار، دیانت و امانت کے اعلیٰ ترین شاہکار، آپؐ کی ذاتِ اقدس میں ہر وقت مشاہدہ کیے جا سکتے تھے۔ جس کا نتیجہ تھا کہ عرب کے بڑے بڑے مغرور و متکبر سردار آپؐ کی تعظیم کرتے تھے اور سارے مکہ میں آپؐ کو امین کے لقب سے پکارا جاتا تھا" (۱۱)۔

حضرت حلیمہؓ کے بچوں کی حیرت

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب اپنے بہن بھائیوں کے ہمراہ بکریاں چرانے کے لیے جانے لگے تو جلد ہی حضرت حلیمہؓ کے بچوں نے ایک عجیب و غریب چیز دیکھی۔ انہوں نے درختوں اور پتھروں میں سے عجیب آوازیں نکلتی سنیں۔ انہوں نے دیکھا کہ ان کا ننھا رضاعی بھائی جب کسی درخت یا چٹان کے پاس سے گزرتا ہے تو اس درخت یا چٹان سے آواز آتی "اے اللہ کے نبیؐ تم پر سلام ہو"۔ بچے اس بات پر بڑے حیران ہوئے۔ انہوں نے یہ سب ماجرا اپنی ماں کو سنایا۔ حضرت حلیمہؓ تو پہلے ہی باخبر تھیں کہ ان کا یہ رضاعی بیٹا کوئی معمولی لڑکا نہیں ہے۔ انہوں نے اپنے بچوں سے کہا "بچو اس بات کا ذکر کسی اور سے نہ کرنا۔ تمہارا یہ بھائی کوئی معمولی لڑکا نہیں ہے۔ وہ بڑا ہو کر بہت بڑا سردار بننے والا ہے۔ اس کی اچھی طرح دیکھ بھال کرو اور خیال رکھو، اسے کوئی تکلیف نہ پہنچے"۔ یہ بات سن کے حضرت حلیمہؓ کے بچوں نے پہلے سے زیادہ ننھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا دھیان رکھنا شروع کر دیا اور پہلے سے زیادہ جان چھڑکنے لگے (۱۲)

"جنات النعیم فی ذکر نبی الکریم" میں لکھا ہے کہ حضرت حلیمہؓ فرماتی ہیں کہ جب پہلے دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے رضاعی بہن بھائیوں کے ہمراہ جنگل

میں بکریاں چرانے کے لیے گئے تو اس دن شام کو ہم لوگ ان کے انتظار میں کھڑے ہو گئے۔ ہم نے دیکھا کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی روشنی چاروں طرف پھیلی ہوئی ہے اور بکریاں مبارک قدموں سے لپٹی چلی آتی ہیں۔ ایک بکری کا پاؤں میرے لڑکے نے توڑ دیا تھا۔ وہ جب آپؐ کے قدموں سے لپٹی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کے پاؤں پر ہاتھ پھیرا۔ تو وہ فوراً اچھا ہو گیا۔ پھر میں نے اپنے بیٹے سے دریافت کیا کہ آج تم نے اپنے بھائی محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا کیا حال دیکھا۔ میرے بیٹے نے کہا کہ آج ہم نے دیکھا کہ ہمارے اس بھائی کے سامنے جو بھی درخت اور پتھر اور پہاڑ آیا یا جنگل کے جانور، یہ سب بلند آواز سے کہتے تھے۔ "السلام علیکَ یا رسولَ اللہ" اور جس مقام پر یہ قدم مبارک رکھتے وہاں فوراً سبزہ نمودار ہو جاتا۔ جب ہم بکریوں کو پانی پلانے کنویں پر گئے تو پانی جوش مار کر لبریز ہو گیا۔ ہمیں ایک خونخوار شیر بھی ملا۔ اس نے ہم پر حملہ کا ارادہ کیا کہ اچانک اس کی نظر ہمارے بھائی محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) پر پڑ گئی تو وہ فوراً حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قدموں سے لپٹ گیا اور قدموں پر لوٹ گیا اور کہا السلام علیکَ یا رسولَ اللہ (صلی اللہ علیکَ وسلم) پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کا کان میں کچھ فرمایا تو وہ اس وقت چلا گیا۔ حضرت حلیمہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے بچوں سے کہا کہ اس بات کا کسی سے ذکر نہ کرنا (۱۳)۔

اندھیری راتوں کے چراغ

حضرت حلیمہؓ فرماتی ہیں کہ جب سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میرے گھر میں رونق افروز ہوئے تھے مجھے راتوں کو چراغ جلانے کی ضرورت پیش نہ آتی تھی کیونکہ ننھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نور سے سارا گھر روشن رہتا تھا (۱۴)۔ حضرت حلیمہؓ یہ بھی فرماتی ہیں کہ جب تک آپؐ ہمارے گھر رہے، آپؐ کے چہرہ مبارک کے نور سے میرا گھر ہمیشہ روشن و درخشاں رہتا تھا۔ جب مجھے اندر جانے

کی ضرورت ہوتی تو آپؐ کے نور سے اندھیری کوٹھری روشن ہو جاتی اور جو چیز مجھے درکار ہوتی، میں بلاتکلف اس روشنی سے حاصل کر لیتی تھی (۱۵)۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مختلف سوالات پوچھا کرتے

ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی لکھتے ہیں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جو ابتدائی چار سال بنی سعد کے درمیان صحرا میں گزارے، وہاں گزارے ہوئے وقت میں قوت و طاقت، صحت و تندرستی، فصاحت و بلاغت اور بے باکی و جرأت وغیرہ جیسی صفات سے مالا مال ہوئے۔ بچپن ہی میں بہترین شہ سوار ہوئے۔ اس صحرا میں آپؐ کی صلاحیتوں کو پروان چڑھنے اور سورج کی دھوپ اور کھلی ہوا میں جسمانی و روحانی تربیت حاصل کرنے کے بہترین موقع میسر آئے۔ آپؐ بچپن ہی سے نجابت و شرافت کا پیکر تھے۔ ہوش مندی اور بیدار مغزی چہرے سے عیاں تھی جو ہر ایک کو اپنی طرف متوجہ کر لیتی (۱۶)۔

آپؐ نہ صرف حلیمہؓ کے بچوں کے ساتھ بکریاں چُراتے بلکہ قدرت کی ہر چیز کو غور سے دیکھتے اور پھر اس سے متعلق کبھی اپنے بھائیوں سے اور کبھی حضرت حلیمہؓ سے مختلف سوالات کیا کرتے۔ اور ایسے ایسے سوالات کی بوچھاڑ کرتے کہ وہ لوگ دنگ رہ جاتے۔ حضرت حلیمہؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے یہ عقل مندی کی باتیں سن کر بہت خوش ہوا کرتی تھیں (۱۷)۔

ذوالمجاز کے قیافہ شناس

حضرت حلیمہؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو لے کر ان کی والدہ محترمہ حضرت آمنہؓ سے ملوانے کے لیے گئیں تو راستے میں حبشہ کے لوگوں سے ڈر کر واپس آ گئیں۔ اس کے بعد دوبارہ اس ارادے سے چلیں اور جب ذوالمجاز سے گزریں، تو وہاں ایک قیافہ شناس تھا۔ لوگ اس قیافہ شناس کو اپنے بچے دکھانے کے لیے لے جاتے تھے۔ جب اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھا اور آپؐ کی

آنکھوں کی سرخی اور مہرِ نبوت کو دیکھا تو چیخ پڑا۔ اے اہل عرب! اس بچے کو قتل کر دو' یہ تمہارے اہلِ دین کو قتل کرے گا' تمہارے بت توڑ دے گا اور تمہارے اوپر غلبہ پا لے گا۔ حضرت حلیمہؓ آپؐ کو لے کر وہاں سے نکل آئیں اور پھر انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کسی کو بھی نہیں دکھایا (۱۸)۔

حواشی

○ ۱۔ انوارِ محمدیہؐ۔ ص ۴۶
○ ۲۔ قاری شریف احمد۔ ذکرِ رسولؐ۔ ص ۵۰
○ ۳۔ مدارج النبوت۔ جلد ۲۔ ص ۲۱/ عبدالمصطفیٰ اعظمی۔ سیرت مصطفیؐ۔ ص ۶۷
○ ۴۔ محمد منیر قریشی۔ انسانِ کامل۔ ص ۲۶
○ ۵۔ الخصائص الکبریٰ۔ جلد اول۔ ص ۱۵۱
○ ۶۔ شیخ محمد رضا۔ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۴۰'۴۱
○ ۷۔ شرف النبیؐ۔ ص ۴۷
○ ۸۔ شیخ محمد رضا۔ محمد رسولؐ اللہ۔ ص ۴۰
○ ۹۔ الخصائص الکبریٰ۔ جلد اول۔ ص ۱۱۴'۱۱۵
○ ۱۰۔ اے جی سکندر۔ محسنِ انسانیت۔ ص ۱۱
○ ۱۱۔ مفتی محمد شفیع۔ سیرۃِ رسولِ کریمؐ۔ ص ۴۳'۴۴
○ ۱۲۔ پروفیسر فضل احمد۔ رحمتِ عالمؐ۔ ص ۲۱'۲۲
○ ۱۳۔ جنات النعیم فی ذکر نبی الکریمؐ۔ ص ۳۸'۳۹
○ ۱۴۔ جنات النعیم فی ذکر نبی الکریمؐ۔ ص ۳۷
○ ۱۵۔ محمد صالح۔ سرورِ عالمؐ۔ ص ۳۶
○ ۱۶۔ ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی۔ سیرتِ نبویؐ۔ ص ۴۰
○ ۱۷۔ عرفان خلیلی۔ ہمارے حضورؐ۔ ۱۹۸۹ء۔ ص ۱۱

○ ۱۸۔ الخصائص الکبریٰ۔ جلد اول۔ ص ۱۱۴

پانچواں سال

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نہ ملے

حضرت حلیمہؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو حضرت عبدالمطلبؓ اور حضرت آمنہؓ کے حوالے کرنے کے لیے بنی سعد سے مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہونے لگیں تو غیب سے کسی کی آواز آئی "اے مکہ کی سرزمین تجھے مبارک ہو۔ آج سے تیرا نور کمال اور تیرا چاند واپس آ رہا ہے' آج سے مکہ کی سرزمین قحط سے محفوظ ہو گئی ہے اور اب قیامت تک خزانوں سے مالا مال ہو گی" (۱)۔ اور جب حلیمہؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو لے کر حرم کے متصل پہنچیں تو ایک آواز سنی "اے حلیم! تجھے مبارک ہو آج آفتاب جود و سخا شاہ جواں دولت تشریف لاتا ہے" (۲)

حضرت حلیمہؓ جب مکہ کے قریب پہنچیں تو شہر کے بڑے دروازے کے قریب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بٹھایا اور خود قضائے حاجت کے لیے گئیں۔ جب واپس آئیں تو وہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو موجود نہ پایا (۳)' اِدھر اُدھر دیکھا اور جب کہیں آپؐ کو نہ پایا تو کہتی ہیں کہ میں نے لوگوں کے سامنے شور مچا دیا اور کہا لوگو! یہاں میرا بچہ تھا۔ لوگوں نے کہا کون سا بچہ؟ میں نے کہا وہ بچہ جس کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ہے جس کی وجہ سے میرا مقدر بن گیا۔ میں غربت سے نکل کر دولت مند بن گئی' میں اسے لائی تھی تاکہ عبدالمطلبؓ کے حوالے کر دوں۔ یہ ان کی امانت ہیں۔ وہ ابھی ابھی یہاں تھے۔ اگر وہ مجھے نہ ملے تو میں پہاڑ کی چوٹی سے گر کر جان دے دوں گی (۴)۔ اِدھر اُدھر دیکھا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کوئی سراغ نہ ملا تو اتنی گریہ و زاری کی کہ ان کی بے قراری اور آہ و زاری سے جس نے انہیں دیکھا' بے اختیار اشک بار ہو گیا (۵)۔ ان کی یہ پریشانی دیکھ کر ایک

بوڑھا آدمی آیا اور سب واقعہ سننے کے بعد کہنے لگا کہ بت ہبل سے جا کر معلوم کرو کہ تمہارا بچہ کہاں ہے کیونکہ وہ سب جانتا ہے۔ حضرت حلیمہؓ نے کہا تو نہیں جانتا کہ ان کی ولادت کے وقت ان بتوں کا کیا حال ہوا تھا۔ بوڑھے نے کہا تو پاگل ہے۔ میں خود جا کر معلوم کرتا ہوں کیونکہ پریشانی کی وجہ سے تیری سمجھ میں کوئی بات نہیں آ رہی ہے۔ وہ گیا اور بتوں کے گرد سات چکر لگا کر دریافت کیا۔ ہبل نے یہ سنا اور گر پڑا اور تمام دوسرے بت سرنگوں ہو گئے اور بولے ہمارے سامنے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا نام مت لے۔ وہ تو ہمیں ہلاک کرنے والا ہے (۶)۔ یہ شخص تو ہم کو سنگسار اور بے اعتبار کر دے گا۔ ہماری کیا مجال ہے کہ اس کے معاملے میں دخل دیں جس کا نام سنتے ہی ہمارے سب حیلے اور فتنے مٹ گئے (۷)۔ وہ بوڑھا لرزیدہ باہر آیا اور کہنے لگا اے حلیمہؓ تیرا خدا تیرے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ضائع نہیں کرے گا (۸)۔

حلیمہؓ ڈرتی تھیں کہ جب عبدالمطلبؓ کو اس گمشدگی کا علم ہو گا تو ان پر کیا گزرے گی۔ آخر وہ دوڑی دوڑی حضرت عبدالمطلبؓ کے پاس گئیں۔ حضرت عبدالمطلبؓ نے انہیں اس بدحواسی سے آتا دیکھ کے کہا کیا بیٹا کھو بیٹھی ہو؟ انہوں نے کہا ہاں۔ حضرت عبدالمطلبؓ نے فوراً تلوار کھینچی اور باہر نکلے اور غصے میں آ کر لوگوں کو پکارا اور کہا میرا بیٹا گم ہو گیا ہے۔ قریش نے کہا آپ بیٹھیں۔ ہم آپ کے بیٹے کو پہاڑوں، صحراؤں اور جنگلوں میں تلاش کریں گے۔ قریش کے ان پرجوش جوانوں نے قسمیں کھائیں کہ جب تک ہم محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو تلاش نہ کر لیں، نہ کھانا کھائیں گے، نہ نہائیں گے اور نہ خوشبو کا استعمال کریں گے۔ انہوں نے مکہ مکرمہ کی ہر وادی چھان ماری مگر آپؐ نہیں ملے (۹)۔

حضرت عبدالمطلبؓ نے خانۂ کعبہ کے گرد سات چکر لگائے اور خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی:

☆ اے میرے ربِ کریم میری کسی سواری پر سوار ہو کر چلے جانے والے سوار محمد

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مجھ پر لوٹا اور مجھ پر اپنا خصوصی احسان فرما۔
ایک روایت کے مطابق یوں کہا تھا:

☆ اے اللہ میرے پردیسی اور مفقود الخبر سوار کو واپس فرما اور مجھے احسان و کرم سے سرفراز فرما دے اور تو نے ان کو میرا دست و بازو اور معاون و مددگار بنایا تھا۔

الوفا میں لکھا ہے کہ ایک روایت کے مطابق حضرت عبدالمطلبؓ نے آپؐ کو ایک ضروری کام کے لیے بھیجا تھا۔ اس موقع پر یہ اشعار کہے تھے۔ یہاں مترجم لکھتے ہیں کہ "نہ کہ آپؐ کے گم ہونے کے وقت" (۱۰)

غیب سے آواز آئی۔ تمہارا فرزند محفوظ ہے۔ حضرت عبدالمطلبؓ نے دریافت کیا۔ کہاں ہے؟ جواب ملا۔ وادئ تہامہ میں ایک درخت کے سایہ میں بیٹھے ہیں۔ حضرت عبدالمطلبؓ یہ سن کے دوڑتے ہوئے وہاں پہنچے تو دیکھا کہ ایک لڑکا بیٹھا ہوا ہے۔ دریافت کیا تو آپؐ نے فرمایا "میں محمدؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلبؓ ہوں"۔ حضرت عبدالمطلبؓ نے فرمایا "میں آپؐ کا دادا ہوں" اور اپنے ساتھ گھوڑے پر بٹھا کر لے آئے (۱۱)

سرور القلوب میں ایک دوسری روایت یہ ہے کہ ابوجہل اس درخت کی طرف سے گزرا جس کے نیچے آپؐ تشریف رکھے ہوئے تھے۔ اس نے جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اکیلا دیکھا تو اونٹ پر اپنے پیچھے سوار کیا۔ ہرچند چاہا مگر اونٹ نے قدم نہ اٹھایا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنے آگے بٹھایا تو اونٹ چلنے لگا۔ ابوجہل بہت حیران ہوا۔ جب حضرت عبدالمطلبؓ کے پاس پہنچا تو کہنے لگا مجھے اندیشہ ہے کہ تمہارا یہ لڑکا میرے ساتھ کیا کرے (۱۲)۔

شرف النبی میں لکھا ہے حضرت عبدالمطلبؓ کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس پہنچنے سے پہلے وہاں ابومسعود ثقفی پہنچے کیونکہ وہ آگے آگے جا رہے تھے۔ جب انہوں نے ایک بچے کو ایک درخت کے نیچے بیٹھا دیکھا تو پوچھا کہ بیٹا آپ کون ہیں؟ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا "ثقفی یہاں سے ہٹ

جاؤ"۔ ابو مسعود بڑا حیران ہوا کہ یہ بچہ اور اس قدر جرأت مندانہ حاضر جوابی۔ ثقفی نے پھر کہا مگر آپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا "میں سیدِ عرب کا بیٹا محمدؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلبؓ ہوں"۔ اس پر ابو مسعود لوٹے کہ حضرت عبدالمطلبؓ کو اطلاع پہنچائیں (۱۳)۔

حضرت عبدالمطلبؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے کندھے پر بٹھا لیا اور اسی طرح کعبہ کے گرد گھومتے جاتے اور آپؐ کے لیے دعا کرتے اور پناہ مانگتے جاتے (۱۴)۔

عبدالمطلبؓ نے خیرات کی اور حلیمہؓ کو خوش کیا

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ملنے کی خوشی میں حضرت عبدالمطلبؓ نے بکریاں اور گائیں ذبح کر کے اہلِ مکہ کی ضیافت کی (۱۵)۔ اور اس کے علاوہ بے شمار اونٹ اور بہت سا سونا صدقہ میں دیا (۱۶)۔

اب حضرت حلیمہؓ نے حضرت عبدالمطلبؓ کا شکریہ ادا کیا اور اجازت طلب کی (۱۷)۔ حضرت عبدالمطلبؓ نے خوش ہو کر حضرت حلیمہؓ کو قسم قسم کے انعام و اکرام سے مالا مال کر دیا (۱۸)۔ اور وہ خوش و خرم اپنے قبیلہ کو روانہ ہوئیں۔

حضرت حلیمہؓ کا بیان

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے دادا اور والدہ کے حوالے کرنے کے بعد کے حالات کے بارے میں حضرت حلیمہؓ بیان کرتی ہیں کہ میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کے بعد ہمیشہ خوشحال اور فارغ البال رہی۔ میں ان نعمتوں کو بیان کرنے سے قاصر ہوں جو مجھے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمات کے صلہ میں ملیں (۱۹)۔

حضرت امِ ایمنؓ کی سرپرستی اور خدمت

جب حضرت حلیمہؓ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت آمنہؓ کے حوالے کر کے اپنے علاقے کو روانہ ہوئیں تو حضرت ام ایمنؓ حضرت آمنہؓ کی سرپرستی میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پرورش و خدمت میں شریک ہوئیں۔ یہ آپؐ سے بے حد محبت کرتیں اور دن رات حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت گزاری اور خبر گیری میں گزار دیتیں۔ ہر وقت آپؐ کی دیکھ بھال کرتیں۔ آپؐ کے کپڑے دھوتیں اور پہنایا کرتیں۔ غرض حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہر کام میں پیش پیش رہا کرتی تھیں (۲۰)۔

حضرت عبدالمطلبؓ اور ایک کاہن

ابوحازم سے مروی ہے کہ جب حضرت حلیمہؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ۵ سال کی عمر میں آپؐ کے دادا اور والدہ کے حوالے کر گئیں تو انہی دنوں ایک کاہن مکہ مکرمہ آیا۔ اس کاہن نے جب ننھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھا تو کہنے لگا "اے گروہِ قریش! اس بچے کو قتل کر دو۔ یہ تمہارے اندر تفریق و انتشار پیدا کر دے گا اور تمہیں ہلاک کر دے گا"۔ یہ سن کر حضرت عبدالمطلبؓ جلدی سے آپؐ کو لے کر وہاں سے نکل آئے۔ قریش کاہن کی یہ باتیں سن کر ہمیشہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے خوفزدہ رہتے تھے (۲۱)۔

حواشی

○ ۱۔ شرف النبیؐ۔ ص ۴۷
○ ۲۔ سرور القلوب بذکر محبوب۔ ص ۱۷
○ ۳۔ رسالتمآبؐ۔ ص ۲۱
○ ۴۔ شرف النبیؐ۔ ص ۴۷
○ ۵۔ سرور القلوب بذکرالمحبوب۔ ص ۱۷

○ ۶۔ رسالتمآبؐ۔ ص ۲۱
○ ۷۔ سرور القلوب بذکرا لمحبوب۔ ص ۱۸
○ ۸۔ رسالتمآبؐ۔ ص ۲۱
○ ۹۔ شرف النبیؐ۔ ص ۴۸، ۴۹
○ ۱۰۔ الوفا۔ ص ۱۳۹
○ ۱۱۔ رسالتمآبؐ۔ ص ۲۲
○ ۱۲۔ سرور القلوب بذکرا لمحبوب۔ ص ۱۸
○ ۱۳۔ رسالتمآبؐ۔ ص ۲۲
○ ۱۴۔ سیرتِ ابنِ ہشام۔ جلد اول۔ ص ۱۸۸
○ ۱۵۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۱۷۶، ۱۷۷
○ ۱۶۔ مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۳۶/ سلسبیل۔ سیرتِ مصطفیؐ۔ مضمون "تاجدارِ مدینہ کا بچپن" از محمد دین کلیم قادری۔ ص ۸۹
○ ۱۷۔ شرف النبیؐ۔ ص ۴۹
○ ۱۸۔ مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۳۶
○ ۱۹۔ شرف النبیؐ۔ ص ۵۰، ۵۱
○ ۲۰۔ عبدالمصطفیٰ اعظمی۔ سیرت مصطفیؐ۔ ص ۴۹، ۶۲/ نبیٔ اکرمؐ کاشانۂ نبوی میں۔ ص ۱۲
○ ۲۱۔ الوفا۔ ص ۱۳۹

چھٹا سال

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا پہلا سفرِ مدینہ

ابن سعد، ابن عباس، زہری اور عاصم بن عمرو بن قتادہ سے روایت کرتے

ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک چھ برس کی ہوئی (۱) تو حضرت آمنہؓ آپؐ کو لے کر مدینۂ منورہ تشریف لے گئیں۔ حضرت ام ایمنؓ بھی ہمراہ تھیں (۲)۔ حضرت ام ایمنؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت بجا لاتی تھیں۔ یہ مختصر قافلہ دو اونٹوں پر سوار ہوا اور مدینۂ منورہ پہنچا (۳)۔

مدینہ میں قیام

ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مدینہ کے علاقہ بنو عدی سے گزرے تو فرمایا کہ اس مکان میں میری والدہ ٹھہری تھیں اور اسی مکان میں میرے والد ماجد حضرت عبداللہ کی قبر مبارک ہے (۴)۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک ٹیلہ اطم بنی النجار کو دیکھا تو فرمایا ان ٹیلوں کے درمیان اپنے ننھیال کی ایک لڑکی انیسہ اور اپنے ماموں زاد بھائیوں کے ساتھ کھیلا کرتا تھا۔ ہم ایک پرندے کو یہاں سے اڑاتے تھے جو اس ٹیلہ پر آ بیٹھتا تھا (۵)۔

تیرنا سیکھا

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہجرت کے بعد فرمایا کرتے تھے کہ میں جب بچپن میں اپنی والدہ محترمہ کے ہمراہ مدینۂ منورہ گیا تو بنی عدی بن نجار کے تالاب میں تیرنا سیکھا تھا (۶) اور خوب تیرا کرتا تھا (۷)۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہجرت گاہ

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قیامِ مدینہ کے دوران میں یہودی آپؐ کو بہت غور سے دیکھا کرتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ یہودی میری طرف کئی طرح سے دیکھتے تھے (۸)۔ حضرت امِ ایمنؓ فرماتی ہیں کہ میں نے ان یہودیوں میں سے ایک کو کہتے سنا کہ یہ اس امت کے نبی ہیں اور یہ جگہ ان

کی ہجرت گاہ ہے۔ میں نے یہ بات ذہن نشین کر لی (۹)۔ ابو نعیم سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ایک یہودی نے مجھے کئی طرح سے دیکھا اور میرا نام پوچھا۔ میں نے بتایا تو اس نے میری پشت کو دیکھا اور کہا' یہ اس امت کے نبی ہیں (۱۰) اس کے بعد وہ میرے ماموں کے پاس گیا اور وہاں بھی یہی بات بتائی۔ ماموں سے یہ بات والدۂ ماجدہ تک پہنچی اور وہ خوف سے فوراً مکہ روانہ ہوئیں (۱۱)۔

حضرت آمنہؓ کی بیماری

حضرت آمنہؓ مکہ جانے کے لیے ایک قافلے کے ہمراہ روانہ ہوئیں۔ ابھی قافلے کے ساتھ تھوڑا راستہ ہی طے کیا تھا کہ اچانک بیمار ہو گئیں۔ حضرت آمنہؓ کی بیماری سے ننھے حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم اور حضرت ام ایمنؓ دونوں بہت پریشان ہو گئے۔ یہ بیماری روز بروز بڑھتی ہی جا رہی تھی۔ یہاں تک کہ وہ قافلے کے ساتھ چلنے سے معذور ہو گئیں اس لیے راستے میں ابواء نامی ایک جگہ ٹھہر گئیں۔ حضرت برکہؓ نے دل و جان سے ان کی تیمار داری کی (۱۲)۔

حضرت آمنہؓ کا انتقال

حضرت آمنہؓ کی خدمت اور تیمار داری کے لیے صرف برکہ تھیں اور انہوں نے یہ خدمت خوب نبھائی (۱۳)۔ مگر حضرت آمنہؓ بیماری سے شفایاب نہ ہو سکیں اور ابواء ہی کے مقام پر فوت ہو گئیں (۱۴)۔ وفات کے وقت حضرت آمنہؓ کی عمر مبارک تقریباً بیس برس تھی (۱۵)۔ اور اسی جگہ یعنی ابواء کے مقام پر دفن ہوئیں (۱۶)۔

حضرت ام ایمنؓ آپؐ کو مکہ لے آئیں

حضرت آمنہؓ کی وفات کے بعد حضرت ام ایمنؓ اور حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم تنہا رہ گئے اور اس موقع پر حضرت ام ایمنؓ نے نہایت ہمت سے کام لیا (۱۷)

اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو لے کر اکیلی مکہ پہنچیں (۱۸)۔ حضرت ام ایمنؓ نے مکہ پہنچ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو حضرت عبدالمطلبؓ کے حوالے کر دیا (۱۹)۔

حضرت عبدالمطلبؓ کی کفالت

حضرت آمنہؓ کی زندگی میں حضرت عبدالمطلبؓ حضرت آمنہؓ کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پرورش و خدمت میں شریک تھے مگر جب وہ بھی نہ رہیں تو صرف حضرت عبدالمطلبؓ ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سرپرست و نگران ہوئے۔

بابا رتن کا قصہ

روحانی ڈائجسٹ میں ایک "بھارتی صحابی بابا رتن" کے بارے میں ابن حجر کے حوالے سے لکھا گیا تھا کہ یہ شخص حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عمر میں کچھ بڑا تھا۔ اور اسے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بچپن میں آپؐ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا تھا اور یہ کہ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عمر مبارک صرف چھ یا سات برس کی تھی۔ اس موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اسے دعا دی اور اس دعا کی برکت سے کئی سو سال (تقریباً چھ سو سال سے زیادہ) زندہ رہا۔

اس کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے دوسری ملاقات شق القمر کے معجزے کے بعد ہوئی۔ اس نے برِصغیر میں چاند کو دو ٹکڑے ہوتے دیکھا اور پھر معلوم ہونے پر نبیٔ آخر الزماں (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوا اور مسلمان ہوا۔ اس موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اسے یاد دلایا کہ ہم بچپن میں ملے تھے (۲۰)

بابا رتن کا یہ سارا قصہ محض داستان طرازی ہے۔ تفصیل کے لیے آخری

باب ملاحظہ فرمائیں۔

حواشی

○ ۱۔ محمد صالح۔ سرورِ عالمؐ۔ ص ۴۰/ ساجد الرحمٰن۔ سیرتِ رسولؐ۔ ص ۹
○ ۲۔ الخصائص الکبریٰ۔ جلد اول۔ ص ۱۴۴
○ ۳۔ الوفا۔ ص ۱۴۹، ۱۵۰
○ ۴۔ ابراہیم سیالکوٹی۔ سیرت المصطفیٰؐ۔ ص ۱۲۸، ۱۲۹
○ ۵۔ الوفا۔ ص ۱۵۰/ اسوۃ الرسولؐ۔ جلد دوم۔ ص ۲۹
○ ۶۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۱۸۹/ اسوۃ الرسولؐ۔ جلد دوم۔ ص ۲۹
○ ۷۔ الخصائص الکبریٰ۔ جلد اول۔ ص ۱۴۴
○ ۸۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۱۸۹، ۱۹۰
○ ۹۔ الخصائص الکبریٰ۔ جلد اول۔ ص ۱۴۴
○ ۱۰۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۱۸۹
○ ۱۱۔ الخصائص الکبریٰ۔ جلد اول۔ ص ۱۴۴، ۱۴۵
○ ۱۲۔ سیارہ ڈائجسٹ۔ رحمت للعالمینؐ نمبر۔ سالنامہ ۱۹۸۸ء ص ۱۳۶ مضمون از ڈاکٹر احمد التاجی ترجمہ و تلخیص خدیجہ ترابی
○ ۱۳۔ درِ یتیم۔ ص ۵۰، ۵۱
○ ۱۴۔ حیاتِ محمدؐ۔ ص ۱۲۵
○ ۱۵۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۱۹۰
○ ۱۶۔ مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۳۷، ۳۸
○ ۱۷۔ علی اصغر چودھری۔ نبیؐ اکرمؐ کاشانۂ نبوی میں۔ ص ۱۳/ نبیؐ رحمت۔ ص ۱۰۵
○ ۱۸۔ حیاتِ محمدؐ۔ ص ۱۲۵
○ ۱۹۔ مختصر سیرۃ الرسولؐ۔ ص ۳۵

(۲۰- روحانی ڈائجسٹ (ماہنامہ) کراچی- فروری ۱۹۸۹ء

ساتواں سال

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دادا کے اونٹ ڈھونڈ لاتے

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جدِ امجد حضرت عبدالمطلبؓ کی کوئی قیمتی چیز جب گم ہو جاتی تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو وہ چیز ڈھونڈنے کے لیے کہتے۔ آپ وہ چیز لے کر ہی پہنچتے (۱)۔ کبھی خالی ہاتھ واپس نہ آتے (۲)۔ معاویہ بن حیدہ کہتے ہیں کہ ایک بار میں عمرے کی غرض سے خانہ کعبہ پہنچا تو میں نے ایک شخص کو دیکھا جو طواف کر رہا تھا اور یہ کلمات کہہ رہا تھا "محمد! (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) میرے اونٹ لے کر آ جاؤ۔ اے خدا! محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو واپس لے آ اور مجھ پر رحم فرما"۔ میں نے کہا "یہ کون ہے" تو لوگوں نے بتایا کہ یہ شخص سردار قریش حضرت عبدالمطلبؓ ہیں۔ ان کے پاس کثیر اونٹ ہیں۔ جب ان کے کچھ اونٹ گم ہو جاتے ہیں تو یہ اپنے لڑکوں کو تلاش کرنے کے لیے بھیجتے ہیں اور اگر وہ تلاش نہ کر سکیں تو پھر حضرت عبدالمطلبؓ اپنے پوتے کو بھیجتے ہیں۔ اب بھی انہوں نے انھیں بھیجا ہوا ہے۔ دیر ہو جانے کی وجہ سے یہ پریشان ہو گئے ہیں (۳)۔

حضرت عبدالمطلبؓ بے چین تھے۔ بے حد پریشان اِدھر اُدھر پھر رہے تھے کہ کم سن بچے کو پہاڑوں میں اکیلا بھیج دیا ہے۔ پریشانی میں بیت اللہ پہنچ کر طواف کیا اور اللہ سے رو رو کر دعائیں مانگیں۔ کچھ وقت نہیں گزرا تھا کہ ننھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اونٹوں کو لے کر واپس تشریف لے آئے (۴)۔

عبدالمطلبؓ کی مسند

کعبہ کے سایہ میں جب حضرت عبدالمطلبؓ کے لیے مسند لگائی جاتی تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی اس مسند پر تشریف رکھتے (۵)۔ حضرت عبدالمطلبؓ

انہیں اپنے قریب بٹھاتے اور طرح طرح سے محبت و شفقت کا اظہار کرتے (۶)۔ اور جب آپؐ چاہتے تو ان کے پاس سے اٹھ کر چلے جاتے حالانکہ ان کی دوسری اولاد ان کی ہیبت کی وجہ سے یہ جرأت نہیں کر سکتی تھی (۷)۔

اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کوئی چچا آپؐ کو مسند سے ہٹانا چاہتے تو حضرت عبدالمطلبؓ فرماتے، میرے بیٹے کو چھوڑ دو۔ خدا کی قسم اس کی بڑی شان ہونے والی ہے۔ پھر آپؐ کو اپنے ساتھ بٹھا لیتے اور آپؐ کی پشتِ مبارک پر ہاتھ پھیرتے اور جو بھی آپؐ کرتے، اسے دیکھ کر خوش ہوتے (۸)۔

ایک بار آپؐ کو کسی نے روکا تو حضرت عبدالمطلبؓ نے فرمایا "میرے بیٹے کو بلاؤ وہ اس پر بیٹھیں کیونکہ میں خود ان کے لیے اپنے آپ میں بزرگی اور شرف محسوس کر رہا ہوں اور میں امید کرتا ہوں کہ ان کو وہ شرف عظیم حاصل ہوگا جو نہ کسی عربی کو پہلے ملا، نہ آئندہ ملے گا"(۹)۔

چوری کا مرغ

جس وقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عمر مبارک سات سال کی تھی تو یہودیوں نے آپس میں کہا کہ ہم نے اپنی کتابوں میں پڑھا ہے کہ پیغمبر حرام اور مشتبہ غذاؤں کو استعمال نہیں کرتا۔ لہٰذا بہتر ہے کہ ہم ان کا امتحان لیں۔ چنانچہ انہوں نے ایک مرغ چرایا اور کھانا پکایا۔ یہودیوں کے علاوہ کسی اور کو معلوم نہ تھا کہ مرغ چوری کا ہے۔ اس لیے سب نے کھایا مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کی طرف ہاتھ بھی نہ بڑھایا۔ جب سبب دریافت کیا گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا "یہ حرام ہے اور خدا مجھے حرام سے محفوظ رکھتا ہے"۔ اس کے بعد یہودیوں نے مزید امتحان کے لیے اپنے پڑوسی کا مرغ پکڑ لیا اور خیال کیا کہ اس کی قیمت بعد میں دے دیں گے۔ اس کھانے کو بھی سب نے کھایا مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہاتھ تک نہ بڑھایا اور فرمایا "یہ غذا مشتبہ ہے"۔ اس کے بعد یہودیوں

نے کہا کہ یہ بچہ بڑی عظمتوں کا مالک ہے اور اس کی شان نرالی ہے (۱۰)۔

"ایک دعوت میں آپؐ کے سامنے کھانے میں اس جانور کا گوشت آیا جو کسی بت کا نام پر ذبح کیا گیا تھا تو آپؐ نے اسے کھانے سے انکار کر دیا" (۱۱)۔

دادا احترام کرتے تھے

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے واقعاتِ ولادت اور اس کے بعد رونما ہونے والے غیر معمولی واقعات سے حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شخصیت اور عظمت کی ترجمانی ہوتی ہے۔ آپؐ کے بچپنے میں آپؐ کی باتیں اور آپؐ کا کردار دوسرے بچوں سے مختلف اور ممتاز رہا۔ اس بات کا اندازہ حضرت عبدالمطلبؓ کو بخوبی ہو گیا تھا اس لیے وہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا بخوبی احترام کیا کرتے تھے (۱۲)۔ اور جب لوگ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بچہ سمجھ کر ان کی مسند پر بیٹھنے سے روکتے تو حضرت عبدالمطلبؓ فوراً مداخلت کرتے اور فرماتے کہ بچے میں خودشناسی کا نادر وصف ہے اور یہ اپنے آپ کو بزرگ سمجھتا ہے اور مجھے امید ہے کہ میرا پوتا بڑے مرتبے والا ہو گا (۱۳)۔

حضرت عبدالمطلبؓ کی ابوطالبؓ کو ہدایت

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بچپن میں بنی مدلج کی ایک جماعت سردارِ مکہ حضرت عبدالمطلبؓ سے ملنے کے لیے آئی۔ یہ جماعت کھوجی اور قیافہ شناس تھی۔ انہوں نے ننھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نقشِ کفِ پا کو دیکھ لیا تو حضرت عبدالمطلبؓ سے عرض کیا (۱۴) کہ اس بچے کی اچھی طرح سے حفاظت و نگرانی فرمائیں کیونکہ ان کے قدم مبارک حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدمِ اقدس سے بہت مشابہ ہیں۔ یہ بات سن کر عبدالمطلبؓ نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جانثار چچا حضرت ابوطالبؓ سے فرمایا کہ ان لوگوں کی بات غور سے سنو۔ چنانچہ حضرت ابوطالبؓ اپنے والد کی ہدایت کے مطابق حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا زیادہ

خیال رکھنے لگے (۱۵)۔

حضرت عبد المطلبؓ کی امِ ایمنؓ کو ہدایت

حضرت عبد المطلبؓ کی نگرانی میں حضرت امِ ایمنؓ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پرورش و خدمت میں مصروف رہا کرتی تھیں۔ حضرت امِ ایمن فرماتی ہیں کہ ایک دن حضرت عبد المطلبؓ نے مجھ سے فرمایا کہ اے برکہ تم میرے بچے (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) سے غفلت نہ کیا کرو کیونکہ اہلِ کتاب کے مطابق یہ اس امت کے نبی ہیں (۱۶)۔ اور جب بنی مدلج کے قیافہ شناسوں نے حضرت عبد المطلبؓ کو بتایا کہ اس بچے کے قدم مبارک حضرت ابراہیم کے قدمِ مبارک سے ملتے ہیں اس لیے ان کی حفاظت کریں تو اس موقع پر حضرت عبد المطلبؓ نے حضرت امِ ایمنؓ سے بھی یہ بات فرما کر انہیں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حفاظت و نگرانی کا حکم دیا (۱۷)۔

آشوبِ چشم اور راہب

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت عبد المطلبؓ کے زیرِ سایۂ محبت و شفقت پرورش پا رہے تھے تو آپؐ کی آنکھیں دُکھنے لگیں (۱۸)۔ ابنِ جوزی کے مطابق اس وقت حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عمر مبارک سات برس تھی۔ آنکھیں دُکھنے پر مکہ معظمہ میں علاج کروایا مگر کوئی فائدہ نہ ہوا (۱۹)۔ لوگوں نے حضرت عبد المطلبؓ کی خدمت میں عرض کیا کہ عکاظ کے قریب ایک کہن سال تجربہ کار، جہاندیدہ اور شب زندہ دار راہب رہتا ہے۔ آپ اس سے اپنے پوتے کا علاج پوچھیں (۲۰)۔ یہ راہب علاجِ چشم کے لیے مشہور تھا (۲۱)۔

حضرت عبد المطلبؓ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو گود میں اٹھا کر عکاظ کی طرف چل پڑے۔ سرِ شام وہاں پہنچے۔ لوگوں سے راہب کا پتا دریافت کیا۔ معلوم ہوا کہ وہ ایک ایک سال تک مکان کے اندر بند رہتا ہے اور عبادت کرتا ہے۔ جب

وہ حضورِ انور (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو گود میں اٹھائے ہوئے راہب کے مکان کے سامنے پہنچے تو واقعی مکان کو بند پایا لیکن چند ثانیہ بعد ہی راہب گھبرایا ہوا باہر نکلا اور اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ عبدالمطلبؓ کو دیکھ کر آپ کے پاس آیا اور حضورِ انور (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو بہ نظرِ تعمق دیکھ کر پوچھنے لگا' یہ کس کے نورِ چشم ہیں۔ عبدالمطلبؓ نے جواب دیا کہ میرے پوتے ہیں۔ ان کی آنکھیں دکھتی ہیں۔ میں معالجہ کی غرض سے ان کو تمہارے پاس لایا ہوں۔ راہب نے کہا "آپ اپنے نورِ چشم کو ایسے شخص کے پاس لائے ہیں جو خود طالبِ علاج ہے۔ آپ ان کی شانِ عظمت سے واقف نہیں ہیں۔ ان کا دہنِ مبارک خود چشمۂ شفا ہے (۲۲)۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود جہان بھر کے طبیب ہیں (۲۳)۔ انھی کا لعابِ دہن ان کی آنکھوں میں لگایئے' پھر اس کے معجزانہ اثر کو دیکھیے۔ آپ کو مبارک ہو کہ آپ کے خاندان میں ایسی جلیل القدر ہستی کی پیدائش ہوئی ہے جس کی انقلاب آفرین صدا سے مشرق و مغرب گونج اٹھیں گے اور دین و دنیا کی برکتیں جس کے قدموں کی خاک میں لوٹیں گی (۲۳الف)۔ اس بچے کا خاص خیال رکھیں کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ خدا نے اس کو ایک عظیم الشان کام کے لیے جنم دیا ہے جو کام سابق انبیاء انجام دیتے تھے" (۲۴)۔ اس راہب نے حضرت عبدالمطلبؓ کی خدمت میں یہ بھی عرض کیا کہ جب آپ تشریف لائے تھے تو میں عبادت میں مصروف تھا کہ اچانک مکان میں ایک ایسا زلزلہ آیا کہ اگر میں باہر نہ نکلتا تو شاید چھت کے نیچے دب کر مر جاتا۔ یہ واقعہ ان کی حیرت انگیز بزرگی کا ایک ادنیٰ کرشمہ ہے (۲۵)۔ حضرت عبدالمطلبؓ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو لے کر واپس آئے اور آپؐ کا لعابِ دہن آنکھوں پر لگایا۔ لعاب لگانے سے آنکھیں اچھی ہو گئیں (۲۶)۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بارش کی دعا مانگی

حضرت رقیقہ بنت ابی صفی سے مروی ہے کہ چند برسوں سے قریش قحط اور

تنگی میں مبتلا تھے۔ زمین پر گھاس نہ اگتی تھی اور جانور کمزور ہو رہے تھے۔ میں نے اس زمانہ میں خواب دیکھا (۲۷)۔ اور خواب میں ہاتف کو یہ کہتے ہوئے سنا "اے گروہِ قریش! تم میں نبی (صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم) مبعوث ہو چکا ہے یا اس کے نکلنے کا وقت ہے۔ وہ تمہارے لیے زندگی اور شادابی لائے گا' تو ایسے شخص کو دیکھو جو تم میں بزرگ' بلند قامت' ستواں ناک والا' خوش رو' لانبی پلکوں والا اور لائق افتخار حسب والا ہو' وہ اپنے بیٹے کو اور تم اپنے بیٹوں کو لے کر نکلو اور ہر وادی سے ایک شخص خوشبو لگا کر نکلے اور کعبے کا طواف کرنے کے بعد کوہ ابو قیس پر جاؤ۔ وہ دعا کرے اور تم آمین کہو تو بارش ہو جائے گی اور زندگی عمدہ ہو جائے گی" (۲۸)۔

حضرت رقیقہ کہتی ہیں کہ میرا خواب سن کر ہر شخص پکار اٹھا کہ خواب میں بتائی گئی تمام خوبیاں عبدالمطلبؓ میں ہیں (۲۹)۔

سب نے خواب کی ہدایت کے مطابق کام کیا۔ حضرت عبدالمطلبؓ نے حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کو دوش پر بٹھایا اور ان کے توسط سے دعا کی۔ راوی کا بیان ہے کہ خدا کی قسم ابھی لوگ پہاڑ سے اترے بھی نہ تھے کہ ایک بادل بیت اللہ کی طرف سے اٹھا اور خوب برسا اور سب نالے بہ نکلے۔ سب لوگوں نے مل کر کہا' بطحا کے سردار مبارک ہو۔ یہ بارش ہر جگہ ہوئی مگر قیس اور مضر کے شہروں میں نہ ہوئی۔ انہوں نے آپس میں فیصلہ کیا کہ ہم حضرت عبدالمطلبؓ کے پاس چلتے ہیں کہ ہمارے لیے بھی بارش کی دعا کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو حضرت عبدالمطلبؓ کی وجہ سے سیراب کر دیا ہے۔ غرض یہ لوگ مکہ معظمہ آئے اور حضرت عبدالمطلبؓ سے مل کر دعا کہا۔ حضرت عبدالمطلبؓ نے کہا میں نے تمہاری بات سن لی ہے اور مان بھی لی ہے اور تمہارے ساتھ کل کا وعدہ ہے۔

صبح ہوئی تو حضرت عبدالمطلبؓ تشریف لائے۔ حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم بھی ان کے ہمراہ تھے۔ دوسرے لوگ بھی اپنے لڑکوں کو لائے تھے۔ حضرت عبدالمطلبؓ بیٹھے تو اپنی گود میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کو بٹھا لیا اور خدا

سے قیس و مضر کے شہروں میں بارش کی دعا کی۔ ابھی دعا ختم بھی نہ ہوئی تھی کہ بارش شروع ہو گئی۔ حضرت عبدالمطلبؓ نے قیس و مضر کے لوگوں سے کہا اے قیس و مضر کے گروہ! واپس جاؤ۔ تمہارے ہاں بارش ہو گئی ہے۔ جب وہ اپنے علاقے میں پہنچے تو ان کے ہاں بارش ہو رہی تھی (۳۰)۔

دادا کا دستر خوان

حضرت عبدالمطلبؓ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بے حد محبت کیا کرتے تھے۔ اور اپنے تمام بیٹوں سے زیادہ پیار کرتے تھے۔ حضرت عبدالمطلبؓ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ نہایت عزت و احترام سے پیش آتے تھے اور آپؐ کے بغیر دستر خوان بچھانے نہیں دیتے تھے اور خلوت و جلوت کے تمام اوقات میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت عبدالمطلبؓ کے پاس آ جاتے تھے اور ان کی مسند پر بیٹھ جاتے تھے (۳۱)۔

حضرت عبدالمطلبؓ اس وقت تک کھانا نہ کھاتے جب تک حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس میں شریک نہ ہوں اور کبھی کبھی کھانے کے وقت حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو گود میں بٹھا لیتے تھے (۳۲)۔

حضرت اسرافیلؑ خدمت پر مامور

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو نگہبانی اور خدمت پر تین سال حضرت اسرافیلؑ کو مامور فرمایا اور بقول مجد الدین فیروز آبادی صاحبِ "صراط مستقیم" کے، حضرت اسرافیلؑ حیاتِ پاک کے ساتویں برس سے گیارہویں برس تک حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں رہے اور اس دوران آپؐ کے سامنے ظاہر بھی ہوتے (۳۳)۔

حواشی

○ ۱۔ سیرتِ احمدِ مجتبیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۸۸

○ ۲۔ حیاتِ رسالتمآبؐ۔ ص ۵۹

○ ۳۔ الخصائص الکبریٰ۔ جلد اول۔ ص ۱۴۷، ۱۴۸

○ ۴۔ سیرتِ احمدِ مجتبیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۸۹، ۹۰/ سلسبیل (ماہنامہ) لاہور۔ سیرتِ مصطفیٰ نمبر۔ ص ۹۰ (مضمون "تاجدارِ مدینہ کا بچپن" از محمد دین کلیم قادری)

○ ۵۔ ابراہیم سیالکوٹی۔ سیرت المصطفیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۱۳۹

○ ۶۔ سیرتِ ابنِ ہشام۔ جلد اول۔ ص ۱۶۸/ نبیؐ رحمت۔ ص ۱۰۶

○ ۷۔ سیرتِ سرورِ عالمؐ۔ جلد دوم۔ ص ۱۰۰

○ ۸۔ ابراہیم سیالکوٹی۔ سیرت المصطفیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۱۳۹

○ ۹۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۹۸

○ ۱۰۔ بحار الانوار۔ جلد ۱۵۔ ص ۳۳۶، ۳۴۴ بحوالہ ادارہ در راہِ حق حضرت محمد مصطفیٰؐ۔ ص ۱۸

○ ۱۱۔ بخاری باب المناقب۔ بحوالہ معراجِ انسانیت از پرویز۔ ص ۷۹

○ ۱۲۔ ادارہ در راہِ حق حضرت محمدؐ مصطفیٰؐ۔ ص ۱۷

○ ۱۳۔ حیاتِ رسالتمآبؐ۔ ص ۵۸، ۵۹

○ ۱۴۔ الوفا۔ ص ۱۵۴/ شیخ محمد رضا۔ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۴۳/ سیرتِ احمدِ مجتبیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۸۶

○ ۱۵۔ الوفا۔ ص ۱۵۴/ رسالتمآبؐ۔ حصہ اول و دوم۔ ص ۲۳، ۲۴

○ ۱۶۔ السیرۃ الحلبیہ (عربی)۔ جلد اول۔ ص ۱۸۰

○ ۱۷۔ رسالتمآبؐ۔ ص ۲۳، ۲۴/ الوفا۔ ص ۱۵۴

○ ۱۸۔ سوامی لکشمن پرشاد۔ عرب کا چاند۔ ص ۷۸

○ ۱۹۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۲۱۰

○ ۲۰۔ عرب کا چاند۔ ص ۷۸

○ ۲۱۔ نقوش۔ رسول نمبر۔ جلد ۲۔ ص ۴۷۱
○ ۲۲۔ عرب کا چاند۔ ص ۷۸
○ ۲۳۔ عابد۔ رحمت للعالمینؐ۔ ص ۱۵۵
○ ۲۳الف۔ عرب کا چاند۔ ص ۷۹،۷۸
○ ۲۴۔ نقوش۔ رسول نمبر۔ جلد ۲۔ ص ۴۷۱
○ ۲۵۔ عرب کا چاند۔ ص ۸۹،۷۸
○ ۲۶۔ قاری شریف احمد۔ ذکرِ رسولؐ۔ ص ۴۸،۴۷
○ ۲۷۔ رسالتمآبؐ۔ ص ۲۴
○ ۲۸۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۲۰۷
○ ۲۹۔ الخصائص الکبریٰ۔ جلد اول۔ ص ۱۳۶
○ ۳۰۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۲۱۰،۲۰۹
○ ۳۱۔ مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۳۱/ ابراہیم سیالکوٹی۔ جلد اول۔ ص ۱۳۰،۱۲۹
○ ۳۲۔ سیرتِ سرورِ عالم۔ جلد دوم۔ ص ۱۰۰
○ ۳۳۔ سرور القلوب بذکر المحبوب۔ ص ۲۰۵

آٹھواں سال

گلہ بانی

حدیث پاک ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صحابہؓ سے فرمایا کہ تمام انبیا نے بکریاں چرائی ہیں اس پر صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ کیا آپؐ نے بھی؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں اہلِ قراریط پر۔

کچھ سیرت نگاروں نے لکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے چچا حضرت ابوطالبؓ کی عسرت میں کمی کے لیے قریش کے رئیسوں کی بکریاں اجرت پر چرانا شروع کر دیں اور ہر بکری کے عوض آپؐ کو ایک قیراط چاندی ملا کرتی تھی۔

قراریط کے معنی پر اختلاف پایا جاتا ہے مثلاً امام ابنِ ماجہ کے مطابق اس سے مراد نقدی کا سکہ ہے اور اس کے برعکس ابنِ جوزی اور ان کے شیخ ابنِ ناصر وغیرہ کہتے ہیں کہ قراریط سے مراد سکہ نہیں۔ اس لیے کہ اس زمانے میں مکہ میں اس سکے کا رواج نہیں تھا۔ بلکہ یہ اس مقام کا نام ہے جو مکہ میں اجیاد کے قریب ہے۔

اس سلسلے میں تفصیل کے لیے دیکھیے باب "سیرت نگاروں کی بے احتیاطیاں"۔

دادا کا انتقال

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عمر مبارک آٹھ برس ہوئی تو آپؐ کے دادا حضرت عبدالمطلبؓ فوت ہو گئے (۱)۔ جب عبدالمطلبؓ کا جنازہ حجون کے مقام پر دفن کرنے کے لیے لے جایا جا رہا تھا تو اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جنازے کے پیچھے جا رہے تھے اور ایک شفیق سایہ کے اٹھنے اور دادا کی محبت اور جدائی میں آنسو بہاتے جا رہے تھے (۲)۔

حضرت ابوطالبؓ کی ذمہ داری

حضرت عبدالمطلبؓ نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذمہ داری حضرت ابوطالبؓ کے سپرد فرمائی۔ اس سلسلے میں تین قول ہیں ۱۔ حضرت عبدالمطلبؓ کی وصیت ۲۔ قرعہ اندازی کی گئی اور قرعہ حضرت ابوطالبؓ کے نام نکلا ۳۔ خود حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی نے ابوطالبؓ کو یہ اعزاز بخشا (۳)۔ ابوطالبؓ نے محبت اور شفقت کے آنسوؤں سے بھتیجے کے چہرے سے گردِ یتیمی کو دھویا' ہر طرح کی غم خواری کی۔ دلدہی کے تمام میسر اسباب صرف کر دیے۔ اپنے بچوں سے زیادہ شفقت اور راحت کے ساتھ پالا۔ عبداللہ کے درِ یتیم (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی ذرا سی بے چینی بھی غم خوار چچا کو گوارا نہ تھی۔ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے پیر میں ذرا سا کانٹا بھی چبھتا تو اس کی کھٹک ابوطالبؓ کا دل محسوس کرتا۔ یہ حالت دیکھ

ر اہل مکہ کہنے لگے، بھئی ابوطالبؓ آخر سید القریش عبدالمطلبؓ کا بیٹا بلکہ صحیح وارث اور جانشین ہے۔ اس سے اسی قسم کے شریفانہ برتاؤ کی توقع تھی۔ پھر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کوئی غیر نہیں ہے۔ ابوطالبؓ کا خون اور گوشت پوست ہے اور پھر بچہ بھی کیسا؟ کہ غیر دیکھ کر بھی نہ صرف پیار بلکہ احترام کرتے ہیں (۴)۔

حضرت ابوطالبؓ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بے حد محبت کرتے، گھر کے اندر اور باہر ہر وقت آپؐ کو اپنے ساتھ رکھا کرتے۔ اپنے ساتھ کھلاتے پلاتے اور اپنے پاس ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا بستر بچھاتے اور ایک لمحہ کے لیے بھی اپنی آنکھوں سے اوجھل نہ کرتے۔ حضرت ابوطالبؓ فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو جھوٹ بولتے، یا کسی کو تکلیف پہنچاتے یا کسی کو دھوکا دیتے یا بیہودہ لڑکوں کے ساتھ کھیلتے یا کبھی کوئی خلافِ تہذیب بات کرتے ہوئے نہیں دیکھا بلکہ انھیں انتہائی خوش اخلاق، نیک اطوار، نرم گفتار، بلند کردار اور اعلیٰ درجہ کے پارسا اور پرہیز گار پایا (۵)۔

حضرت ابوطالبؓ کے گھر قیام اور برکات

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وجہ سے حضرت ابوطالبؓ بہت خیر و برکت محسوس کرتے اور آپؐ سے بے حد محبت کیا کرتے تھے (۶)۔

حواشی

- ۱۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۲۴۱/ الوفا۔ ص ۱۶۷/ اظہار (ماہنامہ) کراچی۔ نومبر دسمبر ۱۹۸۵ء۔ ص ۵۔ مضمون حضورؐ کی ولادت و طفولیت از ڈاکٹر مظہرالدین سومرو
- ۲۔ الوفا۔ ص ۱۶۷
- ۳۔ الوفا۔ ص ۱۶۷
- ۴۔ درِ یتیم۔ ص ۵۴
- ۵۔ عبدالمصطفیٰ اعظمی۔ سیرتِ مصطفیٰؐ۔ ص ۶۸

○ ۶۔ شیخ محمد رضا۔ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۴۸

نواں سال

حضورؐ کی دعا سے بارش

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے شفیق چچا حضرت ابوطالبؓ کے ہمراہ بارش کی دعا کی تو اس وقت آپ کم سن بچے تھے (۱)۔ ابن عساکر نے جلہمہ بن عرفطہ سے روایت ہے کہ میں مکہ معظمہ پہنچا تو اس وقت لوگ سخت قحط میں تھے۔ قریش نے کہا اے ابوطالبؓ! قحط کے اس موقع پر پانی کے لیے دعا مانگنے کے لیے چلیں (۲)۔ جب حضرت ابوطالبؓ گھر سے نکلے تو ان کے ساتھ ایک حسین لڑکا بھی تھا گویا تاریک دن کے لیے وہ ایسا آفتاب تھا جس سے سیاہ بادل ہٹ گیا ہو۔ اس بچے کے اطراف میں چھوٹی عمر والے بہت سے لڑکے تھے۔ حضرت ابوطالبؓ نے اس لڑکے کو لیا اور اس کی پشت کعبہ سے لگا دی (۳)۔ اس بچے نے اپنی انگلی اٹھا کر اشارہ کیا حالانکہ اس وقت آسمان پر کہیں بدلی کا نشان تک نہیں تھا مگر انگلی کا اشارہ کرتے ہی سب طرف سے بادل آنا شروع ہو گئے اور خوب مینہ برسا (۴)۔ اس موقع پر حضرت ابوطالبؓ نے جو قصیدہ لکھا اس کے ۹ اشعار "سیرتِ محمدیہ" میں درج ہیں۔ اس قصیدہ کے متعلق لکھا ہے کہ "یہ اشعار ابوطالبؓ کے اس قصیدہ کے ہیں جس کو ابنِ اسحاق نے اس کے طول کے ساتھ ذکر کیا ہے اور وہ قصیدہ اسی (۸۰) شعروں سے زیادہ کا ہے۔ ابوطالبؓ نے یہ اس وقت کہا جبکہ قریش آپؐ کی ایذا رسانی کے لیے جمع ہوئے تھے اور جو لوگ اسلام کا ارادہ کرتے تھے، قریش نے ان کو آپؐ کے پاس سے بھگا دیا تھا (۵)"

حضورؐ اور ابوطالبؓ

حضرت ابوطالبؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میرے ساتھ

بستر پر سوتے تھے۔ کئی بار آپؐ بستر سے غائب ہوتے اور جب میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کو آواز دیتا تو آپؐ کی آواز آتی "چچا جان! میں یہاں ہوں"۔ حضرت ابوطالبؑ فرماتے ہیں کہ اکثر آپؐ نیند میں عجیب قسم کا کلام پڑھتے جو مجھے بہت اچھا لگتا (۶)۔

حضورؐ ابوطالبؑ کی مسند پر

حضرت ابوطالبؑ کے لیے تکیوں والا فرش بچھایا جاتا تو ان کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم بھی تشریف فرما ہو جاتے۔ حضرت ابوطالبؑ فرمایا کرتے۔ میرے بھائی کا یہ بیٹا عظیم شان کا مالک ہے (۷)۔

کھانے کا آغاز

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم سے حضرت ابوطالبؑ اتنی محبت کیا کرتے تھے کہ جب گھر میں کھانا تیار ہوتا اور گھر والے صبح شام کھانے کا ارادہ کرتے تو حضرت ابوطالبؑ فرماتے تم لوگ جس حال میں بھی ہو' رک جاؤ۔ یہاں تک کہ میرا بیٹا آ جائے اور اس وقت تک کھانا شروع نہ کرتے' جب تک آپؐ تشریف نہ آتے۔ حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی شرکت کی برکت سے سب لوگوں کے خوب کھانا کھانے کے بعد بھی کھانا بچ جاتا اور جب یہ لوگ دودھ پیتے تو حضرت ابوطالبؑ سب سے پہلے دودھ کا برتن حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی خدمت میں پیش کرتے اور پھر گھر والے اس پیالے سے باقی دودھ پیتے۔ یہاں تک کہ ایک پیالے سے سب گھر والے سیر ہو جاتے (۸)۔

حضرت ابوطالبؑ کی حضورؐ سے محبت

حضرت ابوطالبؑ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم سے اتنی محبت کیا کرتے تھے کہ اپنی اولاد کو بھی اتنا نہ چاہتے تھے' ہمیشہ اپنے ساتھ سلایا کرتے اور جہاں جاتے

ساتھ لے کر جاتے (۹)۔

حضرت ابوطالبؑ نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بے انتہا حمایت اور حفاظت کی۔ وہ اپنے والد حضرت عبدالمطلبؑ کی طرح کبھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بغیر دسترخوان پر نہ بیٹھتے۔ ہمیشہ اپنے سامنے بٹھا کر کھلاتے اور اپنے دائیں پہلو میں سلاتے۔ اور اپنے ساتھ ہی باہر لاتے اور کسی وقت بھی خود سے جدا نہ کرتے (۱۰)۔

یہ جب تک زندہ رہے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ناصر و فدائی رہے (۱۱)

جناب رسالتمآبؐ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ کفالت میں ایک ایک واقعہ حضرت ابوطالبؑ کی عدیم المثال اور بے نظیر ہمت و استقامت کا کامل دفتر ہے جو ڈیڑھ ہزار برس کی مدت کے بعد آج تک عرب کے کارناموں میں ویسے ہی زندہ اور محفوظ ہے اور ابدالاباد تک قائم رہے گا (۱۲)۔

سفرِ شام

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چچا حضرت ابوطالبؑ تجارت کی غرض سے شام کے سفر کے لیے جانے لگے تو اس موقع پر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بھی ہمراہ لے لیا۔ اس موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عمر مبارک کے متعلق مختلف خیالات پائے جاتے ہیں۔ کچھ سیرت نگاروں کے مطابق اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عمر مبارک نو برس تھی (۱۳) سیرتِ دحلانیہ میں نو برس یا بارہ برس کا ذکر کرتے ہیں (۱۴) عبدالصمد صارم لکھتے ہیں کہ اس وقت عمر مبارک ۱۱ برس تھی (۱۵) ابراہیم سیالکوٹی لکھتے ہیں کہ اس وقت آپؐ کی عمر مبارک دس یا بارہ سال کی تھی (۱۶) اور کچھ سیرت نگار لکھتے ہیں کہ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بارہ برس کے تھے (۱۷)

علامہ قسطلانی لکھتے ہیں "اکثر علما کا یہ قول ہے اور کہا گیا ہے کہ آپؐ کی عمر اس وقت نو سال کی تھی۔ یہ طبری وغیرہ کا قول ہے اور کہا گیا ہے کہ تیرہ سال کی عمر تھی۔ اس کو ابو عمر نے حکایت کیا ہے اور ابن الجوزی نے کہا ہے کہ اہلِ سیر اور تاریخ نے کہا ہے کہ آپؐ اس وقت بارہ سال دو مہینہ' دس دن کے تھے اور سیرتِ مغلطائی میں ہے کہ آپؐ بارہ سال ایک مہینہ کے تھے" (۱۸)

بحیرا راہب اور سرکار صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم حضرت ابوطالبؓ کے ہمراہ شام کے سفر پر روانہ ہوئے۔ یہ قافلہ قصبہ بصریٰ میں ٹھہرا۔ (۱۹)۔ بصریٰ ضلع حواران کا ایک قصبہ ہے (۲۰)۔ کچھ سیرت نگار لکھتے ہیں کہ یہ قافلہ تیما کے مقام پر اترا تھا (۲۱)۔ مدارج النبوت میں لکھا ہے کہ بصریٰ کے قریب ایک دیہات میں یہ قافلہ اترا تھا (۲۲)۔ اس گاؤں کا نام "کفر" تھا اور یہ بصریٰ سے دو میل دور ہے (۲۳)۔

بحیرا راہب کا نام جرجیس تھے (۲۴)۔ "سیرتِ دحلانیہ" میں لکھا ہے کہ اس کا نام "جربلیس" یا "جرجیس" تھا (۲۵)۔ "رسالتمآب" میں ہے کہ اس کا نام "بحیرہ" تھا اسی وجہ سے اس گاؤں کو "دیرِ بحیرہ" کہتے تھے (۲۶)۔

شیخ محمد رضا لکھتے ہیں کہ "بحیرا ملک شام کے ایک عیسائی پادری تھے"۔ "کتاب آدابِ بیزانطیہ" میں مذکور ہے کہ وہ اریوس اور نسطورا کے مسلک کے ایک نسطوری پادری تھے۔ وہ حضرت مسیحؑ کی الوہیت کے منکر تھے اور کہتے تھے کہ حضرت مسیحؑ کو خدا کہنا ناجائز ہے بلکہ انہیں خدا کا کلمہ کہنا مناسب ہے اور آپ کی والدۂ محترمہ حضرت مریم کو نوسوتی والدہ (فطرت انسانیہ) سے موسوم کیا جانا نامناسب ہے۔ جو کلمہ سامی کا مظہر ہے نہ یہ کہ وہ خدا کی والدہ ہیں۔ بحیرا ایک بڑا پادی عالم دین اور ماہر فلکیات و نجوم تھے۔ انہوں نے موصل سے شام کو جانے والی شاہراہ کے قریب اپنا گرجا تعمیر کر لیا تھا جہاں وہ عرصۂ دراز تک اقامت گزین رہے۔ ادھر سے عرب اور

دیگر ممالک کے قافلے گزرتے تھے۔ وہ ان لوگوں کو خدائے واحد کی عبادت کی نصیحت کرتے اور بتوں کی پرستش سے منع کرتے رہتے تھے۔ ان کے ایک شاگرد مذہب نامی تھے اور قبولِ اسلام سے قبل حضرت سلمان فارسیؓ بھی ان کے معتقدین تلامذہ میں داخل تھے......... مذہب کا بیان ہے کہ بحیرا کو بعض شرپسند یہود کی سازش سے قتل کر دیا گیا تھا۔ سریانی زبان میں بحیرا کے معنی تبحر عالم کے ہیں اور "اسلامی انسائیکلوپیڈیا" میں ہے کہ بحیرا کا نام آرامی زبان کے کلمہ بحیرا سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں منتخب اور چنا ہوا۔ یہ ان کا لقب تھا لیکن ان کا نام "سرجیوس" یا "جرجیوس" بیان کیا گیا ہے (۲۷)۔

یہ راہب اپنے صومعہ میں رہتا تھا اور عرصۂ دراز سے نبیٔ آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دیدار کی حسرت اور خواہش میں رہا رہا تھا۔ جب بھی قریش کا کوئی قافلہ اس راہ سے گزرتا تو وہ اپنے صومعہ سے نکل کر قافلہ میں آتا اور اس قافلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نشانیوں کو تلاش کرتا۔ مایوسی پر پھر واپس اپنے صومعہ میں چلا جاتا تھا (۲۸)۔

اس بار قافلہ آیا تو راہب نے حسب دستور دیکھا۔ کیا دیکھتا ہے کہ ابر کا ایک ٹکڑا حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سر پر سایہ کیے ہوئے چلتا ہے۔ جب یہ ٹھہرتے ہیں تو بادل رک جاتا ہے۔ اس پر وہ سمجھ گیا کہ میرا مقصود اسی قافلہ میں ہے۔ بحیرا نے صومعہ کی چھت سے دیکھا تو ہر جگہ سے "السلام علیک یا رسولَ اللہ" (صلی اللہ علیکَ وسلم) کی آوازیں سنیں اور جب یہ قافلہ ایک درخت کے نیچے آیا تو بادل بھی اس درخت کے اوپر ٹھہر گیا اور وہ درخت بہت زیادہ سبز اور سایہ دار ہو گیا۔ اس پر راہب نے اپنے مریدوں اور خادموں کو قافلہ کے پاس بھیجا کہ ہماری دعوت قبول کر لی جائے۔ قافلہ والوں نے کہا یہ طریقہ آپ کی عادت کے خلاف ہے۔ راہب نے کہا پچھلی باتوں کو بھول کر میری دعوت قبول کرو۔

جب تمام قافلہ والے کھانا کھانے آ گئے تو بحیرہ پھر صومعہ کی چھت پر چڑھا

اور دیکھا کہ ابر بدستور وہاں موجود ہے۔ راہب نے نیچے آکر دریافت کیا کہ تم میں سے کوئی باقی ہے یا سب آ چکے ہیں (۲۹)۔ اس پر قریش نے کہا کہ صرف ایک لڑکا جو کم سن ہے وہ سواریوں کے پاس ہے باقی سب آ چکے ہیں۔ راہب نے کہا جب تک وہ نہ آ جائیں، اس وقت تک کوئی کھانا نہ کھائے۔ پھر ایک شخص گیا اور آپ کو گود میں لے کر آ گیا اور محفل میں بٹھا دیا (۳۰)۔

راہب نے حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کا ہاتھ پکڑ کر کہا یہ سب لوگوں کا سردار ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث کرے گا۔ حضرت ابوطالبؑ نے فرمایا تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا۔ راہب نے کہا جب تم گھاٹی سے نیچے اترے تو میں نے دیکھا کہ راستے میں سب درخت اور پتھر ان کو سجدہ کر رہے ہیں اور یہ نبی کے بغیر کسی کو سجدہ نہیں کرتے۔ اس کے علاوہ میں مہرِ نبوت سے بھی پہچانتا ہوں۔ جو سیب کی طرح ان کے کندھے کی نرم ہڈی کے نیچے ابھری ہوئی ہے اور اس کی صفات اور علامات ہم اپنی کتابوں میں لکھی ہوئی پاتے ہیں (۳۱)۔ راہب نے حضرت ابوطالبؑ سے کہا مبارک ہو تمہارا بھتیجا نبیوں کا سرکار بننے والا ہے (۳۲)۔ راہب نے حضرت ابوطالبؑ سے کہا کہ یہ پیغمبر سردار ہیں اور اہل کتاب اور یہود و نصاریٰ ان کے دشمن ہیں۔ اس لیے ان کو ملکِ شام نہ لے جائیں، کہیں ان کے ہاتھوں انہیں کوئی نقصان نہ پہنچے (۳۳)۔

جب حضرت ابوطالبؑ بحیرا راہب کی قسموں اور واسطوں سے واپس مکہ کی طرف چل پڑے تو بحیرا راہب نے اپنی طرف سے میدہ، دودھ اور شکر سے تیار کردہ روٹی جس کو کعک کہتے ہیں، بطورِ زادِ راہ پیش کی (۳۴)۔

حواشی

○ ۱۔ اسوۃ الرسولؐ۔ جلد دوم۔ ص ۳۹

○ ۲۔ حبیبِ خدا۔ ص ۵۶

○ ۳۔ سیرتِ محمدیہؐ۔ جلد اول۔ ص ۱۹۰

○ ۴۔ حبیبِؐ خدا۔ ص ۵۶

○ ۵۔ سیرتِ محمدیہ۔ جلد اول۔ ص ۱۹۰

○ ۶۔ سید اختر جعفری۔ حضورِ پر نور (پنجابی)۔ ص ۳۰

○ ۷۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۲۴۵

○ ۸۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۲۴۴

○ ۹۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۲۴۵

○ ۱۰۔ رسالتمابؐ۔ ص ۲۵

○ ۱۱۔ منصور پوری۔ رحمۃ للعالمینؐ۔ جلد دوم۔ ص ۷۵ حاشیہ

○ ۱۲۔ اسوۃ الرسولؐ۔ جلد دوم۔ ص ۳۷

○ ۱۳۔ اسلم جیراجپوری۔ نوادرات۔ ص ۱۰/ الشیخ مصطفیٰ غلامینی۔ سیرت المختار۔ ص ۲۹ مترجم ملک غلام علی/ پیشوا (دہلی) رسولؐ نمبر۔ صفر و ربیع الاول۔ ص ۵۸ ھ۔ ص ۲۰ مضمون سیرۃ سید المرسلینؐ۔ از آغا رفیق/ نبیؐ رحمت۔ ص ۱۰۶/ میلاد نامہ و رسولؐ بیتی۔ ص ۳۲

○ ۱۴۔ ص ۲۶۶

○ ۱۵۔ محمد رسولؐ اللہ۔ ص ۱۱

○ ۱۶۔ ابراہیم سیالکوٹی۔ سیرت المصطفیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۱۳۴

○ ۱۷۔ تواریخ حبیبِ الٰہ۔ ص ۱۹/ مختصر سیرۃ الرسولؐ۔ ص ۳۹/ حبیبِ خدا۔ ص ۵۷ / انوارِ محمدیہ۔ ص ۵۳/ النبی الاطہر۔ ص ۵۳/ رسالتمابؐ۔ ص ۳۶/ شاہ ولی اللہ۔ سیرت الرسولؐ۔ ص ۱۶/ شیخ محمد رضا۔ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۵۱/ اسوۃ الرسولؐ۔ جلد دوم۔ ص ۵۲/ عبدالمصطفیٰ اعظمی۔ سیرت مصطفیٰؐ۔ ص ۷۱/ شریف التواریخ۔ جلد اول۔ ص ۱۸۰/ مفتی محمد شفیع۔ سیرتِ خاتم انبیا۔ ص ۲۴

○ ۱۸۔ سیرتِ محمدیہؐ۔ ترجمہ مواہب اللدنیہ۔ جلد اول۔ ص ۱۹۲، ۱۹۳

○ ۱۹۔ مختصر سیرۃ الرسولؐ۔ ص ۳۹/ شیخ محمد رضا۔ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۵۱/ ابراہیم سیالکوٹی۔ سیرت المصطفیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۱۳۴/ انوارِ محمدیہؐ۔ ص ۵۳/ سرور القلوب بذکرا لمحبوب۔ ص ۲۰

○ ۲۰۔ شیخ محمد رضا۔ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۵۱

○ ۲۱۔ النبیؐ الاطہر۔ ص ۵۳/ مفتی محمد شفیع۔ سیرتِ خاتم انبیا۔ ص ۲۴

○ ۲۲۔ مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۴۰

○ ۲۳۔ رسالتمآبؐ۔ ص ۳۶

○ ۲۴۔ مختصر سیرۃ الرسولؐ۔ ص ۳۹/ انوارِ محمدیہؐ۔ ص ۵۳

○ ۲۵۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۲۶۷

○ ۲۶۔ رسالتمآبؐ۔ ص ۳۶

○ ۲۷۔ شیخ محمد رضا۔ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۵۶، ۵۷

○ ۲۸۔ مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۴۰

○ ۲۹۔ رسالتمآبؐ۔ ص ۲۶، ۲۷

○ ۳۰۔ الخصائص الکبریٰ۔ جلد اول۔ ص ۱۵۳، ۱۵۴

○ ۳۱۔ مختصر سیرۃ الرسولؐ۔ ص ۳۹

○ ۳۲۔ ہمارے پیارے نبیؐ۔ ص ۳۵

○ ۳۳۔ حبیبِؐ خدا۔ ص ۵۷

○ ۳۴۔ الوفا۔ ص ۱۷۱

دسواں سال

اہلِ مکہ کے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تکریم

طبرانی عمار سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوطالبؓ اہل مکہ کے لیے کھانا تیار کروایا کرتے تھے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وہاں تشریف لاتے تو اسی

وقت تک تشریف فرمانہ ہوتے جب تک نیچے کوئی چیز نہ رکھ لیتے۔ یہ دیکھ کر حضرت ابوطالبؓ خوش ہوتے اور فرماتے میرا بھتیجا بڑا مکرم ہے (۱)۔

حضرت ابوطالبؓ کی پیاس اور برکاتِ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت عمر بن سعید سے مروی ہے کہ حضرت ابوطالبؓ نے فرمایا کہ میں ایک بار سوق ذوالمجاز میں گیا اور میرے ہمراہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تھے (۲)۔

ذوالمجاز کی وادی عرفات سے تین میل کے فاصلے پر ہے۔ وہاں اس زمانے میں میلہ لگا کرتا تھے (۳)۔ حضرت ابوطالبؓ کہتے ہیں کہ اس مقام پر مجھے بہت پیاس محسوس ہوئی اور میں نے اپنی پیاس کی تکلیف کا ذکر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا۔ میری عرض سنتے ہی حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سواری سے اترے اور پوچھا چچا کیا واقعی بہت پیاس لگی ہے۔ میں نے عرض کی ہاں یہی بات ہے۔ یہ بات سن کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زور سے ایڑی زمین پر ماری تو پانی کا چشمہ ابل پڑا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا چچا جان پانی پی لیں۔ اس پر میں نے اس چشمۂ فیض سے خوب سیر ہو کر پانی پیا (۴)۔ جب میں نے پانی پی لیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر اپنا پاؤں مبارک ہلایا اور وہ جگہ ویسی ہو گئی جیسے پہلے تھی (۵)۔

شقِ صدر

کچھ سیرت نگاروں کے مطابق شقِ صدر کا واقعہ پہلی بار چار برس کی عمر میں جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حلیمہؓ کے پاس تھے، واقع ہوا۔ دوسری بار دس برس کی عمر میں ہوا۔ مگر سیرت کی کتابوں میں ۴ برس کی عمر میں تو شقِ صدر کا واقعہ درج کیا جاتا ہے اور وہیں لکھ دیا جاتا ہے کہ دوسری بار دس برس کی عمر میں ہوا اور اس کے علاوہ بھی کئی بار شقِ صدر ہونے کا تذکرہ کیا جاتا ہے مگر چار برس کی عمر

کے علاوہ دس برس یا دیگر عمروں میں شقِ صدر کا ذکر نہیں کیا جاتا۔

شقِ صدر کے بارے میں آخری باب ملاحظہ فرمائیں۔

تعمیرِ کعبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ

جب حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عمر مبارک دس برس کی تھی (۶) تو مکہ میں بہت بارشوں کی وجہ سے خانۂ کعبہ کی دیواریں گر گئیں اور اہلِ مکہ نے اس کی مرمت شروع کر دی (۷)۔ خانۂ کعبہ کی اس مرمت میں دوسرے بچوں کے ساتھ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بھی شرکت فرمائی (۸)۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے ساتھی بچوں کے ہمراہ پتھر اٹھا اٹھا کر لاتے تھے (۹)۔

حضرت ابوطالبؓ اور کچھ یہودی تاجر

ابونعیم، ابنِ عون سے روایت کرتے ہیں، عمرو بن سعید نے کہا کہ ایک بار کچھ یہودی حضرت ابوطالبؓ کے پاس کچھ سامان خریدنے کے لیے آئے۔ معاملات ابھی طے پا رہے تھے کہ اسی وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وہاں تشریف لے آئے۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ابھی بچے ہی تھے۔ یہودیوں نے جب حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھا تو سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ حضرت ابوطالبؓ نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے ایک شخص سے کہا کہ بھاگ کر جاؤ اور ان کو فلاں فلاں راستے پر روکو اور انہیں دیکھ کر اپنے ہاتھ پر ہاتھ مار کر کہو کہ بڑے تعجب کی بات دیکھی ہے اور پھر دیکھو کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں۔ یہ صاحب گئے اور حضرت ابوطالبؓ کے کہنے کے مطابق تالی بجا کر وہی بات کہی۔ اس پر یہودی بولے تم نے کیا عجیب بات دیکھی ہو گی۔ ہم نے تو تم سے بھی زیادہ عجیب بات دیکھی ہے۔ ہم نے تو ابھی محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو زمین پر چلتے پھرتے دیکھا ہے (۱۰)۔

ایک بار حضرت ابوطالبؓ اور ابولہب کے درمیان ہاتھا پائی ہو گئی۔ ابولہب نے ابوطالب کو بچھاڑ دیا اور سینہ پر چڑھ کر بے تحاشا مارنے لگا۔ کمسن بھتیجے نے اسے

دھکیل دیا۔ اب موقع پا کر ابوطالبؓ حاوی ہو گئے۔ اور ابولہب پٹنے لگا۔ جب معاملہ ختم ہوا تو ابولہب نے کہا "اے محمد (صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم) میں بھی تیرا چچا ہوں اور وہ بھی، تو نے یہ جانبداری کیوں کی۔ خدا کی قسم! اب میرا دل تجھ سے کبھی محبت نہ کرے گا" (۱۱)۔

حواشی

○ ۱۔ الخصائص الکبریٰ۔ جلد اول۔ ص ۱۵۱

○ ۲۔ الوفا۔ ص ۱۶۸

○ ۳۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۲۶۴

○ ۴۔ الوفا۔ ص ۱۶۸

○ ۵۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۲۶۴

○ ۶۔ ہمارے پیارے نبیؐ۔ ص ۳۲

○ ۷۔ ہمارے پیارے نبیؐ۔ ص ۳۲

○ ۸۔ پرویز۔ معراجِ انسانیت۔ ادارۂ طلوعِ اسلام، لاہور۔ ص ۷۹/ سیرتِ احمدِ مجتبیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۹۸

○ ۹۔ ہمارے پیارے نبیؐ۔ ص ۳۲

○ ۱۰۔ الخصائص الکبریٰ۔ جلد اول۔ ص ۱۵۸

○ ۱۱۔ رسولِ اکرمؐ کی سیاسی زندگی۔ ص ۵۶/ انساب الاشراف بحوالہ سیرتِ احمدِ مجتبیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۹۶

بچپن کے معجزات

ولادت کے معجزات

ہمارے آقا و مولا' کائنات کے آقا و مولا صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم اس دنیائے آب و گِل میں تشریف لائے تو پیر کا دن تھا۔حیاتِ طیبہ کے اس پہلے پیر کو ایوانِ کسریٰ میں زلزلہ آگیا اور اس کے چودہ کنگرے گر گئے۔ نارِ فارس بجھ گئی جو ایک ہزار سال سے نہیں بجھی تھی اور اس کے علاوہ بحیرۂ ساوہ خشک ہو گیا(۱)۔

حضور حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی والدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جب آپؐ پیدا ہوئے تو میرے بدن سے ایک نور طلوع ہوا جس سے شام کے محل روشن ہو گئے۔ آپ کسی گندگی کے بغیر' پاک صاف پیدا ہوئے(۲)۔ عثمان بن ابی العاص کی والدہ فرماتی ہیں کہ ولادت کے وقت جدھر نظر جاتی تھی' نور ہی نور تھا(۳)۔

قریشِ مکہ کے چند معتبر افراد ورقہ بن نوفل' زید بن عمر بن نفیل' عبیداللہ بن جحش اور عثمان بن حویرث ایک بت کے پاس جمع ہوا کرتے تھے۔ ایک رات انھوں نے اس بت کو منہ کے بل گرا ہوا پایا۔ انھوں نے اس بات کو مکروہ جانتے ہوئے اس بت کو سیدھا کھڑا کر دیا مگر وہ پھر منہ کے بل گر گیا۔ بعد میں عثمان بن حویرث نے بتایا کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ولادت کی رات تھی۔ (۴)

مفتی عنایت احمد کاکوروی شہید لکھتے ہیں کہ یہ بات سوائے اہلِ اسلام کے زرد شتیوں کی تاریخ میں بھی لکھی ہے کہ روئے زمین کے سارے بت آپؐ کی

ولادت کے وقت سرنگوں ہو گئے تھے۔(۵)

عبدالرحمٰن بن عوف کی والدہ شفا فرماتی ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم پیدا ہوئے تو میں نے ایک آواز سنی۔ کوئی کہہ رہا تھا "آپؐ پر اللہ کی رحمت ہو"۔(٦)

سیدہ آمنہؓ فرماتی ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم پیدا ہوئے تو آپ سجدہ میں پڑ گئے اور دونوں انگلیاں آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے تھے۔(۷)

آپؐ نے سجدہ میں جانے کے بعد انگلی آسمان کی طرف اٹھا کر فصیح زبان میں فرمایا "اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور بے شک میں اللہ کا رسول ہوں"۔(۸)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم پیدا ہوئے تو آپ نے کلام فرمایا اور کہا کہ میرے پروردگار کا جلال بہت بلند ہے۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ بہت بڑا ہے۔ اسی کے لیے کبریائی ہے اور اللہ تعالیٰ کے لیے بہت تعریفیں ہیں اور اللہ تعالیٰ کے لیے صبح و شام پاکیزگی ہے۔(۹)

عرباض بن ساریہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے فرمایا "میں اللہ کا بندہ ہوں اور اس وقت سے خاتم النبیین ہوں کہ ابھی آدمؑ کیچڑ میں پڑے تھے۔ نیز میں تمہیں بتاتا ہوں کہ میں حضرت ابراہیمؑ کی دعا، حضرت عیسیٰؑ کی بشارت اور اپنی ماں کا خواب ہوں جو اس نے اور انبیا کی ماؤں نے دیکھا تھا۔"(۱۰)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ میرے رب کی عنائتوں سے جو اس نے مجھ پر کی ہیں ایک یہ بھی ہے کہ میں مادر زاد مختون پیدا ہوا، کسی شخص نے میرا ستر نہیں دیکھا۔(۱۱)

حضرت آمنہؓ فرماتی ہیں کہ بادل کا ایک ٹکڑا نمودار ہوا جس کے باعث حضور (صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم) آنکھوں سے اوجھل ہو گئے۔ میں نے آواز سنی کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کو تمام عالم کی سیر کرائی گئی ہے تاکہ تمام مخلوق آپؐ کی صفات،

آپؐ کی صورت اور اسم گرامی سے آشنا ہو جائے۔ یہ بادل صرف ایک لمحہ کے لیے منور رہا۔ اس کے بعد پہلے سے بڑا بادل آیا۔ اس میں میں نے انسانوں، گھوڑوں کی آوازیں سنیں، ایک آواز سنائی دی۔ محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام جن و انس اور چرند پرند دکھائے گئے۔ پھر آپ کو آدمؑ کی صفوت و بزرگی، نوحؑ کی رقت، حضرت ابراہیمؑ کی سی آزمائش، داؤدؑ کی صورت، ایوبؑ کا صبر، یحییٰؑ کا زہد، عیسیٰؑ کی سخاوت عطا ہوئیں۔ یہ بادل بھی صرف لمحہ بھر کے لیے روشن ہوا۔(۱۲)۔

دایہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت کے وقت آپؐ کو نہلانے کا ارادہ کیا تو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فصیح زبان سے فرمایا "میں آبِ رحمت سے غسل دیا گیا ہوں، ازل میں بھی پاک تھا اور اب بھی پاک پیدا ہوا ہوں"۔(۱۳)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نور ہر جگہ مشرق، مغرب، شمال جنوب اور زمین و آسمان پر پھیل گیا تو یمن کے ایک بت خانے میں بیٹھا عامر نامی شخص آسمان سے ملائکہ کو اترتے اور پہاڑوں اور درختوں کو سجدہ کرتے دیکھ دیکھ کر حیران ہو رہا تھا کہ اس کا بت اوندھا گر گیا اور اس میں سے آواز آئی کہ وہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) جن کا سیکڑوں برس سے انتظار تھا، اس دنیا میں تشریف لے آئے ہیں۔ ان سے درخت اور پتھر کلام کریں گے۔ ان کے اشارے سے چاند دو ٹکڑے ہو گا۔ عامر کی بیوی نے یہ سن کر بت سے معلوم کیا کہ اس نبی کا نام کیا ہے اور کہاں پیدا ہوئے۔ بت نے آپؐ کا نام بتایا۔ اس عامر کی ایک اپاہج لڑکی تھی۔ جب اس نے ولادتِ مبارک کا نور دیکھا تو عرض کی، الٰہی! اس نور میں اگر برکت ہے تو اس کا حصہ مجھے بھی ملے۔ اس پر وہ فوراً تندرست ہو گئی۔ عامر اپنی بیٹی کی اس تندرستی پر سخت حیران ہوا اور آپؐ کی زیارت کے لیے مکہ مکرمہ پہنچا۔ تلاش کے بعد حضرت آمنہؓ کے درِ دولت پر پہنچا۔ عرض کی کہ خدا کے واسطے مجھ غریب الوطن عاشق زار کو اپنے صاحبزادے کا جمال دکھا دیں۔ حضرت عبدالمطلبؓ آپؐ کو گود میں اٹھا کر لے آئے۔ آپؐ کو دیکھتے

ہی عامر آپ کے قدموں میں جاں بحق ہو گیا۔(۱۴)

حواشی

○ ۱۔ الخصائص الکبریٰ' جلد اول۔ ص ۱۰۱/ الوفا۔ ص ۱۲۷

○ ۲۔ الخصائص الکبریٰ۔ جلد اول۔ ص ۹۴/ مدارج النبوت (دوم) ص ۲۴

○ ۳۔ سیرتِ سرورِ عالمؐ۔ ص ۹۵

○ ۴۔ شیر محمد خاں اعوان' ملک۔ مقامِ مصطفیؐ۔ ص ۱۲۵

○ ۵۔ عنایت احمد کاکوروی۔ تواریخ حبیبِ الٰہ۔ ص ۳/ الخصائص الکبریٰ۔ جلد اول۔ ص ۱۰۳

○ ۶۔ انوارِ محمدیہؐ۔ ص ۴۰

○ ۷۔ شرف النبیؐ۔ ص ۳۴/ احمد بن زین دحلان مکی قاضی۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۱۳۰

○ ۸۔ شواہد النبوۃ۔ ص ۵۶

○ ۹۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۱۳۲

○ ۱۰۔ انوارِ محمدیہؐ۔ ص ۳۹'۴۰

○ ۱۱۔ مقامِ مصطفیؐ۔ ص ۱۲۵/ شواہد النبوۃ۔ ص ۵۷/ مدارج النبوۃ (دوم) ص ۲۷/ انوارِ محمدیہؐ۔ ص ۴۲

○ ۱۲۔ عبدالرحمٰن جامی۔ شواہد النبوۃ۔ ص ۵۵'۵۶

○ ۱۳۔ انوارِ جمالِ مصطفیؐ۔ ص ۱۰۶

○ ۱۴۔ عبدالمصطفیٰ محمد اشرف۔ سیرتِ سید المرسلینؐ۔ جلد اول۔ ص ۳۸۲ تا ۳۸۴/ محمد عابد' سید۔ رحمت للعالمینؐ۔ ص ۱۲۸'۱۲۹

بچپن کے معجزات

سالِ ولادتِ نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی خصوصیت

ولادتِ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سال قریش کے لیے فراخی اور کشادگی کا سال کہا جاتا تھا۔ جبکہ اس سے پہلے قریش تنگی اور قحط کا شکار تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی برکت سے اس سال زمین سرسبز و شاداب ہو گئی، درخت بار آور ہو گئے اور قریش کے پاس ہر طرف سے زور کی بارش آنے لگی (۱)

چاند سے کھیلنا

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چچا حضرت عباسؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کہا کہ آپؐ کے دین میں میرے شامل ہونے کی وجہ آپؐ کی نبوت کی ایک دلیل تھی۔ میں نے دیکھا کہ آپؐ انگلی سے جس طرف اشارہ فرماتے، چاند ادھر کو چلا جاتا تھا (۲)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نامعلوم خدمت گار

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب صبح اٹھتے تو بغیر سُرمے کے آنکھیں سرگیں ہوتیں اور بالوں میں تیل نہ لگانے کے باوجود بالوں میں تیل لگا ہوتا (۳)

اس سال لڑکے پیدا ہوئے

حضرت حلیمہؓ فرماتی ہیں کہ قحط سالی کی وجہ سے عورتیں پریشان تھیں۔ ایک دن ہم وادی مکہ میں سبزی اور دودھ لینے گئیں تو ہمیں ایک طرف سے آواز آئی کہ "اس سال تمام عرب اور عجم کی عورتوں پر لڑکی کی پیدائش حرام کر دی گئی ہے۔ ہر عورت لڑکا ہی جنے گی کیونکہ قریش میں ایک ایسا لڑکا آنے والا ہے جو فخرِ عرب اور رشکِ عجم ہو گا۔ وہ ماں کتنی خوش بخت ہو گی جو اس لڑکے کو دودھ پلائے گی۔ بنی سعد کی عورتو! تم خوش قسمت ہو، دوڑو اور جلدی کرو، مکہ کے لڑکوں کو اپنا لو"۔ عورتوں نے یہ آواز سنی تو پہاڑوں سے نیچے اتر آئیں اور اپنے شوہروں کو اطلاع دی

کہ وہ بشارت سن کر آئی ہیں۔ تمام عورتوں نے فیصلہ کیا کہ وہ مکہ میں جائیں گی۔(۴) اس سال تمام عورتوں کے ہاں لڑکے پیدا ہوئے۔(۵) صرف ایک سیرت نگار نئی بات نکالتے ہیں کہ اس سال صرف لڑکیاں پیدا ہوئی تھیں۔(۶)

حضرت حلیمہؓ فرماتی ہیں کہ جب میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گود میں اٹھا کر اپنی سواری پر چڑھی تو بہت چست ہو گئی اور اپنی گردن تان کر چلنے لگی۔ جب ہم کعبہ کے سامنے پہنچے تو سواری نے تین سجدے کیے اور اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا اور پھر دوسرے جانوروں سے آگے آگے دوڑنے لگی(۶۔الف)

اونٹنی کا کلام اور سجدہ کرنا

حضرت حلیمہؓ فرماتی ہیں کہ میری سواری بہت سُست تھی مگر جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پر سوار ہوئے تو وہ سب قافلہ کے آگے آگے چلنے لگی۔(۶۔ب) قافلہ کی عورتیں حیرت زدہ ہو گئیں اور بولیں کہ اے حلیمہؓ کیا تم اس پر سوار ہو کر آئی تھیں۔ اس وقت یہ اتنی ست تھی کہ سب سے پیچھے تھی اور آج سب سے آگے ہے۔ تم نے کون سا عظیم کام سرانجام دیا ہے۔(۶۔ج)

فرشتے جھولا جھلاتے

حضرت حلیمہؓ فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جھولا کبھی ہمارے ہلانے کا محتاج نہ ہوا۔(۷) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب جھولے میں ہوتے تھے تو حلیمہؓ یا گھر کے کسی دوسرے فرد کو کبھی جھولا جھلانے کی ضرورت نہ پڑتی تھی بلکہ آپؐ کا جھولا خودبخود جھلتا رہتا تھا۔(۸) فرشتے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پنگھوڑے کو ہلاتے تھے۔(۹)

حضرت حلیمہؓ کو بشارت ملی

بنی سعد کو واپس جاتے وقت راستے میں بکریاں چر رہی تھیں۔ ان بکریوں نے

حضرت حلیمہؓ سے فصیح زبان میں گفتگو کی۔ کہنے لگیں کہ "اے حلیمہؓ تو اس بچے کو جانتی ہے۔ یہ مالک زمین و آسمان کا پیغمبر اور اولادِ آدم کا سرور اور جن و انس سے بہتر ہے"۔ اس کے بعد ایک بوڑھا بزرگ آدمی نظر آیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھتے ہی کہنے لگا "یہ لڑکا ختم المرسلین ہے"۔ وادیٔ حبشہ میں کئی عالم ٹھہرے ہوئے تھے۔ انھوں نے بھی آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھ کر کہا' بے شک یہ لڑکا پیغمبرِ آخر الزماں ہے وادیٔ ہوازن میں بھی ایک بوڑھا آدمی نظر آیا۔ کہنے لگا "یہ خاتم الانبیا ہیں" انھی کے پیدا ہونے کی حضرت عیسیٰؑ نے خبر دی تھی۔(۱۰)

جس جگہ حلیمہؓ کا قافلہ قیام کرتا وہ جگہ سرسبز و شاداب ہو جاتی۔ حضرت حلیمہؓ فرماتی ہیں کہ جب میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو لے کر اپنے علاقے کی طرف چلی تو جہاں سے گزرتی وہ سرسبز و شاداب ہو جاتا اور ہر درخت حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو سلام کرتا اور اس کا سایہ آپؐ کی طرف جھک جاتا۔(۱۱)

حضرت حلیمہؓ فرماتی ہیں کہ ہم جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو لے کر اپنی آبادی میں پہنچے تو تمام آبادی خوشبو سے مہک گئی جیسے مشک کی خوشبو ہے۔(۱۲)

بیمار ہاتھ پکڑتا تو تندرست ہو جاتا

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے محبت و عقیدت ہر شخص کے دل میں راسخ ہو گئی۔ سب لوگ آپؐ سے پیار کرتے تھے۔ جب کسی کو تکلیف ہوتی تو وہ آپؐ کا دستِ مبارک اس جگہ پر رکھواتا اور شفا یاب ہو جاتا۔ یہاں تک کہ وہ اپنے جانوروں کا علاج بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دست مبارک سے کرتے تھے۔(۱۳)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا چہرہ چراغ کی طرح چمکتا

حضرت حلیمہؓ فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا چہرہ اقدس اس قدر روشن ہوتا کہ مجھے چراغ جلانے کی حاجت نہ رہتی۔(۱۴)

بادل کا سایہ

حضرت شیماؓ نے اپنی والدہ محترمہ کو بتایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دھوپ نہیں لگتی کیونکہ بادل ان پر سایہ کرتا ہے۔ جب یہ ٹھہرجاتے ہیں تو بادل بھی ٹھہرجاتا ہے اور جب چلتے ہیں تو بادل بھی چلنے لگتا ہے۔(۱۵)

بنو سعد حلیمہؓ کی بکریوں کے ساتھ بکریاں چرانے لگے

حضرت حلیمہؓ فرماتی ہیں کہ ہماری قوم کے لوگ اپنے چرواہوں سے کہتے کہ تم بھی اپنی بکریوں کو اس چراگاہ میں چراؤ جہاں بنتِ ابی ذوہیب کی بکریاں چرتی ہیں۔ پھر انھوں نے بھی اپنی بکریاں ہماری بکریوں کے ساتھ چَرانی شروع کر دیں اور خدا تعالیٰ نے ان کے اموال اور بکریوں میں بھی خیر و برکت پیدا کر دی اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وجہ سے سارے قبیلے میں خیر و برکت پھیل گئی۔(۱۶)

نشو و نما میں تیزی

حضرت حلیمہؓ کا بیان ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نشو و نما اتنی تیزی سے ہوئی تھی کہ دوسرے لڑکے اتنا نہیں بڑھتے تھے۔(۱۷) حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب دو ماہ کے ہوئے تو گھٹنوں کے بل چلنے لگے۔ جب تین مہینوں کے ہوئے تو دونوں پاؤں سے زمین پر کھڑے ہونے لگے' چار مہینوں کے ہوئے تو دیوار پکڑ کر کھڑے ہونے لگے' پانچویں مہینے آپؐ کی رفتار میں طاقت آ گئی۔ ساتویں مہینے آپؐ اچھی طرح ہر طرف اپنے پاؤں سے چلنے پھرنے لگے۔(۱۸) سیرتِ حلبیہ میں لکھا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عمر مبارک آٹھ ماہ ہوئی تو آپؐ نے گفتگو فرمائی جس کو سنا جا سکتا تھا۔ جب نو ماہ کے ہوئے تو فصیح گفتگو فرمائی۔ اور جب دس ماہ کو پہنچے تو بچوں کے ساتھ تیر اندازی فرمائی(۱۹) حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم عام بچوں سے تیز دوڑتے تھے اور عام بچوں کی طرح تتلا کر بات نہیں کرتے تھے۔(۲۰) آپؐ جب دو سال کے ہوئے تو نوجوان معلوم ہونے لگے۔(۲۱) اور عام بچوں کے برعکس وہ

اچھے خاصے مضبوط اور توانا ہو گئے۔(۲۲)

بکریاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کرتیں

ایک دن ایک بکری آئی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے سجدہ ریز ہو گئی۔ آپؐ کے سر مبارک کو بوسہ دیا اور چلی گئی۔(۲۳) ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت حلیمہؓ کی گود میں بیٹھے ہوئے تھے کہ کچھ بکریاں ادھر سے گزریں۔ ایک بکری نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو سجدہ کیا اور سر مبارک کو بوسہ دیا۔(۲۴)

ستارہ شناس کی موت

ایک بار حضرت حلیمہؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو لے کر ذی الحجاز سے گزریں۔ وہاں ایک ستارہ شناس کی نظر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر پڑی یعنی اس نے آپؐ کی مُہرِ نبوت اور چشمانِ مقدس کے سرخ ڈوروں کو دیکھا تو اس نے چلّاتے ہوئے کہا۔ اے عرب کے لوگو! اس بچے کو قتل کر دو۔ یہ تمہارے دین والوں کو قتل کرے گا۔ تمہارے معبودوں کو توڑے گا اور اپنا امر تم پر ظاہر کرے گا۔ یہ آسمانی امر کا منتظر ہے۔ پھر وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے لڑائی پر آمادہ ہوا تو اسی وقت اس کی عقل جاتی رہی۔ یہاں تک کہ وہ مر گیا۔(۲۵)

کھانے پینے کی چیزوں میں برکت

حضرت ابو طالبؓ جب اہل و عیال کے ساتھ کھانا کھانے لگتے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنے پاس بٹھا لیتے۔ پھر کھانا کھاتے اور تمام سیر ہو جاتے اور کھانا بچ بھی رہتا۔ اگر دودھ پینے لگتے تو سب سے پہلے حضور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سب سے پہلے پیتے اور اس کے بعد حضرت ابو طالبؓ اور ان کے گھر والے دودھ پیتے۔ دودھ کی مقدار اتنی ہوتی کہ اسے پینے والوں میں سے کوئی اکیلا پی سکتا تھا

لیکن دودھ بچ رہتا تو حضرت ابوطالبؑ کہتے اے بیٹا! یہ سب تیری ہی برکت ہے۔(۲۶)

حضرت ابوطالبؑ کی پیاس

ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے چچا حضرت ابوطالبؑ کے ہمراہ سفر پر گئے۔ اس موقع پر حضرت ابوطالبؑ کو پیاس لگی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے زمین پر اپنے پاؤں کو حرکت دی۔ وہاں سے پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا۔ جب حضرت ابوطالبؑ نے پانی پی لیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پھر پاؤں مبارک ہلایا تو وہ جگہ پہلے جیسی ہو گئی۔(۲۷)

درخت اور پتھروں کا سجدہ

بحیرا راہب اس قافلے کو گزرتے دیکھ رہا تھا جس میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم شریک تھے۔ بحیرا نے دیکھا کہ اس قافلہ میں ایک ہستی پر بادل سایہ فگن ہے۔ جدھر وہ جاتے ہیں، بادل بھی اودھر جاتا ہے۔ جب وہ رکتے ہیں، تو بادل بھی رک جاتا ہے(۲۸) سید محمد عابد لکھتے ہیں کہ بحیرا راہب عبادت کر رہا تھا کہ یکایک عبادت خانے میں زلزلہ آیا۔ راہب گھبرا کر باہر نکلا اور چاروں طرف حیران ہو کر دیکھنے لگا۔ اس نے دیکھا کہ چاروں طرف سے درخت اور پہاڑ جھکے جاتے ہیں۔ سوچنے لگا کہ یہ کس کو سلام اور سجدہ کر رہے ہیں۔ اچانک اس کی نظر ایک قافلے پر پڑی۔ اس قافلے میں ایک اونٹ پر نوعمر بچہ اور ایک بوڑھا سوار تھا اور ایک نورانی ابر اس پر سایہ کرتا تھا۔ اور تمام کے تمام درخت اور پہاڑ ان کے سامنے سجدہ کرتے تھے۔ اس واقعہ کو دیکھ کر راہب سمجھ گیا کہ آج ضرور نبیؐ آخر الزماںؐ تشریف فرما ہیں۔ اس نے اہلِ قافلہ کے لیے کھانا پکوایا (۲۹) آخر راہب نے حضرت ابوطالبؑ کے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ہاتھ پکڑ کر کہا اللہ تعالیٰ انھیں رحمت للعالمین بنا کر مبعوث کرے گا۔ حضرت ابوطالبؑ نے فرمایا تمہیں کیسے معلوم ہوا۔ کہنے لگا کہ جب تم گھاٹی سے نیچے اتر رہے تھے تو میں نے دیکھا کہ راستے کے سب درخت اور

پتھران کو سجدہ کر رہے تھے۔(۳۰)

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی سیرتِ پاک یا مقام کے بارے میں کچھ لکھنے کی جسارت کرنے والوں کو تو ہر ہر فقرے پر مؤدب رہنے کی ضرورت ہے۔ کسی ایسی تحریر میں اگر مصنف یا مولف پوری طرح ذہنی طور پر حاضر نہیں رہتا اور ہر واقعے' ہر فقرے' ہر لفظ' ہر حرف اور ہر شوشے کے استعمال میں پوری احتیاط نہیں برتتا تو وہ یقیناً آقا حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بارے میں کچھ لکھنے کا حق ادا نہیں کرتا اور کہیں ایسی ٹھوکر بھی کھا سکتا ہے جو اس کے اعمال حبط کرنے کا ذریعہ بن سکتی ہے۔

ہمارے یہاں ایک مشکل تو یہ ہے کہ جو شخص ہمارے سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت و محبت کے حوالے سے قلم اٹھاتا ہے' ہم اس کے بارے میں محبت حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نسبت سے' اچھے خیالات ہی کا اظہار کرتے ہیں' اس پر تنقید سے پہلو تہی کرتے ہیں۔ دوسرے' ہماری مجموعی خامی یہ بھی ہے کہ کتاب کو سونگھ کر یا چکھ کر اس کے بارے میں رائے قائم کر لیتے ہیں' اسے تمام و کمال پڑھنا یا اسے ڈائجسٹ کرنا ضروری نہیں سمجھتے' اس لیے اس کے بارے میں کوئی حتمی رائے قائم کرنے میں بھی ناکام رہتے ہیں۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ سیرتِ سرورِ ہر دو جہاں صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے موضوع پر کئی لکھنے والوں نے احتیاط کا دامن پوری طرح نہیں تھاما اور بعضوں نے بے احتیاطیاں کی ہیں۔ کچھ لوگوں نے کسی ایک کتاب یا چند کتابوں کو سامنے رکھ کر فقروں کے فقرے اور پیروں کے پیرے نقل کر لیے ہیں اور اپنے نام سے پیش کر دیے ہیں۔

"مولانا علامہ" محمد شریف نقشبندی (میرو والی) کی کتاب "معجزاتِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا" اس نقطۂ نظر سے دیکھی گئی کہ اس میں بچپن کے معجزات بھی ہوں گے۔ کتاب پڑھنے پر ایک عجیب صورت حال یہ سامنے آئی کہ اس میں اگرچہ معجزہ نمبر ایک سے معجزہ نمبر ۲۴۸ درج ہیں لیکن بہت سے معجزے ایک سے زیادہ مرتبہ نقل کیے گئے ہیں۔

مثلاً حضرت خالدؓ بن ولید کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا موئے مبارک اپنی ٹوپی میں سلوا لینا اور اس کی برکت سے فتح حاصل کرنا صفحہ ۲۵، اور صفحہ ۴۲ پر معجزہ نمبر ۱۰، ۷ میں دو جگہ مرقوم ہے۔ معجزات کے بارے میں اجمالی اشارے بھی دیے جائیں تو کئی صفحات درکار ہوں گے اور یہ معجزے چونکہ بچپن سے متعلق نہیں، اس لیے قارئینِ کرام کی اطلاع کے لیے صرف معجزہ نمبر کے حوالے سے کام چلایا جاتا ہے...... کہ: .... معجزہ نمبر ۱۱، ۴۷۔ معجزہ ۱۳، ۸۲۔ معجزہ ۱۴، ۸۵۔ معجزہ ۱۵، ۸۶۔ معجزہ ۱۸، ۱۷۹۔ معجزہ ۱۹، ۱۹۳۔ معجزہ ۲۳، ۱۹۱۔ معجزہ ۲۴، ۱۹۰۔ معجزہ ۲۶، ۱۹۶۔ معجزہ ۲۷، ۲۰۶۔ معجزہ ۲۸، ۲۰۸۔ معجزہ ۳۰، ۲۱۴۔ معجزہ ۳۹، ۹۷۔ معجزہ ۸، ۶۵۔ معجزہ ۴۰، ۱۰۴۔ معجزہ ۴۱، ۲۰۴۔ اور معجزہ نمبر ۲۹، ۲۱۰ میں ایک ایک معجزے کو دو دو بار لکھا گیا ہے اور بیشتر مقامات پر لفظ بہ لفظ وہی عبارت درج ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرت پاک، آپ کے فضائل و شمائل، آپؐ کے معجزات وغیرہ کے متعلق قلم اٹھاتے ہوئے اگر ہم محتاط نہیں رہ سکتے تو ہم پر افسوس ہے...... اور، یہ مثال تو دماغی طور پر کام سے غیر حاضری ہے۔ اللہ تعالیٰ معاف کرے۔

حواشی

○ ۱۔ سیرت دحلانیہ۔ ص ۱۳۹/ شیخ محمد رضا۔ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۳۱

○ ۲۔ انوار محمدیہ۔ ص ۳۶/ شواہد النبوۃ۔ ص ۶۸

○ ۳۔ الوفا۔ ص ۱۴۷/ الخصائص الکبریٰ۔ جلد اول۔ ص ۱۵۰، ۱۵۱/ محمد میاں۔ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۲۰

○ ۴۔ شرف النبیؐ۔ ص ۴۱

○ ۵۔ الخصائص الکبریٰ۔ جلد اول۔ ص ۹۵/ انوار محمدیہ۔ ص ۳۸/ سیرت دحلانیہ ص ۱۳۹

○ ۶۔ رسالتمابؐ۔ ص ۴۶

○ ۶۔الف۔ مدارج النبوت۔ ص ۳۱

○ ۶۔ب۔ انوار جمال مصطفیٰؐ۔ ص ۱۰۷

○ ۶۔ج۔ شرف النبیؐ۔ ص ۴۴

○ ۷۔ محمد عابد سید۔ رحمت للعالمینؐ۔ ص ۱۳۶

○ ۸۔ سیرت سید المرسلینؐ۔ جلد اول۔ ص ۴۲۵

○ ۹۔ انوار محمدیہؐ۔ ص ۴۶/ انوار جمال مصطفیٰؐ۔ ص ۱۰۸

○ ۱۰۔ انوار جمال مصطفیٰؐ۔ ص ۱۰۷

○ ۱۱۔ انوار جمال مصطفیٰؐ۔ ص ۱۰۷

○ ۱۲۔ بدن خیر البشرؐ۔ ص ۳۰

○ ۱۳۔ بدن خیر البشر۔ ص ۳۰/ جنات النعیم فی ذکر نبی الکریم۔ ص ۳۶، ۳۷

○ ۱۴۔ محمد صالح۔ سرور عالمؐ۔ ص ۳۶/ انوار جمال مصطفیٰؐ۔ ص ۱۰۷

○ ۱۵۔ سیرت رسول عربیؐ۔ ص ۴۷/ انواز محمدیہؐ۔ ص ۴۷/ العطور المجموعہ۔ ص ۳۴

○ ۱۶۔ مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۳۲

○ ۱۷۔ ابراہیم سیالکوٹی۔ سیرت مصطفیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۱۳۰

○ ۱۸۔ اسوۃ الرسولؐ۔ جلد دوم۔ ص ۲۷/ جنات النعیم فی ذکر نبی الکریمؐ۔ ص ۳۷

○ ۱۹۔ السیرت الحلبیہ۔ ص ۱۳۸

○ ۲۰۔ ادارہ در راہ حق۔ حضرت محمد مصطفیٰؐ۔ ص ۱۶

○ ۲۱۔ رسالتمابؐ۔ ص ۱۹

○ ۲۲۔ الوفا۔ ص ۱۳۱

○ ۲۳۔ رسالتمابؐ۔ ص ۱۹

○ ۲۴۔ سرور القلوب بذکر المحبوبؐ۔ ص ۱۶

○ ۲۵۔ سیرت دحلانیہ۔ ص ۱۷۹، ۱۸۰

○ ۲۶۔ شواہد النبوت۔ ص ۴۷

○ ۲۷۔ سیرت دحلانیہ۔ ص ۲۶۴

○ ۲۸۔ شواہد النبوت۔ ص ۴۷، ۷۵

○ ۲۹۔ عابد۔ رحمت للعالمینؐ۔ ص ۱۵۸

○ ۳۰۔ مختصر سیرۃ الرسولؐ۔ ص ۳۹

سیرت نگاروں کی بے احتیاطیاں

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خاندان کی "تنگدستی"

سیرت النبی المختار (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے موضوع پر قلم اٹھانے والے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادتِ پاک کے دن سے لے کر بلکہ اس سے بھی پہلے کے ذکر میں عسرت اور تنگدستی کا اثر و رسوخ بتاتے ہیں اور یہ ثابت کرنے میں لگے رہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم غریب تھے، مفلوک الحال تھے، انہیں ترکے میں بھی کچھ نہیں ملا تھا اور ان کے سرپرست اور نگران حضرت ابوطالبؑ بھی بھوکے ننگے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رضاعت کے ضمن میں بھی یہی لکھا جاتا رہا ہے اور اب تک وہی روش چل رہی ہے کہ حضرت حلیمہ سعدیہ اس لیے حضرت عبدالمطلبؑ کے خاندان کی طرف رخ نہیں کرتی تھیں کہ یہ غریب اور تنگدست لوگ ہیں، یہاں سے مجھے کیا ملے گا۔ اس سلسلے میں صحیح صورتِ حال حضرت حلیمہؓ کے ذکر میں بیان کی جا رہی ہے۔ زیرِ نظر عنوان کے تحت اس مفروضے پر گفتگو کی جا رہی ہے کہ یہ خاندان کتنا غریب اور عسرت زدہ تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نسب مبارک یہ ہے: حضرت ابوالقاسم محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) بن عبداللہ بن عبدالمطلبؑ بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ

بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان رضی اللہ عنہم۔ (۱)
اور حضرت عدنان رضی اللہ عنہ بلاشبہ حضرت اسماعیل بن حضرت ابراہیم علیہم السلام کی اولاد سے تھے۔

ابراہیم سیالکوٹی نے لکھا ہے کہ "حضرت اسماعیل کے بارہ بیٹے تھے۔ یہ سب اپنی امتوں کے بارہ رئیس تھے۔ یہ سب عرب کے مختلف علاقوں میں آباد ہوئے۔ عرب کے کئی ایک شہران کے نام پر آباد ہوئے"۔(۲)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جدِ امجد حضرت کنانہ کے بارے میں ہے کہ یہ انتہائی مہمان نواز تھے۔ اکیلے کھانا تناول کرنا پسند نہ فرماتے۔ جب کوئی ساتھ کھانے والا نہ ہوتا تو ایک لقمہ خود تناول فرماتے اور دوسرا لقمہ پتھر پر رکھ دیتے (۳)

حضرت کنانہ کے پوتے حضرت مالک کو مالک اس لیے کہا جاتا تھا کہ وہ اس وقت ملکِ عرب کے حاکم تھے (۴)

علامہ ابنِ جوزی اور کئی دوسرے حضرات لکھتے ہیں کہ حضرت قصی بن کلاب مکۂ معظمہ کے مسلم سردار تھے (۵) زرقانی کہتے ہیں کہ قصی بن کلاب کو تمام قبائل قریش پر اقتدار حاصل تھا۔ حاجیوں کو کھانا کھلانے' زمزم کا پانی پلانے' مسافروں کی پذیرائی کرنے' مشورہ کے لیے رؤسائے قریش کو دارالندوہ میں طلب کرنے اور قریش کا پرچم لہرانے کے اہم فرائض ان کے سپرد تھے (۶)

حضرت قصی کے بیٹے عبدمناف کا اصل نام مغیرہ تھے۔ اپنی سرداری کے عہد میں قریش کو خداترسی و حق شناسی کی نصیحت فرمایا کرتے تھے۔ ایک بار حضرت ابوبکر صدیقؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں کسی شاعر کے کچھ اشعار پڑھ کر سنائے جنہیں سن کر حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) متبسم و مسرور ہوئے تھے۔ ان میں ایک شعر کا ترجمہ یہ ہے۔ "او گٹھڑی اٹھا کر جانے والے (یعنی مسافر) تو عبدِمناف والوں کے ہاں کیوں نہ جا اترا۔ اگر وہاں چلا جاتا تو ناداری اور تنگ دستی کو دور کر دیتے۔ وہ تو امیر و غریب سے یکساں سلوک کرتے ہیں اور فقیر کو مستغنی کر دیتے ہیں

(۷)

احمد زینی دحلان لکھتے ہیں۔ ''حضرت قصی کے بعد ان کے بیٹے جناب عبدِ مناف' پھر ان کے بیٹے جناب ہاشم' پھر ان کے بیٹے جناب عبدالمطلب' پھر ان کے بیٹے جناب ابوطالب حاجت مند حاجیوں کے لیے کھانے کا اہتمام کرتے رہے''۔(۸)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے آباؤاجداد سردار اور سخی تھے اور جو لوگ ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے' ان کی تنگدستی اور ناداری کو دور کر دیتے تھے۔

حضرت ہاشم کا اصل نام عمرو (۹) تھا' دوسرا نام عبدالعلی (۱۰) تھا۔ ان کا لقب ہاشم یوں پڑا کہ انہوں نے ایک بار سنا' مکہ میں آٹا کمیاب ہو رہا ہے۔ اس وقت یہ مالِ تجارت لے کر شام گئے ہوئے تھے۔ شام سے لوٹتے ہوئے سب اونٹوں پر روٹیاں اور آٹا لاد لائے اور مکہ پہنچ کر دعوت عام کر دی۔ گوشت اور شوربے میں روٹیاں توڑ کر ڈالی گئیں۔ ہشم ٹکڑے کرنے کو کہتے ہیں' اس لیے ہاشم نام ہوا (۱۱)۔ اس وقت کے بعد ہر سال موسمِ حج میں وہ زوّارِ کعبہ کو دعوت عام دیا کرتے تھے اور یہی کھانا جسے لغت عرب میں ''ثرید'' بھی کہتے ہیں' کھلایا کرتے تھے (۱۲)

جناب ہاشم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مہمان نواز' حقوق کی ادائیگی کرنے والے اور خوفزدہ کی جائے امان تھے (۱۳)۔ حضرت ہاشم کی امارت' ان کی فیاضی' ان کے دستر خوان کی وسعت کا ذکر کتابوں میں تفصیل سے ملتا ہے (۱۴)

حضرت ہاشم قبیلہ قریش کے معزز سردار تھے (۱۵)۔ ان کے گھر میں مال و منال وافر تھا (۱۶) ان کی سیادت کی شان کچھ ایسی تھی کہ حبشہ کے فرمانروا اور روم کے قیاصرہ ان کے ساتھ ادب و احترام سے پیش آتے تھے اور ان کی خاطر مدارات کو سرمایۂ فخر جانتے (۱۷)۔ ''سیرتِ دحلانیہ'' میں ہے کہ جناب ہاشم اور آپ کے بھائیوں عبدِ شمس' مطلب اور نوفل کے بارے میں لوگ کہا کرتے تھے کہ یہ سونا ہیں اور لوگوں کی پناہ گاہ اور ان کا عزو افتخار ہیں اور عرب کے سردار ہیں (۱۸)۔ حضرت ہاشم

کے بعد ان کے بیٹے حضرت عبدالمطلبؓ کا ذکر آتا ہے جو حضورِ پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دادا تھے اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے والدِ گرامی حضرت عبداللہؓ چونکہ آپؐ کی پیدائش سے قبل ہی انتقال فرما چکے تھے، اس لیے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سرپرست حضرت عبدالمطلبؓ ہی تھے۔

حضرت عبدالمطلبؓ جودوسخا میں اپنے والد حضرت ہاشم سے بھی بڑھے ہوئے تھے، آپ نہایت کریم و سخی تھے (۱۹)۔ وہ قریش کے سرداروں میں ایک صاحبِ وجاہت سردار تھے (۲۰)۔ وہ حج کے دنوں میں اپنی اونٹنیوں کا دودھ اور شہد ملا کر زمزم کے قریب پانی میں ملاتے اور حاجیوں کو پلاتے۔ حاجی اس مشروب میں پانی ملا کر اس کا گاڑھا پن دور کرتے تھے (۲۱) ان کی مہمان نوازی کا اثر چرند و پرند و طیور تک پہنچتا تھا۔ وہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر وحوش و طیور کے لیے کھانا بکھیر دیتے جس کی وجہ سے آپ کو پرندوں کا میزبان اور فیاض کہا جاتا (۲۲)

ہمارے سیرت نگار جس طرح حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو عسرت زدہ، تنگدست، مفلوک الحال قرار دیتے ہیں اور یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ حضرت حلیمہؓ سعدیہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اس لیے دودھ پلانے کے لیے نہیں لینا چاہتی تھیں کہ یہاں سے مجھے کیا ملے گا۔ یہ درست ہے کہ حضرت عبداللہؓ انتقال فرما چکے تھے لیکن حضرت عبدالمطلبؓ تو حیات تھے اور وہ کتنے "مفلوک الحال" تھے، اس کا اندازہ یوں لگائیے کہ جب انہوں نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دادی حضرت فاطمہ بنت عمرو سے نکاح کیا تو بڑی کوہان والی ایک سو ناقہ اور دس اوقیہ سونا (جو ایک سو تولے بنتا ہے) مہر میں دیا (۲۳)

اگر یہ واقعہ ذرا پہلے کا ہے تو قریب ہو جائیے۔ سیرت کی سب کتابوں میں موجود ہے کہ حضرت عبدالمطلبؓ نے نذر مانی تھی کہ اگر ان کی اولاد کثیر ہوئی تو وہ اپنا ایک بیٹا خدا کی راہ میں قربان کر دیں گے۔ ایسا موقع آیا تو قرعہ حضرت عبداللہؓ کے نام پڑا۔ حضرت عبداللہؓ تو والد کی خوشنودی کے لیے قربانی پر آمادہ تھے لیکن ان کی

بہنیں اور ماموں سدِّ راہ ہوئے۔ راستہ یہ نکلا کہ دس دس اونٹوں کے فدیہ پر قرعہ نکالا جائے۔ آخر سو اونٹوں پر قرعہ نکلا اور حضرت عبدالمطلبؓ نے اپنے بیٹے حضرت عبداللہؓ کے عوض سو اونٹ خدا کے نام پر قربان کر دیے (۲۴)

اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ حضرت عبدالمطلبؓ کے آبا بھی امیر کبیر تھے' حضرت عبدالمطلبؓ بھی رہے' لیکن جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادتِ مبارک کا وقت آیا' یہ غریب اور مفلوک الحال ہو چکے تھے'۔۔۔۔۔۔ تو یہ بات بھی درست نہیں۔ اور حضرت عبداللہ کے عوض سو اونٹ قربان کر دینے کا واقعہ بھی ذرا دور کا ہو تو اس وقت کا تصور کیجیے جب حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت سے قریباً پچاس دن پہلے ابرہہ نے کعبۃ اللہ کو ڈھانے کے عزم سے حملہ کیا۔ ابرہہ نے اسود بن مقصود حبشی کو مقدمہ الجیش کے طور پر روانہ کیا' وہ ان چوپایوں کو ہنکا کر لے گیا جو میدانِ تہامہ میں چر رہے تھے (۲۵)

ان اونٹوں میں حضرت عبدالمطلبؓ کے اونٹ بھی تھے' یا یہ کہ یہ صرف انہی کے اونٹ تھے۔ محمد حسین ہیکل نے لکھا ہے کہ یہ ایک سو اونٹ تھے (۲۶) بعض کتابوں میں ہے کہ یہ دو سو اونٹ تھے (۲۷) لیکن کئی کتابوں میں یہ تعداد چار سو ہے (۲۸)

اب یہ تعداد چار سو تھی' دو سو تھی یا ایک سو اونٹ بھی ہو' حضرت عبدالمطلبؓ ابرہہ سے یہ اونٹ واپس لے آئے تو انہوں نے ان کو قربانی کے لیے وقف کر لیا (۲۹)۔

آپ اندازہ فرمایئے کہ یہ واقعہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اس دنیائے آب و گل میں تشریف آوری سے ڈیڑھ دو مہینے پہلے کا ہے اور یہاں حضرت عبدالمطلبؓ اتنے امیر دکھائی دیتے ہیں کہ سو' دو سو یا چار سو اونٹ قربانی کے لیے وقف کرتے ہوئے ذرا تردّد نہیں کرتے۔ یہاں یہ بات پیشِ نظر رہے کہ سو اونٹ کہنے کو آسان ہے' ورنہ حقیقت میں سو اونٹوں کا مالک بہت بڑا دولت مند ہوتا تھا۔ خیال

فرمایئے کہ ہجرتِ مدینہ کے موقع پر سب کفارِ قریش نے مل کر اس آدمی کو سو اونٹ دینے کا اعلان کیا تھا جو حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کو کسی صورت میں پکڑ لے (۳۰)

یہاں اگر کوئی فرد ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہ کہنا چاہے کہ ان پچاس دنوں میں ہی اتنا بڑا تغیّر رونما ہو گیا ہو گا کہ حضرت عبدالمطلبؓ کے پاس کچھ نہ بچا ہو اور اس عُسرت کا شہرہ طائف کے قریب واقع قبیلہ بنو سعد کے لوگوں تک بھی پہنچ گیا ہو' یا کوئی یہ کہے کہ حضرت عبدالمطلبؓ حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے دادا تو تھے لیکن انہوں نے بہت کچھ ہوتے ہوئے بھی اپنے پیارے پوتے کو بے یارو مددگار چھوڑ دیا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم پر کچھ خرچ نہیں کرتے تھے۔ تو ایسے شخص کا علاج تو کوئی نہیں' جواب البتہ ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم عالم و آب و گل میں تشریف لائے تو حضرت عبدالمطلبؓ نے دھوم دھام سے جشن منایا' مکہ کے سب لوگوں کی دعوت کی۔ پھر دھوم کے ساتھ عقیقہ کیا۔ پھر جب حلیمہ سعدیہؓ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کو واپس مکہ چھوڑنے کے لیے آئیں اور حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کو ایک جگہ چھوڑ کر خود قضائے حاجت کے لیے گئیں اور واپسی کو آپؐ کو نہ پا کر پریشان ہوئیں۔ بہت ڈھونڈا' نہ پایا۔ پھر حضرت عبدالمطلبؓ تک پہنچیں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم مل گئے تو آپؐ کے "مفلوک الحال" دادا جان نے بعض مصنفین کے بقول بہت سا سونا اور بے شمار اونٹ صدقہ میں دیے (۳۱) بعضوں نے لکھا ہے "بہت سا زرو جواہر صدقہ کیا" (۳۲)

علامہ قسطلانی نے ان اونٹوں کی تعداد بھی لکھی ہے جن کے بارے میں دوسروں نے بہت سے اونٹ یا کثیر التعداد یا بے شمار اونٹ لکھا ہے۔ علامہ قسطلانی کہتے ہیں کہ حضرت عبدالمطلبؓ نے اس موقع پر بڑے کوہان کے ایک ہزار ناقے اور ایک رطل سونا تصدق کیا (۳۳) مولوی نور الحسن نیّرؔ نورُ اللغات میں لکھتے ہیں کہ ۲۸

تولے ساڑھے چار ماشے کے وزن کو "رطل" کہتے ہیں (۳۴)

"سیرتِ دحلانیہ" میں یہ بھی تحریر ہے کہ اس موقع پر دادا محترم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ملنے کی خوشی میں بکریاں اور گائیں ذبح کر کے اہلِ مکہ کی ضیافت کی (۳۵)

سب کتابوں میں یہ بھی لکھا ہے کہ اس صدقہ کے علاوہ حضرت عبدالمطلبؓ نے حضرت حلیمہ سعدیہؓ کو بہت انعام و اکرام عطا فرمایا (۳۶)۔

ان حقائق سے حضرت عبدالمطلبؓ کی حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے محبت کا اندازہ بھی کیا جا سکتا ہے اور ان کی امارت اور فیاضی کا بھی ۔۔۔۔۔۔ اس تناظر میں قارئین محترم سیرت نگاروں کی ایسی باتوں کو پڑھیں جو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور ان کے خاندان اور اہلِ خانہ کی غریبی، تنگدستی اور مفلوک الحالی کے سلسلے میں گھڑ رکھی ہیں اور اندازہ فرمائیں کہ ایسے مفروضے کیا حقیقت رکھتے ہیں۔

حواشی

○ ۱۔ النبی الاطہرؐ۔ ص ۳۶

○ ۲۔ ابراہیم سیالکوٹی۔ سیرت المصطفیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۲۲، ۲۳

○ ۳۔ النبی الاطہرؐ۔ ص ۳۸ (حاشیہ)

○ ۴۔ معارج النبوت۔ جلد اول۔ ص ۷۱

○ ۵۔ النبی الاطہرؐ۔ ص ۳۷ (حاشیہ) / الرحیق المختوم۔ ص ۵۳

○ ۶۔ سعید اختر۔ سید المرسلینؐ۔ ص ۱۱۔ حضرت قصی کی مہمان نوازی ضرب المثل تھی (سیرت سید المرسلینؐ۔ جلد اول۔ ص ۳۱۷)

○ ۷۔ سلمان منصور پوری۔ رحمۃ للعالمینؐ۔ جلد دوم۔ ص ۶۳

○ ۸۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۷۶

○ ۹۔ مدارج النبوت۔ ص ۱۱/ منصور پوری۔ رحمۃ للعالمینؐ۔ جلد دوم۔ ص ۶۸'۶۹/ ابراہیم سیالکوٹی۔ سیرت المصطفیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۵۵/ نور بخش توکلی۔ سیرتِ رسولِ عربی۔ ص ۳۳'۳۴/ شیخ محمد اقبال۔ داستانِ اسلام حصہ اول۔ سیرت النبیؐ۔ ص ۲۴

○ ۱۰۔ معارج النبوت۔ جلد اول۔ ص ۷۰۳

○ ۱۱۔ منصور پوری۔ رحمت للعالمینؐ۔ جلد دوم۔ ص ۶۸'۶۹/ ابراہیم سیالکوٹی۔ سیرت المصطفیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۵۵/ سیرتِ رسولِ عربی۔ ص ۳۳

○ ۱۲۔ منصور پوری۔ رحمت للعالمینؐ۔ جلد دوم۔ ص ۶۹

○ ۱۳۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۸۶

○ ۱۴۔ سیرتِ سید المرسلینؐ۔ جلد اول۔ ص ۳۰۸'۳۱۴/ محمد رحیم دہلوی۔ تاجدارِ دو عالمؐ کے والدین۔ ص ۲۶/ جعفر طاہر۔ سلسبیل۔ ص ۳۱۔۶۳/ ابوالحسن علی ندوی۔ نبیؐ رحمت۔ ص ۷۹/ سیرتِ سید الشہدا حضرت حمزہؓ۔ ص ۱۷

○ ۱۵۔ اثر فاضلی۔ تاجدارِ حرمؐ۔ ص ۴۳

○ ۱۶۔ ہیکل۔ حیاتِ محمدؐ۔ ص ۱۰۷

○ ۱۷۔ طبقاتِ ابن سعد۔ بحوالہ سید المرسلینؐ از پروفیسر سعید اختر۔ ص ۱۱

○ ۱۸۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۸۲'۸۳

○ ۱۹۔ حیاتِ رسالتمآبؐ۔ ص ۶۲'۶۱

○ ۲۰۔ مختصر سیرت الرسولؐ۔ ص ۳۵'۳۶

○ ۲۱۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۱۰۶'۱۰۷

○ ۲۲۔ حیاتِ رسالتمآبؐ۔ ص ۶۲/ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۸۹

○ ۲۳۔ جنات النعیم فی ذکر نبی الکریمؐ۔ ص ۱۳

○ ۲۴۔ ابراہیم سیالکوٹی۔ سیرت المصطفیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۸۷/ سیرتِ سید المرسلینؐ۔ جلد اول۔ ص ۳۱۷/ جنات النعیم فی ذکر نبی الکریمؐ۔ ص ۱۵

○ ۲۵۔ معارج النبوت۔ جلد اول۔ ص ۷۲۷

○ ۲۶۔ حیاتِ محمدؐ۔ ص ۱۱۳

○ ۲۷۔ الوفا۔ ص ۱۱۹/ معارج النبوت۔ جلد اول۔ ص ۲۷۷/ مفتی محمد شفیع۔ سیرتِ رسولِ اکرمؐ۔ ص ۳۲/ شیخ محمد رضا مصری۔ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۳۶/ ابوالحسن علی ندوی۔ نبیؐ رحمتؐ۔ ص ۸۳

○ ۲۸۔ سیرتِ محمدیہؐ۔ (ترجمہ المواہب اللدنیہ) جلد اول۔ ص ۱۳۲/ مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۱۰/ شرف النبیؐ۔ ص ۲۴/ انوارِ محمدیہؐ۔ ص ۳۱‘۳۲

○ ۲۹۔ محمد میاں۔ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۹۰

○ ۳۰۔ سیرتِ سرورِ عالمؐ۔ جلد دوم۔ ص ۲۸۷/ ادریس کاندھلوی۔ سیرت المصطفیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۳۹۲/ عبدالمصطفیٰ اعظمی۔ سیرت مصطفیٰؐ۔ ص ۱۳۵/ نبیؐ رحمتؐ۔ ص ۶۹/ رسالت مآب۔ ص ۱۱۱/ محمد جعفر شاہ پھلواری۔ پیغمبرِ انسانیتؐ۔ ص ۲۵۲

○ ۳۱۔ مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۳۶/ ابراہیم سیالکوٹی۔ سیرت المصطفیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۸۷/ سلسبیل (ماہنامہ) لاہور۔ خیرالبشرؐ نمبر۔ مضمون "تاجدارِ مدینہؐ کا بچپن" از محمد دین کلیم قادری۔ ص ۸۹

○ ۳۲۔ رسالتمآبؐ۔ ص ۲۲

○ ۳۳۔ سیرتِ محمدیہؐ۔ جلد اول۔ ص ۱۴۶

○ ۳۴۔ نور اللغات۔ جلد سوم۔ ص ۲۵۳

○ ۳۵۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۱۷۷

○ ۳۶۔ شواہد النبوت۔ ص ۶۸۔۔۔۔۔ اور حاشیہ نمبر ۳۱‘۳۲‘۳۳‘۳۵ میں درج کتابیں بھی۔

حضرت عبداللہؓ کی تجارت

حضرت عبداللہؓ کا ترکہ

عام طور پر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے والدِ ماجد حضرت عبداللہؓ

بن عبدالمطلبؓ کے بارے میں لکھا جاتا ہے کہ انہوں نے ترکہ میں پانچ اونٹ، بکریوں کا ایک ریوڑ اور برکہ یعنی حضرت ام ایمنؓ کو بطورِ کنیز چھوڑا تھا (۱)۔ نیاز فتح پوری اسد الغابہ اور صحیح مسلم کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ برکہؓ (امِ ایمن) حضرت عبداللہؓ کی کنیزوں میں سے تھیں (۲)۔ بعض کا بیان ہے کہ شقران پہلے عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے غلام تھے اور انہیں حضورؐ نے خرید کر آزاد کر دیا تھا مگر ابنِ قتیبہ لکھتے ہیں کہ شقرانؓ کے بارے میں مجھ سے زید بن اخزم نے کہا ہے کہ انہوں نے عبداللہ بن داؤد سے سنا تھا کہ شقران حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنے والد حضرت عبداللہؓ کی میراث سے ملے تھے۔ (۳)

دراصل آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے والدِ ماجد حضرت عبداللہؓ نہ غریب آدمی تھے اور نہ کسی غریب اور معمولی شخص کے بیٹے تھے۔ اس لیے کہ انہوں نے بہت کچھ چھوڑا (۴)۔ اپنی میراث میں ایک مکان چھوڑا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اسی مکان میں پیدا ہوئے تھے۔ یہ مکان مکۂ معظمہ میں سرائے محمد یوسف کے نام سے مشہور رہا اور اس کی زیارت کی جاتی ہے۔ اس محلّہ کا نام زقاق المولد ہے اور یہ شعبِ بنی ہاشم میں تھا (۵)۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بنی سعد سے واپس آئے تو اپنی والدۂ ماجدہ کے ساتھ اپنے والد کے مکان میں رہنے لگے (۶)۔ حضرت عبداللہؓ کی میراث میں چاندی اور تلوار کا ذکر بھی ملتا ہے (۷)۔ مکان اور دوسری اشیا کے علاوہ شہرِ مکہ میں حضرت عبداللہ کی خیاطی کی ایک دوکان بھی تھی جہاں کپڑا بکتا اور سلتا تھا۔ سامان تجارت میں بہت کچھ نقد و جنس یعنی چمڑا اور کھجور بھی آپؐ کے والدِ محترم نے چھوڑا جو قریش کے دستور کے مطابق تجارت میں لگایا جاتا اور اسی مناسبت سے منافع تقسیم کیا جاتا (۸)

حضرت عبداللہؓ کی وفات کے بعد حضرت آمنہ نے مرثیہ لکھا۔ اس مرثیہ کے ایک شعر سے حضرت عبداللہ کی امارت کا پتا چلتا ہے۔ ایک شعر کا ترجمہ یہ ہے:

☆ موت نے انہیں بغیر کچھ بتائے اپنی آغوش میں لے لیا اور ان کے جانے کا افسوس

کیوں نہ ہو جبکہ وہ کثرت کے ساتھ عطا کرنے والے اور بہت رحم کرنے والے تھے

(۹)

اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عبداللہؓ غریب نہ تھے بلکہ وہ ضرورت مندوں کو عطا کرنے والے تھے۔

ان حالات میں وہ کہانیاں جو حضرت عبداللہؓ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عسرت اور تنگدستی کی تبلیغ کرتی ہیں' درست معلوم نہیں ہوتیں۔ اور ملتِ اسلامیہ کے دردمند صاحبانِ علم و دانش کو کھوج لگانا چاہیے کہ اس خاندان کی غریبی کی داستانیں کیوں گھڑی گئیں اور ان داستانوں کو بیان کرنے والوں نے مزید نمک مرچ لگانے کا تکلف کس نیت سے برتا۔

حواشی

○ ا۔ سیرتِ رسولِ عربی۔ ص ۴۰/ حفظ الرحمٰن سیوہاروی۔ نور البصر فی سیرۃ الخیر البشرؐ۔ ص ۴۰/ ہیکل۔ حیاتِ محمدؐ۔ ص ۱۲۰/ اسوۃ الرسولؐ۔ جلد دوم۔ ص ۳/ عبدالمصطفیٰ اعظمی۔ سیرت مصطفیٰؐ۔ ص ۴۹/ مولوی دہلی۔ رسولؐ نمبر۔ علفرو ربیع الاول۔ ۱۳۴۷ھ۔ ص ۲۵/ سلسبیل (ماہنامہ) لاہور۔ سیرتِ مصطفیٰؐ نمبر۔ اکتوبر نومبر ۱۹۸۱ء۔ ص ۸۴ (مضمون تاجدارِ مدینہؐ کا بچپن از محمد دین کلیم قادری)

مودودی بھی ترکہ میں صرف پانچ اونٹ' بکریوں کا ایک ریوڑ اور ایک لونڈی حضرت ام ایمنؓ کا ذکر کرتے ہیں (سیرتِ سرورِ عالم۔ جلد دوم۔ ص ۹۵) مگر حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ "ایک روایت یہ بھی ہے کہ ترکہ میں صرف ایک اونٹ اور ایک لونڈی تھی" (سیرتِ سرورِ عالم۔ جلد دوم۔ ص ۹۵۔ حاشیہ)

○ ۲۔ صحابیات۔ ص ۱۹۸

○ ۳۔ کتاب المعارف۔ ص ۱۳۵

مصباح الدین شکیل بھی شقران کو وراثت میں شمار کرتے ہیں بلکہ یہ شقران اور

صالح دو غلام کہتے ہیں حالانکہ شقران صالح ایک ہی شخص کا نام ہے (سیرتِ احمدِ مجتبیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۵۸) حفظ الرحمٰن سیوہاروی حضرت عبداللہؓ کے ترکے کے بارے میں یوں لکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہؓ نے "ترکہ میں بجز پانچ اونٹ اور ایک ثوبیہ کے اور کچھ نہ چھوڑا" (رسولِ کریمؐ۔ ص ۴۵)

○ ۴۔ مصباح الدین شکیل شاہ۔ سیرتِ احمدِ مجتبیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۵۸

○ ۵۔ مختصر سیرۃ الرسولؐ۔ ص ۹'۱۰/ سیرتِ احمدِ مجتبیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۵۸

بعد میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ مکان حضرت عقیلؓ بن ابوطالبؓ کو بخش دیا تھا اور حضرت عقیلؓ کی اولاد نے اس مکان کو محمد بن یوسف کو فروخت کر دیا اور محمد بن یوسف نے اس مکان کو اپنی سرائے "بیضا" میں شامل کر لیا۔ ہارون الرشید کی والدہ حج کے موقع پر یہاں آئیں تو انہوں نے اس مکان کو سرائے سے الگ کر کے مسجد تعمیر کروا دی۔ (مختصر سیرۃ الرسول۔ ص ۹'۱۰)

○ ۶۔ نبیؐ اکرمؐ کاشانہ نبویؐ میں۔ ص ۱۲

○ ۷۔ اسد الغابہ۔ جلد اول۔ ص ۱۵

○ ۸۔ سیرتِ احمدِ مجتبیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۵۸

مصباح الدین شکیل ابنِ سعد طبقات۔ جلد ا۔ ص ۱۴۳ مترجم عبداللہ العمادی' عبدالرحمٰن ابن جوزی۔ الوفا۔ ص ۱۲۳ مترجم محمد اشرف سیالوی' ابوالحسن محمد بن حبیب البصری الماوروی۔ الاحکام السلطانیہ مطبوعہ نفیس اکیڈمی۔ ۱۹۶۵ء بحوالہ تحقیق مضمون نبی اکرمؐ کا گھرانہ' شاہ مطیع الدین مطبوعہ اخبارِ جہاں دسمبر ۱۹۸۳ء کراچی کے حوالے سے ترکہ کا ذکر کرتے ہیں۔

○ ۹۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۱۳۵'۱۳۶

حضرت عبداللہؓ کا سامانِ تجارت کہاں گیا؟

مکہ کی سرزمین کی وسعت دو سو کلو میٹر مربع تھی اور یہاں ایک بھی درخت

نہیں تھا۔ یہاں کے رہنے والوں کے ذریعۂ معاش صرف دو تھے۔ ایک تجارت اور دوسرے پرورشِ بہائم بالخصوص پرورشِ شتراں (۱)۔ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے آباؤ اجداد کا پیشہ تجارت تھا۔ حضرت ہاشمؓ حضرت عبدالمطلبؓ حضرت عبداللہ اور حضرت ابوطالبؓ تاجر تھے (۲)۔ حضرت عبداللہؓ بن عبدالمطلبؓ حضرت آمنہؓ سے نکاح کے بعد ملکِ شام (۳) کو تجارت کی غرض سے گئے اور وہاں سے واپسی پر مدینہ میں اس لیے ٹھہرے کہ اپنے والد کے حکم کے مطابق مدینہ سے کھجوروں (۴) کا سودا بھی کرلیں (۵)۔ مگر مدینۂ منورہ پہنچ کر حضرت عبداللہؓ بیمار پڑ گئے۔ ان کے ساتھی چند روز تک ان کی صحت یابی کا انتظار کرتے رہے اور پھر مکہ پہنچ کر حضرت عبدالمطلبؓ کو ان کی بیماری کی اطلاع دی (۶)۔ حضرت عبدالمطلبؓ نے اپنے بیٹے حارثؓ یا زبیرؓ کو ان کی خبر لینے کے لیے بھیجا مگر ان کے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی حضرت عبداللہؓ فوت ہو چکے تھے اور وہیں دفن بھی کردیے گئے تھے (۷)۔ عموماً سیرت کی کتابوں میں اسی بات کا ذکر ہے کہ حضرت عبداللہؓ سامانِ تجارت لے کر مکہ سے شام کی طرف گئے اور پھر وہاں سے سامانِ تجارت کی خرید و فروخت کرنے کے بعد واپسی پر مدینہ ٹھہرے اور اپنی بیماری کی وجہ سے وہیں فوت ہوگئے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا وہ تجارت کے لیے خالی ہاتھ گئے تھے اور وہاں سے واپسی پر خالی ہاتھ آرہے تھے۔ یہ معلوم نہ ہو سکا کہ سب سے پہلے کس سیرت نگار نے حضرت عبداللہؓ کا مال تجارت لوٹ لیا کیونکہ سیرت کی کتابوں میں کہیں اس بات کا ذکر نہیں ملتا کہ وہ سامانِ تجارت کہاں گیا' جو وہ لے کر گئے تھے۔

ہو سکتا ہے کہ حضرت عبداللہؓ کی بیماری کی خبر سن کر جانے والے حضرت حارثؓ یا حضرت زبیرؓ مدینہ سے وہ مالِ تجارت بھی لے آئے ہوں جو حضرت عبداللہؓ چھوڑ گئے تھے اور لا کر اپنے والد حضرت عبدالمطلبؓ کے حوالے کر دیا ہو کیونکہ حضرت عبداللہؓ کی وفات کے بعد ان کی ہر چیز اور گھر بار کے سرپرست حضرت عبدالمطلبؓ ہی ہو سکتے ہیں۔

جب کسی شخص کے انتقال کا وقت قریب ہو تو وہ اپنے بچوں اور عزیزوں کو اہم ترین باتیں سمجھاتا ہے۔ اسی طرح حضرت عبدالمطلبؓ نے بھی اپنی زندگی کی سب سے اہم متاعِ عزیز اپنے پیغمبر پوتے (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کی پرورش و خدمت و نگرانی کے لیے حضرت ابوطالبؓ کو منتخب کیا۔ سوچنے کی بات ہے کہ اس موقع پر ان کے سب سے بڑے بیٹے زبیرؓ بھی موجود ہیں جو بہت بڑے تاجر ہیں (۸) انہیں یہ سعادت کیوں نہ سونپی گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا حضرت زبیرؓ اور حضرت ابوطالبؓ میں سے حضرت ابوطالبؓ کو منتخب کرنا یا عبدالمطلبؓ کا حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو حضرت ابوطالبؓ کے حوالے کرنا اس لیے عجیب لگتا ہے کہ سیرت نگاروں کے مطابق حضرت ابوطالبؓ کثیر العیال اور قلیل المال ہیں بلکہ بعض سیرت نگاروں کی نوازشوں اور عطاؤں کی وجہ سے حضرت ابوطالبؓ معذور بھی ہیں۔ جس عزیز پوتے کی پیدائش پر حضرت عبدالمطلبؓ نے تمام عرب کو کھانا کھلایا اور جن کے بچپن میں ایک بار گم ہونے کے بعد ملنے پر بڑی کوہان والے ایک ہزار ناقے اور سونا صدقہ (۹) کرنے والے، حضرت عبدالمطلبؓ نے آپؐ کو ایسے چچا کے حوالے کیوں کیا جو قلیل المال ہے اور اپنا گزارا بمشکل کر سکتا ہے۔ یقیناً حضرت عبدالمطلبؓ جیسے دور اندیش شخص نے حضرت عبداللہؓ کا سامانِ تجارت جو اب حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی میراث میں سے تھا، حضرت ابوطالبؓ کو سونپ دیا ہو گا اور حضرت ابوطالبؓ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے جوان ہونے تک ان کے مال کے نگران بنائے گئے ہوں گے۔ یعنی حضرت ابوطالبؓ اپنے بھتیجے کو یتیم سمجھ کر نہیں بلکہ اپنے کاروبار میں اپنا پارٹنر بنا کر اپنے گھر لے گئے تھے۔

حضرت عبداللہؓ نے سامانِ تجارت میں بہت کچھ نقد و جنس یعنی چمڑا اور کھجور بھی چھوڑی۔ جو قریش کے دستور کے مطابق تجارت میں لگایا جاتا اور اسی مناسبت سے منافع تقسیم کیا جاتا۔(۹۔الف)

سیرت نگاروں کی سمجھ میں سفر شام میں آپؐ کی شرکت کی حکمت سمجھ میں نہ

آئی اور وہ اس کے متعلق لکھنے لگے کہ جب حضرت ابو طالبؓ شام کے سفر کے لیے جانے لگے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کی اونٹ کی مہار پکڑ کر اپنے مہربان چچا سے فرمایا کہ "آپ مجھے کس پر چھوڑے جا رہے ہیں' میری نہ ماں ہے نہ باپ جو میری دیکھ بھال کرے" اس پر ابو طالبؓ کا دل پگھل گیا (۹ب)۔ اور حضرت ابو طالبؓ نے ترس کھا کر انہیں ساتھ لے لیا اور شام کے سفر پر روانہ ہوئے (۹-ب)۔ یہ باتیں پڑھ کر خیال آتا ہے کہ شاید حضرت ابو طالبؓ کی بیوی بہت ظالم ہوں گی مگر یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت ابو طالبؓ کی بیوی فاطمہ بنتِ اسد کے بارے میں لکھتے ہیں کہ "یہ میری ماں ہیں' مجھے بہت پیار کرتی تھیں۔ خود بھوکی رہتی مگر مجھے کھلاتی تھیں۔ یہ میری ماں کے بعد میری ماں ہیں"۔ اس پیاری چچی بلکہ پیاری ماں کے سائے میں رہنے سے انکار کر کے چچا کے ساتھ دور دراز کے سفر پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا جانا ضد کی وجہ سے نہیں تھا۔ یقیناً اس سفر میں بھی حضرت ابو طالبؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ترس کھا کر نہیں بلکہ جان بوجھ کر ساتھ لے گئے تھے کہ کل حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خود اپنا کام سنبھالنا ہے' اس لیے انہیں کاروبار کی شد بد ہو جائے۔ اس طرح یہاں بھی حضرت ابو طالبؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو پارٹنر کی حیثیت سے لے کر گئے تھے۔

اب ذرا آگے جائیں تو حضرت ابو طالبؓ نے اپنے یتیم بھتیجے سے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ حضرت خدیجہؓ اجرت پر ملازم رکھ رہی ہیں۔ آپؐ ان سے مل کر ملازمت حاصل کریں۔ حضرت خدیجہ نے ہر مزدور کا معاوضہ دو دو شتر مقرر کیا ہے اگر یہ کام کر سکو تو میں بی بی خدیجہ سے دریافت کروں لیکن ہم اتنے معاوضے پر معاملہ نہ کریں گے اور پھر حضرت ابو طالبؓ نے حضرت خدیجہؓ سے بات کی اور کہا کہ دوسروں کی طرح ہم دو شتر پر مزدوری نہیں کر سکتے۔ اگر تم میرے برادر زادہ کے لیے چار شتر اجرت منظور کر لو تو وہ بھی چلے جائیں۔ اور خدیجہؓ دوگنا صلہ پر مان گئیں (۱۰)۔ اس

ساری بات میں دو باتیں صحیح نہیں ایک یہ کہ حضرت ابو طالبؑ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملازمت کے لیے نہیں بلکہ حضرت خدیجہؓ سے حصہ داری کے لیے کہا ہو گا (۱۱) اور دوسری بات یہ کہ یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں کیسے تصور کر لی گئی کہ وہ دوسروں کی نسبت دوگنا صلہ لینے پر رضامند ہوں گے کیونکہ عدل و انصاف کے داعی سے کس طرح امید کی جا سکتی ہے کہ وہ دوسروں کا حق ماریں گے۔ ایسا سوچنا بھی گناہ ہے۔

ایسی ہی بات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معاشی زندگی کے بارے میں کہی جاتی ہے کہ انہوں نے مالدار خدیجہؓ سے شادی کر لی اور اس طرح تمام مالی پریشانیوں سے نجات حاصل کر لی۔ یہ غلط ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود تجارت کیا کرتے تھے۔ یہ بات اس طرح ثابت ہوتی ہے کہ حضرت قیس بن سائب مخزومی کہتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ساتھ مل کر تجارت کرتے تھے۔ آپؐ بہت اچھے شریک تھے اور آپؐ نہ مخالفت کرتے تھے، نہ جھگڑا (۱۲)۔

یقیناً یہ حضرت عبداللہؓ کے ترکہ میں سے ملنے والے مالِ تجارت ہی کی ایک کڑی ہے۔

حواشی

○ ۱۔ عبدالصمد صارم۔ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۱۲

○ ۲۔ ابراہیم سیالکوٹی۔ سیرت المصطفیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۱۹۳

○ ۳۔ کچھ سیرت نگار صرف اس بات کا ذکر کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہؓ ملکِ شام تجارت کے لیے گئے اور واپسی پر مدینہ میں اپنی ننھیال میں ٹھہرے اور وہیں فوت ہوئے (حیاتِ محمدؐ۔ ص ۱۲۰/ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۱۳۴/ حبیبِ خدا۔ ص ۵۲/ ابراہیم سیالکوٹی۔ سیرت المصطفیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۱۱۲/ حفظ الرحمٰن سیوہاروی۔ نور البصر فی

سیرۃ خیر البشرؐ۔ ص ۴۰/ نعیم صدیقی۔ سیدِ انسانیتؐ۔ ص ۲۶)

○ ۴۔ بعض سیرت نگار اس بات کا ذکر کرتے ہیں کہ حضرت عبد المطلبؓ نے حضرت عبداللہؓ کو صرف مدینہ میں کھجوریں لانے کے لیے بھیجا تھا اور وہ وہیں فوت ہو گئے۔ (اصح السیر۔ ص ۵/ مفتی محمد شفیع۔ سیرتِ خاتم انبیاء۔ ص ۱۹/ محمد عبدالشکور۔ ذکرِ حبیبؐ۔ ص ۵۰، ۵۱)

○ ۵۔ سلمان منصور پوری۔ رحمۃ للعالمینؐ۔ جلد دوم۔ ص ۹۳

○ ۶۔ حیاتِ محمدؐ۔ ص ۱۳۰

○ ۷۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۱۳۵

○ ۸۔ محفل۔ خیر البشرؐ نمبر۔ مارچ ۱۹۸۱ء۔ ص ۱۸۰

○ ۹۔ سیرتِ احمدِ مجتبیٰ۔ جلد اول۔ ص ۵۸

○ ۹الف۔ سیرتِ سرورِ عالمؐ۔ جلد دوم۔ ص ۱۰۵

○ ۱۰۔ حیاتِ محمدؐ۔ ص ۱۳۴

○ ۱۱۔ محمد احسان الحق شبلی نعمانی کی عربی تالیف "بدالاسلام" کے ترجمہ "سیرتِ طیبہ" از میمونہ سلطان شاہ بانو کے حاشیے میں لکھتے ہیں کہ "رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت خدیجہؓ سے نکاح کے وقت مکہ کے ایک مشہور تاجر تھے۔ تجارتی امور میں آپ کی مہارت کے ساتھ ساتھ آپ کی امانت و دیانت کا ہر کوئی معترف تھا۔ عام تاریخی کتابوں سے یہ جو تاثر ابھرتا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو حضرت خدیجہؓ نے گویا اپنا ملازم یا تجارتی کارندہ مقرر کیا تھا' وہ بالکل غلط ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک خود مختار اور خوشحال تاجر تھے۔ آپؐ نے کسی تاجر کی ملازمت کبھی اختیار نہیں فرمائی تھی" (ص ۳۲)

(ڈاکٹر) تحسین فراقی نے کتاب کے "تعارف" میں لکھا کہ "ایک عام تاثر یہ پایا جاتا ہے کہ حضرت خدیجہؓ نے حضورِ اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو اپنا ملازم یا تجارتی کارندہ مقرر کیا تھا' حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت خدیجہؓ سے نکاح سے بہت

پہلے حضورِ اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) ایک خود مختار اور خوشحال تاجر کے طور پر معروف ہو چکے تھے اور اس ذیل میں قیس بن السائب کی روایت استناد کا درجہ رکھتی ہے"۔(ص ۱۹)

○ ۱۲۔ استیعاب۔ ترجمہ قیس بن سائب۔ جلد ۲۔ ص ۵۲۳' اصابہ۔ جلد ۵۔ ص ۴۹۵۔۔۔۔ بحوالہ ابراہیم سیالکوٹی۔ سیرت المصطفیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۱۴۳

حضورؐ کا اُجرت پر بکریاں چَرانا

حضور محبوبِ کبریا علیہ الصلوٰۃ والثنا جب قبیلۂ بنو سعد میں اپنی رضاعی والدہ حضرت حلیمہؓ سعدیہ کے پاس تھے' اس عرصے میں بھی حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ بکریوں کے ساتھ جانے کی روایت ملتی ہے (۱) لیکن خاص طور پر بکریاں چَرانے کا ذکر آٹھ' دس' بارہ سال کی عمر میں کیا جاتا ہے۔

بکریاں چَرانے والا عام طور پر جفاکش' نرم دل اور بُردبار ہوتا ہے۔ بکری فطرتاً تیز اور طبعاً نہایت کمزور ہوتی ہے۔ اگر ڈھیلا چھوڑ دیا جائے تو کہیں سے کہیں نکل جاتی ہے اور اگر غصے میں آ کر لاٹھی ماریں تو جوڑ بند ٹوٹ جائے۔ لہٰذا بکریاں چَرانے والے کو بڑی سمجھداری' ہوشیاری اور بردباری سے کام لینا پڑتا ہے (۲)۔

شبلی نعمانی نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے بکریاں چَرانے کو "ابو طالبؓ کی کفالت" کے ضمن میں بیان کیا ہے اور اس کو "عالم کی گلہ بانی کا دیباچہ" قرار دیا ہے۔ انھوں نے فرانس کے نامور مؤرخ کی اس تحریر کی تغلیط کی ہے کہ "ابوطالبؓ چونکہ محمد صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کو ذلیل رکھتے تھے اس لیے ان سے بکریاں چَرانے کا کام لیتے تھے"۔ علامہ شبلی نے لکھا کہ عرب میں بکریاں چَرانا معیوب کام نہ تھا۔ بڑے بڑے شرفا اور امرا کے بچے بکریاں چراتے تھے (۳)۔

مرتضیٰ احمد خاں میکش بھی بکریاں چَرانے کو عرب قبائل کا قابلِ فخر کام قرار دیتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ قریش کے نونہال بڑے ہو کر تجارت کا پیشہ اختیار کرنے سے پہلے عام

طور پر گلہ بانی کرتے تھے (۴) عبدالمقتدر کے بقول "آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے پیغمبرانِ اولوالعزم کی سنت بکریاں چرانے کی یاد تازہ کی" (۵)

بشیر محمد شارق دہلوی نے اس بات کو یوں آگے بڑھایا ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو اس کام سے اس قدر محبت تھی کہ شہر میں بہت کم جاتے تھے۔ بکریوں کا دودھ گھر پہنچا دیتے تھے اور خود رات دن صحرا کی کھلی ہوا میں زندگی بسر فرماتے۔ (۶) سید اولاد حیدر فوق بلگرامی بکریوں کے بجائے "دُنبوں" کا ذکر کرتے ہیں (۷) شارق دہلوی تو صحرا کی بات کرتے ہیں، ماہر القادری نے قرار دیا کہ "مکہ کے جنگلوں میں بکریاں چرائیں" (۸)

مولانا نقی علی خاں (۹) کے نزدیک "پروردگار" نے بکریاں چرانے کی رغبت اس جناب (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے دل میں پیدا کی کہ یہ کام سیاست اور شفقت بر ضعفاءِ امت اور صبر بر مصیبت و غیرہا امور سے لوازمِ نبوت سے ہے، نہایت مناسبت رکھتا ہے اور تواضع اور فروتنی سکھاتا ہے۔" (۱۰)

علامہ اسلم جیراجپوری کا کہنا ہے کہ شرفا کے لڑکے سادہ اخلاق و عادات اپنے گھر ہی کے بڑے بوڑھوں سے سیکھتے تھے اور دن بھر ان کا مشغلہ بکریاں چَرانا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی اس زمانے میں بکریاں چَرایا کرتے تھے۔ سمجھو تو دراصل یہ دنیا کی گلہ بانی کی ابتدا تھی۔ چنانچہ اکثر انبیا جو گزرے ہیں، پہلے انھوں نے بکریاں چَرائی ہیں (۱۱)

صفی الرحمٰن مبارک پوری نے لکھا کہ "عنفوانِ شباب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کوئی معین کام نہ تھا البتہ یہ خبر متواتر ہے کہ آپ بکریاں چراتے تھے"۔ نیز صحیح بخاری کے حوالے سے کہا کہ "مکہ میں اہلِ مکہ کی بکریاں چند قیراط کے عوض چَراتے تھے" (۱۲) اجرت پر بکریاں چَرانے کی بات کا ماخذ جو حدیثِ پاک ہے، اس کا معنیٰ یہ ہے۔ "رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا، کوئی نبی ایسے مبعوث نہیں ہوئے جنھوں نے بکریاں نہ چَرائی ہوں۔ دریافت کیا گیا، کیا آپ

نے بھی یا رسولؐ اللہ؟ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے فرمایا' ہاں میں نے بھی۔ میں اہلِ مکہ کی بکریاں قراریط پر چَرَاتا تھا" (۱۳) ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی نے اسے کہا "اہلِ مکہ کی بکریاں اُجرت پر چَرایا کرتا تھا" (۱۴)

"قراریط پر" سے "اُجرت پر" تک بات پہنچی' اس کے بعد "چند قیراط کے عوض لوگوں کی بکریاں بھی چرائیں" کہا گیا (۱۵) اب اس پر کہانیاں کہی جانا شروع ہوئیں۔ عبدالصمد صارم الازہری نے کہا۔ "آٹھ سال کی عمر سے پیغمبرِ اسلام (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو گلہ بانی کرنا پڑی تاکہ وہ ایک نانِ جویں' چند کھجوریں' تن ڈھانپنے کو کپڑا اور پہننے کو جوتا مہیا کر سکیں" (۱۶)

ابوالجلال نے اپنے دماغ پر مزید بوجھ ڈالا۔ "حضرت ابوطالبؑ تمام بنو عبدالمطلبؑ میں سے کم آمدنی اور زیادہ خرچ والے تھے۔ اگرچہ وہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو اپنی اولاد سے زیادہ چاہتے تھے اور آپؐ سے کوئی مشکل کام نہ لینا چاہتے تھے مگر آٹھ سال کے بچے کی ہمت بہت قابلِ داد ہے۔ آپؐ نے غریب چچا پر اپنا پورا بار ڈالنا پسند نہ کیا۔ چچا سے باصرار اجازت لے کر رؤسائے قریش کی بکریاں اجرت پر چَرانا شروع کیں۔ ہر بکری کی چَرائی پر آپؐ کو ایک قیراط چاندی ملا کرتی تھی۔ مگر نہیں معلوم کہ یہ قیراط ماہوار ملتی تھی یا سالانہ"۔ (۱۷)

مناظر احسن گیلانی نے تو سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو افسانہ ہی قرار دینے کی کوشش کی ہے۔ لکھتے ہیں۔ "ابوطالب بہت غریب تھے۔ مدت سے ان کی گزر ان قیراط (سکے) پر تھی جو بکریوں اور اونٹوں کے چَرانے کے صلے میں ان کا بھتیجا مکہ والوں سے مزدوری میں پاتا تھا۔ اگر ابوطالب معاشی طور پر تنگدست نہ ہوتے تو آٹھ نو سال کا ان کا یتیم بھتیجا بکریاں چَرانے پر کیوں مجبور ہوتا"۔ (۱۸)

شبلی نعمانی نے حاشیے میں "قراریط" کی بحث کا ذکر کیا ہے' ڈاکٹر نور محمد غفاری اور مولانا ابوالاعلیٰ نے بھی اس پر گفتگو کی ہے' ڈاکٹر غفاری اور مولانا مودودی تو دونوں آرا دے دیتے ہیں لیکن آخر میں یہ لکھتے ہیں کہ "اجرت پر بکریاں چَرانا کوئی

عیب نہیں ہے کہ اس سے حضور (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا دامن صاف کرنے کے لیے تکلف کیا جائے" (۱۹)

علامہ شبلی نعمانی البتہ دوسری رائے کے موید نظر آتے ہیں۔ لکھتے ہیں۔

"قراریط کے معنیٰ میں اختلاف ہے۔ ابنِ ماجہ کے شیخ سوید بن سعید کی رائے ہے کہ قراریط قیراط کی جمع ہے اور قیراط درہم یا دینار کے ٹکڑے کا نام ہے۔ اس بنا پر ان کے نزدیک حدیث کے یہ معنی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اجرت پر لوگوں کی بکریاں چَراتے تھے۔ اسی بنا پر بخاری نے اس حدیث کو باب الاجارہ میں نقل کیا ہے۔ لیکن ابراہیم حربی کا قول ہے کہ قراریط ایک مقام کا نام ہے جو اجیاد کے قریب ہے۔ ابنِ جوزی نے اس قول کو ترجیح دی ہے۔ علامہ عینی نے اس حدیث کی شرح میں یہ بحث تفصیل سے لکھی ہے اور قوی دلائل سے ثابت کیا ہے کہ ابنِ جوزی کی رائے صحیح ہے (عینی۔ جلد ۶۔ ص ۶۳۱) نور النبراس میں یہ بحث اور زیادہ تفصیل سے ہے اور اسی رائے کو ترجیح دی ہے" (۲۰)

مولانا مودودی اس بحث کا حوالہ دے کر اپنی رائے یہ دیتے ہیں کہ "مکہ کے جغرافیہ میں کسی مقام کا نام قراریط ہونا ثابت نہیں ہے (۲۱) مولانا ابراہیم سیالکوٹی اس بحث کے آخر میں یہ رائے دیتے ہیں کہ "اس زمانے میں مکہ میں اس سکہ کا رواج نہ تھا بلکہ یہ اس مقام کا نام ہے جو مکہ میں اجیاد کے قریب ہے" (۲۲)

طبقاتِ ابنِ سعد میں ہے' حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ "موسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے تو وہ بھی بھیڑ بکریاں چَراتے تھے۔ میں مبعوث ہوا تو میں اجیاد میں اپنے لوگوں کی بکریاں چَرایا کرتا تھا" (۲۳)

حقیقت یہ ہے کہ سیرت نگاروں نے اپنی اپنی مرضی کے مطابق کوئی ایک معنیٰ اختیار کر لیا ہے اور پھر اس کو کلی پھندنے لگانے شروع کر دیے ہیں۔ اس لیے بعض نے بکریاں چَرانے سے حضرت ابوطالبؑ کی تنگدستی کو ثابت کرنا چاہا ہے۔ غیر مسلموں نے اسے ابوطالب کا ظلم قرار دیا ہے۔ اصل یہ ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ

وسلم نے بنو سعد کی بکریاں چَرائی ہیں تو بھی اور مکہ میں بکریاں چَرائی ہیں تو بھی ملازمت یا معاش کی خاطر نہیں۔ کیونکہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بکریاں چَرانے کی بات کی ہے تو دوسرے انبیاءِ کرام کا تذکرہ فرمایا ہے' مزدوری کا ذکر نہیں فرمایا۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ مزدوری ہی کی ہوتی تو آپؐ اس کو مزدور کی عظمت پر محمول فرماتے' اسے انبیا و رسل کی طرح بکریاں چَرانا نہ کہتے۔

دوسری اہم بات یہ ہے کہ اجرت پر بکریاں چَرانے والے کو چرواہا کہا جاتا ہے' اپنی بکریاں چَرانے والے کو ایسا نہیں کہا جا سکتا۔ اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے اس لفظ کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے استعمال ممنوع فرما دیا ہے۔

لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ قُوْلُوا انْظُرْنَا(۲۴)

اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارا ایمان ہم سے تقاضا کرتا ہے کہ ہم اجرت پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بکریاں چَرانے کی بات کر کے آپؐ کو چرواہا نہ کہیں۔ اپنی بکریوں کو چَرانا' انہیں گلیوں' بازاروں سے گزار کر ان کی خوراک کا انتظام کرنا گھر کے کاموں میں شمار ہوتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہی کیا۔

حواشی

○ ۱۔ سیرتِ ابنِ ہشام۔ جلد اول۔ ص ۱۲۶
○ ۲۔ نبیؐ کریمؐ کی معاشی زندگی۔ ص ۱۷
○ ۳۔ شبلی۔ سیرت النبیؐ۔ جلد اول۔ ص ۱۸۱
○ ۴۔ سیرتِ سید المرسلینؐ۔ حصہ اول۔ ص ۲۱
○ ۵۔ عبد المقتدر۔ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۵۰
○ ۶۔ شارق دہلوی' بشیر محمد۔ سیرت النبیؐ۔ ص ۱۵

○ ۷۔ اسوۃ الرسولؐ۔ جلد دوم۔ ص ۴۰، ۴۱
○ ۸۔ درِ یتیم۔ ص ۵۵
○ ۹۔ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا بریلوی کے والد
○ ۱۰۔ سرُور القلوب بذکر المحبوبؐ۔ ص ۱۶، ۱۷
○ ۱۱۔ نوادرات۔ ص ۱۰
○ ۱۲۔ الرحیق المختوم۔ ص ۱۱۰
○ ۱۳۔ صحیح بخاری۔ کتاب الاجارہ۔ باب اعی الغنم علیٰ قراریط
○ ۱۴۔ مصطفیٰ سباعی، ڈاکٹر۔ سیرتِ نبویؐ۔ ص ۴۱
○ ۱۵۔ محمد ایوب خاں، کرنل ڈاکٹر۔ حیاتِ رسولؐ۔ ص ۱۳
○ ۱۶۔ عبدالصمد صارم۔ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۱۰
○ ۱۷۔ نقوش۔ رسول نمبر۔ جلد ۲۔ ص ۷۱، ۷۳، ۷۴، ۷۴ (مضمون "فخرِ موجودات آنحضرتؐ کی مکی زندگی" از ابوالجلال ندوی)
○ ۱۸۔ النبی الخاتم۔ ص ۲۸/ علی اصغر چودھری۔ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ولادت سے نزولِ وحی تک۔ ص ۲۱۹، ۲۲۰ (حاشیہ)
○ ۱۹۔ سیرتِ سرورِ عالمؐ۔ جلد دوم۔ ص ۱۰۲ (حاشیہ)/ نبئ کریمؐ کی معاشی زندگی۔ ص ۷۲ (حاشیہ)
○ ۲۰۔ شبلی۔ سیرت النبیؐ۔ جلد اول۔ ص ۱۸۲
○ ۲۱۔ سیرتِ سرورِ عالمؐ۔ جلد دوم۔ ص ۱۰۲
○ ۲۲۔ ابراہیم سیالکوٹی۔ سیرت المصطفیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۱۴۸، ۱۴۹
○ ۲۳۔ ابنِ سعد۔ طبقات۔ جلد اول۔ ص ۱۳۶
○ ۲۴۔ البقرہ۔ ۲: ۱۰۲

ابوطالبؓ دشمنی

ہمارے محترم سیرت نگاروں نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حیاتِ مبارکہ کے مختلف پہلوؤں پر جہاں بعض اوقات خاصی محنت اور کاوش سے قلم اٹھایا ہے' وہاں کہیں خاصی بے احتیاطی سے بھی کام لیا ہے بلکہ کہیں تو یہ محسوس ہوتا ہے کہ کسی خاص مقصد کے تحت کسی خاص واقعے سے پہلو تہی کی ہے یا کچھ مفروضے قائم کرنا پسند کیا ہے۔ ایک بات خاص طور پر سامنے آتی ہے کہ جہاں کسی ایک سیرت نگار نے بوجوہ یا کسی غلطی یا غلط فہمی سے کوئی ایک بات چلا دی ہے' دوسرے حضرات نے اس کو کلی پھُندنے لگانے کی سعی کی ہے' اور اپنے تخیل کی مدد سے بات کو آگے بڑھانے پر زورِ قلم صَرف کر دیا ہے۔ اس طرح بات حقیقت سے بہت دور ہو جاتی ہے اور ہمارے خیال میں حضور محبوبِ کبریا' نبی الانبیاء' امام الانبیاء باعثِ ظہورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بارے میں قلم اٹھاتے وقت اس قسم کی بے احتیاطی کو کسی طرح معاف نہیں کیا جا سکے گا۔

تمام دنیا کے سارے ولی' اوتاد' غوث' ابدال کسی صحابیؓ کا مقام نہیں پا سکتے۔ اور صحابہ میں بھی مراتب ہیں۔ پھر جو لوگ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مجلس میں بیٹھنے والے تھے' ان کا مقام تو بہت ہی بلند ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں انہیں بھی یہ حکم دیا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آواز سے اپنی آواز اونچی نہ کریں۔ کہیں ان کا سارا کیا کرایا ضائع نہ ہو جائے' ان کے اعمال ہی حبط نہ کر لیے جائیں۔ اس صورت میں تو کئی بار سوچنا چاہیے کہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مقام اور مرتبے سے کمتر کوئی بات نہ ہو جائے۔ چہ جائیکہ کوئی شخص حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بارے میں اپنے تخیل کے زور پر ایسی باتیں بھی لکھ ڈالے جن کا وجود نہ ہو' یا اس سے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عزت و احترام میں فرق آتا ہو' یا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محترم شخصیتوں کی توہین ہوتی ہو۔

لیکن بدقسمتی سے ایسی جسارتیں سیرت کی کتابوں میں کئی جگہ دکھائی دیتی ہیں۔ ایسے ایسے پلاٹوں پر فلک بوس عمارتیں کھڑی کرنے کی کوشش ہوتی ہے جن کا وجود ہی نہیں ہوتا۔

اس سلسلے میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے محسن و مربی حضرت ابوطالبؓ کی شخصیت کو جس طرح بعض سیرت نگاروں نے گرد آلود کرنے کی کوشش کی ہے، وہ بہت تکلیف دہ ہے۔ قریباً ہر سیرت نگار نے انہیں کثیر العیال(۱) اور قلیل المال لکھا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ان کی کثیر العیالی کا تذکرہ اس ضمن میں کیا جاتا ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان کی سرپرستی اور نگرانی میں پرورش پا رہے تھے۔ کثیر العیالی کے قائل تو شیعہ مصنف فوق بلگرامی بھی دکھائی دیتے ہیں(۲)۔

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے موضوع پر قلم اٹھانے والوں نے کثیر العیالی کی بات یوں آگے بڑھائی کہ کچھ نے یہ تک لکھ دیا کہ کھانا پورا نہیں ہوتا تھا(۳)۔ کچھ نے کہا کہ بچے کھانے پر پل پڑتے تھے اور صرف حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس ہنگامے میں شریک نہیں ہوتے تھے(۴)۔ کچھ نے سوچا، اس سے تو کچھ بھی نہ ہوا۔۔۔۔ اور لکھ دیا کہ حضرت ابوطالبؓ کے بچوں کی ناکیں بہتی رہتی تھیں اور آنکھوں میں غلیظ مواد جمع ہوتا تھا اور اسے صاف کرنے کی باری نہیں آتی تھی (۵)۔ کچھ نے اس فوجِ ظفر موج کو اپنی چشمِ تصور سے یوں دیکھا کہ انہوں نے کچھ بچے دوسروں میں بانٹ دیے کیونکہ روٹی پوری نہیں ہوتی تھی (۶) یوں، یہ کہانی کلائمکس تک پہنچتی دکھائی دیتی ہے لیکن حقیقت کچھ اور ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت ابوطالبؓ کے صرف چھ بچے تھے۔ چار لڑکے، دو لڑکیاں۔ حضرت طالب، حضرت عقیل، حضرت جعفر طیار، حضرت علی۔۔۔۔ اور ام ہانی اور جمانہ (۷) اور عرب کلچر کے حوالے سے چھ بچوں کے والدین کو کم بچے ہونے کا طعنہ تو دیا جا سکتا ہے، کثیر العیال نہیں کہا جا سکتا۔ کبھی آپ نے کسی کتاب میں پڑھا ہے کہ حضرت عبدالمطلبؓ یا حضرت علی المرتضیٰؓ کثیر العیال تھے حالانکہ حضور صلی اللہ

علیہ و آلہٖ وسلم کے دادا جان کی چھ بیویاں تھیں، جن سے ۱۵ بیٹے اور ۶ بیٹیاں ہوئیں (۸) اور حضرت علی المرتضیٰ کی سترہ بیٹیاں اور چودہ بیٹے تھے (۹) اور بعض لکھتے ہیں کہ ۱۸ بیٹے اور ۱۸ بیٹیاں تھیں (۱۰) لیکن اس حقیقت کے باوجود انہیں کثیر العیال کوئی نہیں گرداننا۔ پھر سوچنا چاہئے کہ چھ بچوں والے حضرت ابوطالبؓ کے پیچھے سب لوگ کیسے پڑ گئے۔

مزید لطیفہ یہ ہے کہ یہ ساری گفتگو اس عرصے کے حوالے سے ہوتی ہے جب حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت ابوطالبؓ کے ہاں پرورش پا رہے تھے۔ اس صورتِ حال کو دیکھیں تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ حضرت علیؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ۲۹ برس چھوٹے ہیں۔ ظاہر ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آٹھ برس کی عمر میں (۱۱) حضرت ابوطالبؓ کی کفالت میں آئے، حضرت علیؓ نہیں تھے۔ حضرت ابوطالبؓ کے چاروں بیٹوں کا دس دس سال کا فرق ہے (۱۲)۔ یعنی حضرت جعفرِ طیارؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ۱۹ برس چھوٹے اور حضرت عقیلؓ ۹ برس چھوٹے ہیں۔ چنانچہ جب حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ابوطالبؓ کے ہاں تشریف لائے، صرف طالب تھے (۱۳) اور وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ایک سال بڑے تھے۔

کوشش بسیار کے باوجود ہم یہ جاننے میں کامیاب نہیں ہو سکے کہ حضرت ام ہانیؓ اور جمانہ اپنے کس بھائی سے کتنی بڑی یا چھوٹی تھیں لیکن اگر ان دونوں بہنوں کو بڑا مان بھی لیا جائے تو اس وقت حضرت ابوطالبؓ کے تین بچے موجود تھے۔ صاحبانِ دانش غور فرمائیں کہ ہم ابوطالبؓ دشمنی میں حقائق کو کس طرح مسخ کر رہے ہیں اور بات کو کہاں سے کہاں پہنچانے کی کوشش لاحاصل میں بنیاد کے کچے پن کی طرف سے آنکھیں میچے ہوئے ہیں۔ اب ذرا بچوں کی کھانے کی چھینا جھپٹی کا منظر تصور میں لایئے، ناک سُڑکتے بچے دیکھئے اور کثیر العیالی کی تہمت پر نگاہ دوڑایئے۔

حضرت ابو طالبؓ کے قلیل المال ہونے کی بات بھی یوں دل کو نہیں لگتی کہ

بیشتر کتابوں میں یہ بات موجود ہے کہ ان کا پیشہ بھی اپنے آبا کی طرح تجارت تھا (۱۴) پھر حضرت عبد اللہ (حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے والدِ گرامی) بھی تجارت کے لئے تشریف لے گئے اور یثرب میں انتقال فرما گئے (۱۵) تو ظاہر ہے کہ حضرت عبدالمطلبؓ نے حضرت عبد اللہؓ کا سامانِ تجارت بھی اس چچا کے سپرد کر دیا ہو گا جنھیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کفالت کا ذمہ دار ٹھہرایا (۱۵ الف)۔

پھر شعبِ ابی طالب کی جائیداد بھی اگر ان کی تھی (۱۶) تو ان کی تنگدستی خواب و خیال بن کر رہ جاتی ہے۔ پھر اگر ڈاکٹر حمید اللہ کے بقول حضرت ابو طالبؓ کی کپڑے کی ایک دکان بھی تھی (۱۷) تو ان کی عسرت کا مفروضہ زیادہ ہی مجروح ہو جاتا ہے۔

لیکن حضرت ابو طالبؓ کے بارے میں منفی کہانیوں کا سلسلہ انھی باتوں پر ختم نہیں ہو جاتا۔ تاریخ و سیرت کی سب کتابیں کم از کم اس امر پر متفق تھیں کہ حضرت عبدالمطلبؓ نے اپنے بعد حضرت ابو طالبؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نگران بنایا (۱۸) لیکن اب کچھ لوگوں نے اس اجماع کی تغلیط کی راہ بھی اختیار کر لی ہے اور یہ لکھنے لگے ہیں کہ حضرت ابو طالبؓ نہیں بلکہ حضرت زبیرؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سرپرست و نگران اور کفیل تھے (۱۹)۔

محمد احسان الحق نے حضرت ابو طالبؓ کی سرپرستی سے انکار کر کے بغیر کسی دلیل کے، یہ بھی لکھ دیا ہے کہ "ایسے تجارتی کاروانی سفروں میں جب تک حضور نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چچا (حضرت زبیرؓ) زندہ رہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان کے ساتھ جاتے رہے" (۲۰)۔ یہ بھی لکھ دیا گیا کہ حضرت ابو طالب لنگڑے تھے (۲۱) یا پیدائشی معذور تھے (22) وہ سرپرستی کیا کرتے یا تجارت کیسے کرتے (اگر ایسا تھا تو وہ ابو لہب کے ساتھ کشتی ابو طالب کے بجائے کسی اور نے لڑی تھی؟) (۲۲ الف) مقصد تو ابو طالب دشمنی تھا، کچھ لوگ سرپرستی، نگرانی اور کفالت سے انکار کی جرأت تو نہ کر سکے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اس حدیث

پاک کے حوالے سے کہ "میں قراریط میں بکریاں چراتا تھا" (۲۳) کہنے لگے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اجرت پر بکریاں چراتے تھے۔ (۲۴) اس کی وجہ یہ بتائی گئی کہ ابو طالب مفلوک الحال تھے، یتیم بھتیجے سے مزدوری کرا کے اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ پالتے تھے۔ (۲۵) ("قراریط" کی بحث الگ عنوان سے اسی باب میں موجود ہے)۔

ایک آدھ صاحب نے تو حضور نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے "امیؐ" ہونے کی صفتِ خاص کو بھی ابو طالب دشمنی میں استعمال کر لیا کہ انھوں نے بھتیجے کی تعلیم کی طرف توجہ نہ دی اس لئے وہ پڑھ نہ سکے (۲۶) افسوس کہ ایسے لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی امت میں ہونے کا دعویٰ بھی کرتے ہیں اور اپنا نام سیرتِ پاک لکھنے والوں میں شامل کرنا بھی پسند کرتے ہیں اور ابو طالبؓ دشمنی میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی توہین کے مرتکب بھی ہو جاتے ہیں۔

حواشی

○ ۱۔ عمر ابوالنصر۔ رسولِ عربیؐ۔ ص ۱۶/ چودھری افضل حق۔ محبوبِؐ خدا۔ ص ۲۵/ نبیؐ کریمؐ کی معاشی زندگی۔ ص ۶۹/ ڈاکٹر حمید اللہ۔ رسولِ اکرمؐ کی سیاسی زندگی۔ ص ۴۰/ حضرت محمدؐ ولادت سے نزولِ وحی تک۔ حصہ اول۔ ص ۲۰۷ (حاشیہ)/ حکیم احمد شجاع۔ رحمت للعالمینؐ۔ ص ۳۳/ آغا اشرف۔ بچوں کے رسولؐ۔ ص ۱۵/ نقوش۔ رسول نمبر۔ جلد ۲۔ ص ۵۲۲

○ ۲۔ فوق بلگرامی، سید اولاد حیدر۔ اسوۃ الرسولؐ۔ جلد دوم۔ ص ۳۷

○ ۳۔ اشرف علی تھانوی۔ حبیبِؐ خدا۔ ص ۵۷/ العطور المجموعہ۔ ص ۳۸/ نبیؐ اکرمؐ کاشانہ نبویؐ میں۔ ص ۱۶

○ ۴۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۲۴۴، ۲۴۵/ ابوالاعلیٰ مودودی۔ سیرتِ سرورِ عالمؐ۔ جلد دوم۔ ص ۱۰۱/ نبیؐ اکرمؐ کاشانہ نبویؐ میں۔ ص ۱۶/ رسولِ اکرمؐ کی سیاسی زندگی۔ ص ۴۴/ حضرت محمدؐ ولادت سے نزولِ وحی تک۔ ص ۲۱۹

○ ۵۔ الوفا۔ ص ۱۶۷/ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۲۴۵/ اسوۃ الرسولؐ۔ جلد دوم۔ ص ۳۸

○ ۶۔ ابراہیم سیالکوٹی۔ سیرۃ المصطفیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۱۸۴

○ ۷۔ سلمان منصور پوری۔ رحمۃ للعالمینؐ۔ جلد دوم۔ ص ۷۵۔۔۔۔ لیکن بشیر محمد شارق دہلوی نے تو کمال کر دیا۔ لکھا کہ ابوطالب کے دس بیٹے تھے (سیرت النبیؐ۔ ص ۱۴)

○ ۸۔ سلمان منصور پوری۔ رحمت للعالمینؐ۔ جلد دوم۔ ص ۷۱

○ ۹۔ اسلامی انسائیکلوپیڈیا۔ ص ۳۹

○ ۱۰۔ منصور پوری۔ رحمت للعالمینؐ۔ جلد دوم۔ ص ۷۹، ۸۰ (ان کی کتاب "اصحاب بدر" میں ۱۸ بیٹے اور ۱۶ بیٹیاں لکھا ہے۔ ص ۸۴)

○ ۱۱۔ سیرت نگار کسی ایک بات پر متفق نہیں ہوتے مگر زیادہ لوگ یہی کہتے ہیں۔

○ ۱۲۔ منصور پوری۔ رحمت للعالمینؐ۔ جلد دوم۔ ص ۷۵/ شیخ عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب۔ مختصر سیرت الرسولؐ۔ ص ۳۷

○ ۱۳۔ "ابوطالب پختہ عمر کے تھے۔ ان کی شادی عرصہ ہوا، فاطمہ اسدیہ سے ہو چکی تھی لیکن ان کا صرف ایک ہی کم سن بچہ طالب تھا۔ دونوں میاں بیوی نے بھتیجے کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور حقیقی بیٹے کی طرح پرورش کرنے لگے...... کم سن محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی زندگی کا نیا دور شروع ہو چکا تھا۔ ان کی حدود نہایت واضح تھیں۔ متوسط الحال ابوطالب کا مختصر گھرانا، چچا کا محبت بھرا سلوک، چچی کا ماں سا پیار......(سیارہ ڈائجسٹ لاہور۔ رسول نمبر۔ جلد ۱۔ ص ۲۰۵)

○ ۱۴۔ ساجد الرحمن۔ سیرتِ رسولؐ۔ ص ۱۰

○ ۱۵۔ ریاض حسین۔ جناب عبداللہ۔ ص ۵۸/ رحیم دہلوی۔ تاجدارِ دو عالمؐ کے والدین۔ ص ۷۴، ۷۵/ معارج النبوت۔ جلد اول۔ ص ۷۴/ نور البصرنی سیرت خیر البشرؐ۔ ص ۱۴۱/ سیرتِ خاتم الانبیاء۔ ص ۲۵

○ ۱۵الف۔ حیاتِ محمدؐ۔ ص ۱۳۶/ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۲۱۶

○ ۱۶۔ ابراہیم سیالکوٹی۔ سیرت المصطفیٰ۔ جلد دوم۔ ص ۲۹۵،۲۹۶
○ ۱۷۔ نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۲۔ ص ۵۱۹ (مضمون "محمد رسولؐ اللہ" مترجم نذیر حق)
○ ۱۸۔ سیرتِ ابن ہشام۔ جلد اول۔ ص ۲۰۴/ مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۳۹/ الرحیق المختوم۔ ص ۱۰۶/ سیرتِ سرورِ عالمؐ۔ جلد دوم۔ ص ۱۰۱/ اسلم جیراجپوری۔ نوادرات۔ ص ۹،۱۰/ نبیٔ رحمت۔ ص ۱۰۶/ رسالتمآبؐ۔ ص ۲۳،۲۴/ داستانِ اسلام۔ حصہ اول۔ سیرۃ النبیؐ۔ ص ۲۹/ رسولِ اکرمؐ کی سیاسی زندگی۔ ص ۳۵۔/ خواجہ حسن نظامی۔ میلاد نامہ و رسولؐ بیتی۔ ص ۱۳۱/ حضرت محمدؐ۔ ولادت سے نزولِ وحی تک۔ ص ۲۰۶،۲۰۷ (حاشیہ)
○ ۱۹۔ شبلی نعمانی۔ سیرتِ طیبہ۔ ص ۲۹ (حاشیہ از محمد احسان الحق) ص ۱۹ (تعارف از تحسین فراقی)۔۔۔۔۔ احمد زینی دحلان لکھتے ہیں "بعض نے کہا، حضرت عبدالمطلبؓ کی زندگی میں حضرت زبیرؓ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی کفالت فرماتے تھے اور حضرت زبیرؓ کی وفات کے بعد حضرت ابوطالبؓ نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی کفالت کی مگر یہ روایت محققین کے نزدیک مردود ہے" (سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۲۴۲،۲۴۳)
○ ۲۰۔ شبلی نعمانی۔ سیرتِ طیبہ۔ ص ۳۱
○ ۲۱۔ شیخ محمد رضا۔ محمد رسولؐ اللہ۔ ص ۲۱۱/ حضرت محمد ولادت سے نزولِ وحی تک۔ حصہ اول۔ ص ۲۰۶ (حاشیہ)/ محمد عظیم الدین۔ حضرت علی المرتضیٰ۔ ۱۳۹۷ھ۔
○ ۲۲۔ سیرتِ طیبہ۔ ص ۲۹،۳۰
○ ۲۲الف۔ الخصائص الکبریٰ۔ جلد اول۔ ص ۱۵۸/ رسولِ اکرمؐ کی سیاسی زندگی۔ ص ۵۶
○ ۲۳۔ صحیح بخاری۔ کتاب الاجارہ۔ باب اعی الغنم علیٰ قراریط
○ ۲۴۔ مصطفیٰ سباعی۔ سیرتِ نبویؐ۔ ص ۴۱/ عبدالصمد صارم۔ محمدؐ رسول اللہ۔ ص

۱۰/ حیاتِ رسولؐ۔ ص ۱۳/ الرحیق المختوم۔ ص ۱۱۰/ نقوش رسولؐ نمبر۔ جلد ۲۔ ص ۱۷،۴۲،۴۳،۴۲

○ ۲۵۔ النبی الخاتمؐ۔ ص ۲۸/ حضرت محمدؐ ولادت سے نزولِ وحی تک۔ ص ۲۱۹، ۲۲۰

○ ۲۶۔ مناظر گیلانی کہتے ہیں "تقریباً سیرت و تاریخ کی عام کتابوں میں حضرت ابوطالبؓ کی معاشی تنگ حالی کی داستان موجود تھی۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو آٹھ نو سال کا ان کا یتیم بھتیجا بکریوں کو چرانے پر کیوں مجبور ہوتا" (النبی الخاتمؐ۔ ص ۲۸۔ حاشیہ)

عبدالکریم ثمر نے مزید داستان طرازی یوں کی ہے "تاریخ دان لکھتے ہیں کہ ابوطالب کی مالی حالت بہت پتلی تھی اور غریبی بہت تھی۔ ظاہر ہے کہ جو خود محتاج ہے، وہ کسی دوسرے کی کیا مدد کر سکتا ہے۔ چچا تو اپنا وزن نہیں اٹھا سکتا تھا، وہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو کیا سہارا دیتا" (سچی سرکار۔ پنجابی۔ ص ۲۷)

○ ۲۶۔ صوفی سید عبدالرحمٰن۔ حیاتِ مصطفیٰؐ۔ ص ۱۵

حضرت حلیمہؓ سعدیہ

عرب کا رواج تھا کہ نوزائیدہ بچے کو رضاعت اور پرورش کے لیے دیہات کی کسی دایہ کے سپرد کر دیتے تاکہ دیہات کے صاف ستھرے ماحول میں بہتر نشو و نما پا سکے۔ اس سلسلے میں قبیلہ بنی سعد کی عورتیں اس کام کے علاوہ اپنی فصاحت و بلاغت کی وجہ سے بھی مشہور تھیں اور بچوں کے والدین اس کام کے عوض انھیں نقد و جنس دے کر خوش کیا کرتے تھے۔ سیرت کی تمام کتابوں میں لکھا ہے کہ جب بنی سعد کی عورتیں نوزائیدہ بچوں کی تلاش میں مکہ میں آئیں تو اس موقع پر تمام دایہ عورتوں نے ننھے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھا مگر یتیم سمجھ کر نہ لیا کہ آپؐ کو لینے سے تحائف اور انعام و اکرام کی کچھ امید نہ تھی۔

بڑے بڑے سیرت نگار نہ صرف واقعہ بیان کرتے ہیں بلکہ کچھ تو اسے نمک مرچ لگا کر پیش کرتے ہیں۔ سیرتِ دحلانیہ میں اس طرح لکھا ہے۔ "جناب حلیمہؓ رضی

اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب میری ساتھی عورتوں کے سامنے حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو لایا جاتا تو وہ انھیں لینے سے یہ کہتے ہوئے انکار کر دیتیں کہ آپؐ یتیم ہیں۔ جب ہم سب لوگ جمع ہو کر واپسی کے لیے نکلے تو میں نے اپنے شوہر سے کہا خدا کی قسم! مجھے یہ پسند نہیں کہ ان کے ساتھ جاؤں اور میرے ساتھ دودھ پینے والا بچہ نہ ہو۔ خدا کی قسم میں اس بچے کے پاس ضرور جاؤں گی جسے انھوں نے نہیں لیا تو میرے شوہر نے کہا اس میں کچھ حرج نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے ہمارے لیے بابرکت بنا دے۔ پس میں گئی اور اس بچے کو لے لیا"۔ "تواریخ حبیب الٰہ" (ص ۱۶، ۱۷) میں بھی یہی لکھا ہے کہ عورتوں نے آپؐ کو یتیم سمجھ کر نہ لیا۔ "نبیؐ رحمت" (ص ۱۰۳، ۱۰۴) میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو سب عورتوں کے سامنے پیش کیا گیا لیکن اکثر نے یہ سوچ کر کہ یہ یتیم بچہ ہے۔ اس کے والد ہوتے تو کچھ نفع ہونے کی امید ہوتی۔ ماں اور دادا سے کیا مل جائے گا؟ آپؐ کی طرف زیادہ التفات نہ کیا۔ پہلے پہل حلیمہؓ نے بھی آپؐ کی طرف خاص توجہ نہ دی اور ان کا رخ بھی دوسری طرف ہونے لگا لیکن اچانک ان کے دل میں آپؐ کی محبت پیدا ہوئی۔ کوئی دوسرا بچہ بھی ان کے سامنے نہیں تھا۔ چنانچہ وہ واپس آئیں اور آپ کو لے کر اپنے قافلہ میں واپس ہوئیں۔

سیارہ ڈائجسٹ میں اس واقعے کے بارے میں لکھا ہے کہ "حلیمہؓ سعدیہ کو جب معلوم ہوا کہ کہ بچہ یتیم ہے تو سوچ میں پڑ گئیں۔ یتیم بچے کی سوگوار ماں سے کس صلے کی توقع کی جا سکتی تھی۔ یتیم کو کون پوچھتا تھا؟ مایوس واپس لوٹنے لگیں۔ پھر خیال آیا، خالی ہاتھ جانے سے تو چکر ضائع ہی جائے گا۔ نہ معلوم پھر کتنے مہینوں کے بعد آنا ہو۔ یتیم ہی سہی۔ کچھ نہ ہونے سے یتیم ہی بہتر ہے۔ یہ سوچ کر حلیمہؓ سعدیہ درِ یتیم کو لے کر روانہ ہو گئیں۔(۲)

مفتی عزیز الرحمٰن اپنی کتاب "رسالتمآبؐ" میں حضرت حلیمہؓ کی طرف سے لکھتے ہیں کہ "میرے قبیلہ کی عورتوں نے مکہ کے سرداروں کی اولاد کو لے لیا اور میں

تمام روز گشت لگاتی پھرتی، مجھے کوئی بچہ دستیاب نہ ہوا۔ میں اپنی آمد پر افسوس کرتی ہوئی ایک جگہ بیٹھی تھی کہ مجھے اچانک ایک شریف آدمی نظر آئے۔ میں نے دریافت کیا تو معلوم ہوا عبدالمطلبؓ ہیں۔ آواز دے رہے ہیں۔ عورتو! تم میں سے کوئی دودھ پلانے والی عورت ہے جس نے کوئی بچہ نہ لیا ہو۔ حلیمہؓ کہتی ہیں، دوڑ کر عرض کیا، میں ہوں۔ بولے تیرا نام کیا ہے؟ میں نے کہا۔ میں بنی سعد کی حلیمہؓ ہوں۔ فرمایا۔ مرحبا مرحبا تیرے اندر دو خوبیاں ہیں۔ سعد اور حلم۔ اور فرمایا حلیمہؓ میرے پاس ایک بچہ ہے۔ نام "محمدؐ" ہے، یتیم ہے۔ اس کو کسی عورت نے قبول نہیں کیا۔ اے حلیمہؓ کیا تو قبول کرے گی، اس کی برکت سے خدا تجھ کو غذا بخشے گا۔ میں نے کہا۔ مجھے مہلت دیجیے تاکہ میں اپنے شوہر سے مشورہ کرلوں۔ فرمایا۔ کوئی برائی نہیں ہے" (۳)

عبدالصمد صارم اس کہانی میں مزید زور پیدا کرتے ہوئے لکھتے ہیں، حضرت حلیمہؓ فرماتی ہیں کہ "مکہ پہنچے تو ہمارے قبیلے کی عورتوں نے مال داروں کے بچے لے لیے اور واپس آنے لگیں۔ انھیں بچوں کے باپوں نے بہت سے تحفے دیے۔ مجھے کوئی مال دار بچہ نہ ملا۔ صرف ایک یتیم بچے کو جس کا نام محمدؐ تھا، میرے سپرد کیا گیا اور بچہ کی ماں یا دادا کی طرف سے کوئی تحفہ بھی نہ دیا گیا" (۴)

خواجہ حسن نظامی اس کہانی میں جس قدر اضافہ کرسکتے تھے، انھوں نے کیا کہ "ادھر آمنہؓ بی بی کا عجیب حال تھا۔ جب وہ دیکھتی تھیں کہ کوئی عورت میرے بچہ کو یتیم سمجھ کر نہیں لیتی تو ان کو اپنے خاوند یاد آتے تھے کہ آج وہ زندہ ہوتے اور اپنے بچہ کے سر پر ان کا سایہ ہوتا تو کاہے کو یہ حالت ہوتی کہ جو آتا ہے، منہ پھیر کر ناک بھوں چڑھا کر چلا جاتا ہے اور اس خیال سے ان کو بے اختیار رونا آتا تھا۔ آخر بی بی حلیمہؓ حضرت آمنہؓ کے پاس گئیں اور آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو ساتھ لے جانے کی درخواست کی۔ حضرت آمنہؓ کے لاڈلے کو دائی حلیمہؓ کی گود میں دے دیا" (۵)

اس کے بعد محمد میاں یوں بات کو بڑھاتے ہیں کہ "حلیمہؓ کو شغل ہاتھ لگا اور

آمنہؓ کی پڑوسنوں اور سہیلیوں میں آنکھ نیچی نہ ہوئی ورنہ انھیں صدمہ تھا کہ عورتیں کہیں گی کہ اس کے یتیم کو کوئی "ماما" بھی نصیب نہ ہوئی۔" (۶)

ڈاکٹر حمید اللہ لکھتے ہیں کہ حضرت حلیمہؓ نے "یہ جانتے ہوئے بھی بچہ کو لے لیا کہ بچے کا باپ نہیں ہے جو دودھ پلائی کی ناز برداریاں کرے اور دادا اگرچہ وجاہت رکھتا ہے لیکن ایک درجن بیٹوں اور ان کی کثیر اولاد کی پرورش کا ذمہ دار ہونے سے اس پوتے پر واجبی ہی خرچ کر سکتا ہے۔" (۷)

ہیکل کہتے ہیں کہ حلیمہؓ کی ساتھی عورتیں "یتیم بچوں کو لینے کی روادار نہ تھیں کہ ان کی بیوہ مائیں ان کے معاوضہ کہاں سے پورا کریں گی۔ درجن بچوں کے باپ ان کے سر پر موجود تھے۔ ان میں سے ایک ایک بچہ انھوں نے لے لیا۔ بی بی آمنہؓ کے جائے کی طرف ان کے یتیم ہونے کی وجہ سے کسی دایہ نے آنکھ اٹھا کر نہ دیکھا۔ ان میں حلیمہؓ سعدیہ بھی تھیں جو پہلی مرتبہ آپؐ کو یتیم جان کر چھوڑ گئیں" (۸)

چونکہ اس بات سے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان میں تنقیص کا احساس ہوتا ہے اس لیے کچھ سیرت نگاروں مثلاً نقی علی خاں نے اپنی کتاب "سرور القلوب بذکر المحبوب" اور شیخ محمد اقبال نے "داستانِ اسلام" میں اس کا ذکر ہی نہ کرنا مناسب سمجھا۔ (۹)

ابراہیم سیالکوٹی کے مطابق کسی شخص کی شرافتِ نسبی کے ساتھ ساتھ اس کی پیدا کرنے والی کے کردار اور خاندان کو دیکھنا بھی ضروری ہے۔ پیدا کرنے والی ماں کی فضیلت کے علاوہ دودھ پلانے کا بھی اثر ہوتا ہے ورنہ حضرت موسیٰؑ کی رضاعت کے وقت دیگر قبطی عورتوں کے دودھ قدرتاً بند نہ ہو جاتے اور صرف انھیں پیدا کرنے والی ماں سے ہی دودھ پلوا کر پرورش کرنے میں یہ حکمت پوشیدہ تھی کہ ان کا خون خالصا اسرائیلی رہے اور قبطی عورتوں کے دودھ کو ان میں داخل نہ ہونے دیا کہ فرعون کے مقابلہ کے وقت ان کی اسرائیلی حرارت و حمایت کا درجہ کم نہ ہو جائے اور حضور

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضاعت کے لیے خصوصاً حضرت حلیمہؓ کا انتخاب بھی قدرت کی گہری حکمت سے تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خود فرماتے ہیں کہ میں عربوں میں سب سے زیادہ فصیح ہوں کیونکہ (نسب کی رو سے) قریش میں سے ہوں اور میری نشو و نما بنی سعد میں ہوئی ہے (۱۰)

انبیا کو دودھ پلانے والیاں مخصوص ہوا کرتی ہیں اور انبیا بھی جانتے ہیں کہ انھیں کس عورت کا دودھ پینا ہے۔(۱۱)

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رضاعت کے لیے حضرت حلیمہؓ بھی مخصوص تھیں کیونکہ حضرت حلیمہؓ کا نسب حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اجداد میں حضرت الیاسؑ سے جا ملتا ہے۔(۱۲)

اللہ تعالیٰ نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رضاعت و پرورش کے لیے کسی معمولی خاتون کو نہیں چنا تھا بلکہ کئی وجوہ سے روزِ ازل سے یہ سعادت دائی حلیمہؓ کی قسمت میں لکھی جا چکی تھی کہ اس نے خدا کے محبوب کو اپنے ہاتھوں میں اٹھانا، گود میں اٹھانا اور دودھ پلانا تھا اور پرورش و خدمت کی تمام ذمہ داریاں پوری کرنی تھیں۔

مکہ کے خوشحال اور امیر گھرانوں کی مائیں اپنے بچوں کو دودھ پلانے کے لیے کھلی فضاؤں میں رہنے والی تندرست و توانا بدوی عورتوں کو دیا کرتی تھیں۔ (۱۳)

ادھر حضرت حلیمہؓ اتنی کمزور تھیں کہ ان کے اپنے بچے کے لیے دودھ نہ تھا۔(۱۴) اور یہ اپنے بچے کا پیٹ نہیں پال سکتی تھیں یعنی دودھ کی کمی سے وہ روتا رہتا تھا۔(۱۵) یہ اتنی فاقہ زدہ اور کمزور تھیں کہ یہ جس عورت نے انھیں دیکھا، انھیں قبول نہ کیا کہ یہ سوکھی عورت تو خود دودھ کی محتاج ہے، ہمارے بچے کو کیا دودھ پلائے گی۔ (۱۶) حضرت حلیمہؓ فرماتی ہیں کہ فاقوں کے مارے مجھ کو غش آ جاتا تھا۔ (۱۷) عبدالمصطفیٰ اعظمی بھی لکھتے ہیں کہ حضرت حلیمہؓ کی قسمت کا ستارہ ثریا سے بلند اور چاند سے زیادہ روشن تھا کہ حضرت حلیمہؓ کے دودھ کی کمی ان کے لیے رحمت کی

زیادتی کا باعث بن گئی۔ کیونکہ دودھ کم دیکھ کر کسی نے ان کو اپنا بچہ دینا گوارا نہ کیا۔(۱۸)

حقیقت یہ ہے کہ حضرت حلیمہؓ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو لینے کے لیے نہیں گئی تھیں اور وہ جا بھی نہیں سکتی تھیں کہ جب عام عورتوں نے انھیں کمزوری اور لاغری کی وجہ سے قبول نہیں کیا تو مکہ کے سردار اور مکہ کے سب سے زیادہ مالدار گھر میں وہ کس امید سے جاتیں۔

ادھر حضرت آمنہؓ اور حضرت عبدالمطلبؓ ایک مخصوص دایہ کے انتظار میں تھے۔ جب مخصوص دایہ نہ پہنچی تو حضرت عبدالمطلبؓ خود اس کی تلاش میں قبیلہ بنو سعد سے آنے والی دایہ عورتوں کے پڑاؤ کی طرف گئے یا حضرت حلیمہؓ نے سوچا کہ چلو مکہ کے سردار کے ہاں بھی قسمت آزمائی کر لی جائے کیونکہ اولاد حیدر فوق بلگرامی لکھتے ہیں کہ جب تمام ساتھی عورتوں نے بچے حاصل کر لیے اور غریب حلیمہؓ کی رضاعت کا بندوبست کہیں نہ ہو سکا تو وہ اسی فکر و تلاش میں حضرت عبدالمطلبؓ کی دولت سرا میں پہنچیں۔(۱۹)

روایت ہے کہ جس وقت حلیمہؓ سعدیہ مکہ میں داخل ہوئیں' عبدالمطلبؓ نے غیب سے آواز سنی تھی کہ آمنہؓ کا بیٹا محمدؐ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) تمام عالم سے اچھا اور سب اچھوں سے برگزیدہ ہے۔ اس کو دودھ پلوانے کے لیے سوائے حلیمہؓ سعدیہ کے کسی عورت کے سپرد نہ کرو۔ وہ بڑی امانت دار اور پرہیز گار ہے۔ الحاصل عبدالمطلبؓ حلیمہؓ کو ساتھ لے کر حضرت آمنہؓ کے پاس آئے۔(۲۰) حضرت آمنہؓ نے فرمایا۔ اے حلیمہؓ مجھ کو تین رات تک یہ آواز آئی کہ اپنے بیٹے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو قبیلہ بنی سعد میں جس کو ابو ذوہیب سے نسبت ہو' پرورش کرا۔ حلیمہؓ نے کہا اے آمنہؓ میرا خاوند بھی اور باپ بھی ابو ذوہیب ہے۔ بے شک تمہارا خواب سچا ہے۔ تب حلیمہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو گود میں لے لیا۔(۲۱)

اس عجیب و غریب روایت کے بارے میں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

کو غریب اور یتیم سمجھ کر کسی دایہ نے قبول نہ کیا اور حضرت حلیمہؓ نے بھی انتہائی مجبوری کی حالت میں یہ اقدام کیا۔ ابن اثیر نے "اسد الغابہ" میں لکھا ہے کہ "یہ حدیث عبید اللہ بن احمد بغدادی نے یونس سے، انھوں نے ابن اسحاق سے، انھوں نے جہم بن ابو جہم سے جو بنو تمیم کی ایک خاتون کے غلام تھے اور حارث بن حاطب کے پاس تھے۔ کہتے ہیں کہ یہ بات میں نے عبداللہ بن جعفر بن ابوطالب سے سنی ہے" (۲۲)

یہ روایت کس قدر ناقص ہے اور کتنی مضبوط، اس بات کا اندازہ یوں ہوتا ہے کہ اس روایت کے اصل راوی حضرت عبداللہؓ بن جعفرؓ بن ابوطالبؓ ہیں مگر یہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصالِ مبارک کے وقت ۱۱ ہجری میں دس برس کے بچے تھے۔ (۲۳) اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رضاعت کے وقت تو ان کے والد یعنی جعفر بن ابوطالبؓ بھی پیدا نہیں ہوئے تھے۔ سید سلیمان ندوی بھی جہم بن ابو جہم کو مجہول اور حضرت عبداللہ بن جعفر کو کم سن قرار دیتے ہیں۔ (۲۴)

مولانا مودودی لکھتے ہیں کہ استیعاب میں ابن عبدالبر نے عطا بن یسار کی روایت درج کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رضاعی ماں حضرت حلیمہؓ جب غزوۂ حنین کے موقع پر تشریف لائیں تو انھوں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بارے میں یہ روایت بیان کی جس کو حضرت عبداللہ بن جعفر نے نقل کیا ہے۔ حافظ ابو یعلیٰ اور ابن حبان نے حضرت عبداللہ بن جعفر کے حوالے سے حلیمہؓ کی روایت بیان کی ہے۔ (۲۵) اس روایت کی بنیاد بھی حضرت عبداللہ بن جعفر ہیں جو کم سن ہیں۔

بہرحال یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضرت حلیمہؓ کو ان کی لاغری کی وجہ سے کوئی بچہ نہ ملا اور حضرت حلیمہؓ اپنی جسمانی کمزوری کے باعث حضرت عبدالمطلبؓ اور حضرت آمنہؓ کے پاس آنے سے کتراتی رہیں، نہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے یتیم ہونے کی وجہ سے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سرپرستوں حضرت

عبدالمطلبؓ و حضرت آمنہؓ نے غیبی حکم کے مطابق خوب پرکھ کر اور پورا یقین کر لینے کے بعد کہ ابی ذوجیب کی بیٹی کون ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو حضرت حلیمہؓ کے حوالے کرنا تھا، اور انھوں نے ایسا کیا۔ اور ان کے علاوہ کسی اور دایہ کے سپرد کرنا ہی نہیں تھا۔ سیرت نگاروں نے بغیر سوچے سمجھے ایک روایت کو عام کر دیا جو کسی طرح درست نہیں۔

حواشی

○ ۱۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۱۶۵، ۱۶۶
○ ۲۔ سیارہ ڈائجسٹ۔ رسولؐ نمبر۔ جلد اول۔ ص ۲۰۴/ اسوۃ الرسولؐ۔ جلد دوم۔ ص ۱۸
○ ۳۔ رسالتمآبؐ۔ ص ۱۶، ۱۷
○ ۴۔ عبدالصمد صارم۔ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۲۲
○ ۵۔ میلاد نامہ اور رسولؐ بیتی۔ ص ۲۹
○ ۶۔ محمد میاں۔ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۱۰
○ ۷۔ رسولِ اکرمؐ کی سیاسی زندگی۔ ص ۴۸
○ ۸۔ حیاتِ محمدؐ۔ ص ۱۲۲
○ ۹۔ سرور القلوب بذکر المحبوبؐ/ داستانِ اسلام۔ حصہ اول۔ ص ۲۷
○ ۱۰۔ ابراہیم سیالکوٹی۔ سیرت المصطفیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۴۳
○ ۱۱۔ سیرتِ سید المرسلینؐ۔ جلد اول۔ ص ۴۰۳
○ ۱۲۔ سلمان منصور پوری۔ رحمت للعالمینؐ۔ جلد دوم۔ ص ۵۷/ تاجِ دارِ دو عالم کے والدین۔ ص ۹
○ ۱۳۔ الرسولؐ۔ ص ۶۷
○ ۱۴۔ ابن ہشام۔ سیرت النبیؐ کامل۔ جلد اول۔ ص ۱۸۳

○ ۱۵۔ معارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۱۱۳
○ ۱۶۔ محمد میاں۔ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۱۰
○ ۱۷۔ جنات النعیم فی ذکر نبی الکریمؐ۔ ص ۳۲
○ ۱۸۔ عبدالمصطفیٰ اعظمی۔ سیرتِ مصطفیؐ۔ ص ۴۲
○ ۱۹۔ اسوۃ الرسولؐ۔ جلد دوم۔ ص ۱۸
○ ۲۰۔ جنات النعیم فی ذکر نبی الکریمؐ۔ ص ۳۳
○ ۲۱۔ جنات النعیم فی ذکر نبی الکریمؐ۔ ص ۳۴/ رسالتمآبؐ۔ ص ۱۷، ۱۸/ معارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۱۱۶
○ ۲۲۔ اسد الغابہ۔ جلد ۱۰۔ ص ۷۵
○ ۲۳۔ اسد الغابہ۔ جلد ۵۔ ص ۱۸۴
○ ۲۴۔ سیرت النبیؐ۔ جلد سوم۔ ص ۴۱۶، ۴۱۷
○ ۲۵۔ مودودی۔ سیرتِ سرورِ عالمؐ۔ جلد دوم۔ ص ۹۹

رضاعی مائیں

حضرت ام ایمنؓ

مشہور ماہرِ انساب عمر رضا کحالہ نے مستدرک حاکم، الاصابہ از ابنِ حجر، تہذیب التہذیب از ابنِ حجر، الاستیعاب از ابنِ عبدالبر، التہذیب از ذہبی (مخطوطہ) اور المجتنیٰ از ابنِ جوزی (مخطوطہ) کے حوالے سے حضرت برکہ بنتِ ثعلبہ ام ایمنؓ کا ذکر کیا ہے۔ اس ذکر میں انھیں پرورش اور خدمت کرنے والی کہا گیا ہے (۱)

سب سے پہلے علامہ جلال الدین سیوطی نے "الخصائص الصغریٰ" میں حضرت ام ایمنؓ کے بارے میں لکھ دیا کہ انھوں نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دودھ پلایا۔ ان کے الفاظ یہ ہیں۔ "بعض حضرات کا قول ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو جس عورت نے بھی دودھ پلایا، وہ مسلمان ہو گئی۔ کہتے ہیں کہ حضورِ

اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو چار عورتوں نے دودھ پلایا۔ ایک آپؐ کی والدۂ ماجدہ، تو ان کا زندہ کیا جانا اور آپؐ پر ایمان لانا حدیث شریف میں موجود ہے۔ ان کے علاوہ حلیمہ سعدیہؓ ثویبہؓ اور ام ایمنؓ نے آپؐ کو دودھ پلایا" (۲)

اس کے بعد علی بن برہان الدین الحلبی نے ام ایمنؓ کے دودھ پلانے کی بات کی لیکن پھر اس کے رد کی بات بھی کی۔ لکھتے ہیں۔ "اور جو پہلے ذکر کیا گیا ہے کہ ام ایمنؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دودھ پلایا، اسے خصائص صغریٰ میں ذکر کیا گیا ہے۔ اس کا رد کیا گیا ہے کہ حضرت ام ایمنؓ نے حضور (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو گود میں لیا ہے، دودھ نہیں پلایا (۳) پھر کئی سیرت نگاروں نے حضرت ام ایمنؓ کے دودھ پلانے والی بات اڑا لی، تردید کی بات گول کر گئے" (۴)

سید اولاد حیدر فوق بلگرامی نے اس کی تردید کی ہے۔ "ام ایمنؓ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی دودھ پلائی تو تھیں نہیں، لیکن کھلائی ضرور تھیں" (۵)

عبدالمصطفیٰ محمد اشرف کہتے ہیں کہ جتنی کتب حدیث وسِیَر و تاریخ ان کی نظر سے گزری ہیں، کسی کتاب میں یہ نہیں کہ ام ایمنؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دودھ پلانے کا شرف حاصل کیا ہو۔ انھوں نے لکھا کہ عبدالحق محدث دہلوی، شبلی نعمانی اور قاضی محمد سلیمان منصور پوری کی کتابیں بھی اس بارے میں خاموش ہیں۔ آخر میں عجیب منطق استعمال کی ہے "بہرحال ہم نے ام ایمن رضی اللہ عنہا کا نام بھی لکھ دیا ہے کہ اگر وہ واقعی اس شرف کی حامل ہیں تو ہم کسی کا حق کیوں ماریں" (۶)

سیرت نگاری کے حوالے سے اہل ایمان کو چاہیے کہ قلم کو نہایت احتیاط سے استعمال کریں۔ لیکن ہمارا عالم یہ ہے کہ ہم میں سے کوئی ایک شخص بے احتیاطی سے کچھ لکھ دیتا ہے۔ پھر دوسرے حضرات اسے لے اڑتے ہیں اور بغیر سوچے سمجھے اسی بات کو دہراتے چلے جاتے ہیں۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ محمد میاں صدیقی نے سیرتِ حلبیہ سے لکھا ہے لیکن یہ لکھا ہے۔ "دودھ پلانے والیوں میں ام ایمنؓ کا نام بھی لیا جاتا ہے" (۷) مگر حلبی نے جو تردید والی بات کی ہے، اسے گول کر گئے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت برکہؓ ام ایمنؓ بعد میں بنیں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پیدا ہوئے' یہ لڑکی تھیں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عمر چھ سال تھی اور یثرب سے واپسی پر سیدہ آمنہؓ سلام اللہ علیہا راستے میں ابوا کے مقام پر وفات پا گئیں' اور حضرت برکہؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو لے کر مکہ پہنچیں' اس وقت بھی عورت نہیں تھیں (۸)

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجہؓ سے اپنی شادی کے موقع پر انھیں آزاد کر دیا اور ان کی پہلا نکاح حضرت عبیدؓ بن زید سے کر دیا (۹) حضرت عبیدؓ سے ان کا پہلا بچہ پیدا ہوا' ایمن (۱۰)

اب ذرا ان سیرت نگاروں کی طرف توجہ دیں جو حضرت برکہؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رضاعی ماں لکھ رہے ہیں اور یہ سوچیں کہ جب تک کوئی عورت کسی بچے کی ماں نہ ہو' وہ اپنے بچے کو یا کسی اور کے بچے کو دودھ کیسے پلا سکتی ہے' اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جس ہستی سے محبت کرتے رہے' انھیں اپنی ماں فرمایا' ان سے مزاح فرماتے رہے'۔۔۔۔۔۔ اس محترم ہستی کے سلسلے میں اتنی بے احتیاطی سے یہ گفتگو کرنا کیا کسی سیرت نگار کو زیب دیتا ہے؟

اس معاملے کا ایک اور پہلو یہ ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پوری حیاتِ طیبہ میں حضرت اِم ایمنؓ ساتھ ساتھ رہیں۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ سے شادی تک تو ہر وقت ساتھ تھیں' بعد میں بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان سے ملنے کے لیے تشریف لے جاتے رہے' ان کی شادی کے لیے اہتمام فرماتے رہے۔۔۔۔۔۔ ایسے میں اگر انھوں نے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دودھ پلایا ہوتا تو کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس کا ذکر نہ فرماتے جبکہ آپ نے ان کے بارے میں یہ تک فرما دیا کہ یہ میری ماں کے بعد میری ماں ہیں۔

لیکن اصل میں یہ بات کرنا اور پھر اسے نقل کرنا سوائے اس حقیقت کے کچھ نہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور ان کی محترم ہستیوں کے ذکر میں احتیاط

کا دامن ہاتھ سے چھوڑ بیٹھتے ہیں اور اتنے محتاط نہیں رہتے جتنا رہے بغیر بات کرنا کسی طرح بھی مناسب نہیں۔

حواشی

○ ۱۔ عمر رضا کحالہ۔ اعلام النسا فی عالمی العرب والاسلام۔ الجزء الاول (عربی)۔ ص ۸۸، ۱۰۷

○ ۲۔ جلال الدین سیوطی۔ الخصائص الصغرٰی (عربی) ص ۵۴/ الخصائص الصغرٰی اردو ترجمہ از عبدالرسول ارشد۔ ص ۹۴

○ ۳۔ السیرت الحلبیہ فی سیرت الامین المامون۔ الجزء الاول (عربی) مطبوعہ بیروت۔ ص ۱۳۸، ۱۴۴

○ ۴۔ ابراہیم سیالکوٹی۔ سیرت المصطفیٰ۔ جلد اول۔ ص ۱۷۷/ محمد رضا۔ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۳۶/ شمس الدین احمد حنفی۔ شعائرِ سیرت۔ ص ۱۸۱

○ ۵۔ اسوۃ الرسولؐ۔ جلد دوم۔ ص ۲۷

○ ۶۔ محمد اشرف، عبدالمصطفیٰ۔ سیرتِ سید المرسلینؐ۔ جلد اول۔ ص ۳۹۹، ۴۰۰

○ ۷۔ محمد میاں۔ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۱۰ (حاشیہ)

○ ۸۔ سید محمد اسمٰعیل اس موقع پر حضرت برکہ کے لیے "نوخیز برکہ" اور "ناتجربہ کار لڑکی" کے الفاظ استعمال کرتے ہیں (سیارہ ڈائجسٹ (ماہنامہ) لاہور۔ رسولؐ نمبر۔ جلد اول۔ ص ۲۰۴۔ "مضمون حضورِ اکرمؐ کا بچپن") علی اصغر چودھری ان کی عمر اس وقت قریباً بیس سال بتاتے ہیں (نبیٔ اکرمؐ کاشانہ نبوی میں۔ ص ۱۴)

○ ۹۔ مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۸۴۹

○ ۱۰۔ طالب الہاشمی۔ تذکارِ صحابیات۔ ص ۱۵۶

عواتک

آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رضاعی ماؤں میں عاتکہ نامی تین خواتین

کا نام بھی لیا جاتا ہے۔(۱) شاہ مصباح الدین شکیل لکھتے ہیں کہ "والدۂ ماجدہ نے سات روز، ثویبہؓ نے ۸ روز (دودھ پلایا) اور بقیہ عورتوں کا حال معلوم نہیں"۔(۲) یعنی حضرت حلیمہؓ کے آنے تک بقیہ عورتوں نے کتنے دن دودھ پلایا، اس کا حال معلوم نہیں۔ مگر عبدالشکور لکھتے ہیں کہ حضرت حلیمہؓ کے علاوہ سب نے تھوڑے تھوڑے دن دودھ پلایا۔(۳) محمد میاں "سیرۃ حلبیہ" کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ عاتکہ نامی تین لڑکیاں قبیلہ بنی سلیم سے تھیں۔(۴) سیرۃ حلبیہ میں یوں اضافہ کیا گیا کہ وہ تینوں کنواری تھیں۔(۵) "اسد الغابہ" میں حضرت سیابہؓ ابن عاصم کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے غزوۂ حنین کے موقع پر فرمایا کہ میں عواتک کا بیٹا ہوں۔(۶) سیرتِ حلبیہ میں لکھا ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ میں بنی سلیم کی عواتک کا بیٹا ہوں۔(۷)

ہمیں یہ بات عجیب سی لگی کہ ایک ہی قبیلہ کی تین عورتوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دودھ پلایا اور ان سب کا نام عاتکہ تھا۔ اگر ایسا تھا تو سیرتِ پاک کی سب کتابوں میں ان کی رضاعت کا ذکر کیوں نہیں ہے۔ اور جن کتابوں میں ذکر ہے بھی، ان میں بھی صرف رضاعت کے حوالے سے یہ فقرہ ہی چلتا ہے کہ انھوں نے دودھ پلایا، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیاتِ پاک میں پھر کہیں ان میں سے کوئی خاتون حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کیوں نہیں ملی۔ ان کی کسی اولاد کا ذکر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے رضاعی بہن بھائیوں میں کیوں نہیں ملتا۔ حضرت حلیمہؓ کا ذکر تو خیر ہر کتاب میں ہے، حضرت ثویبہؓ کا تذکرہ بھی کہیں کہیں ہوتا ہے، لیکن عاتکہ نام کی ان تین خواتین کا ذکر کسی اور حوالے سے، کسی اور مقام پر کیوں نہیں ملتا۔ خود حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی رضاعی ماؤں کے ذکر میں انھیں کیوں یاد نہ فرمایا۔ اور، اگر عاتکہ نام کی تین خواتین نے، جو ایک ہی قبیلے سے تعلق رکھتی تھیں؛ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دودھ پلایا تھا تو ان کے قبیلے کا اس حوالے سے بطورِ خاص ذکر کیوں کہیں نہیں آتا۔

اس سلسلے میں قبیلہ بنی سلیم کا تذکرہ تلاش کیا گیا اور عواتک کا سراغ لگانے کی کوشش کی گئی تو عمر رضا کحالہ کی کتاب "اعلام النسا فی عالمی العرب والاسلام" میں عرب کی عاتکہ نامی ۱۲ خواتین کا ذکر کیا گیا تھا جن میں عاتکہ بنت الحسن بن احمد العطار، عاتکہ بنتِ زید (۷۔الف) بن عمرو بن نفیل القرشیہ، عاتکہ بنتِ شہدہ، عاتکہ بنتِ عبدالمطلبؓ (۸) عاتکہ بنتِ عبدالملک بن الحارث المخزومیہ، عاتکہ الحتویہ، عاتکہ بنتِ عمرو بن یزید الاسدی، عاتکہ بنت الفرات بن معاویہ البکائی، عاتکہ بنتِ مروان، عاتکہ بنتِ معاویہ بن ابی سفیان، عاتکہ بنتِ نعیم بن عبداللہ العدویہ، عاتکہ بنتِ یزید بن معاویہ (۹) شامل تھیں۔ کحالہ مشہور ماہر انساب ہیں لیکن ان کی اس کتاب میں بھی بعض عواتک کا ذکر نہیں ملا۔ دوسری کئی کتابوں میں عاتکہ نام کی درج ذیل خواتین ایسی ملیں جن کا تذکرہ کحالہ کی محولہ بالہ کتاب میں نہیں تھا۔ ان میں عاتکہ بنتِ سعید بن زید (۱۰)، عاتکہ بنتِ عبداللہ بن نضلہ (۱۱)، عاتکہ بنتِ امیہ بن حارث بن اسد (۱۲)، عاتکہ بنتِ عبداللہ بن معاویہ (۱۳)، عاتکہ بنتِ عوف (۱۴)، عاتکہ بنتِ وہب (۱۵)، عاتکہ بنتِ ولید بن مغیرہ (۱۶)، عاتکہ بنتِ عامر کنانیہ (۱۷)، عاتکہ بنتِ احنف بن علقمہ (۱۸)، عاتکہ بنتِ خالد بن منقذ بن ربیعہ (۱۹)، عاتکہ بنتِ عبداللہ بن عنکشہ بن عامر بن مخزوم (۲۰) اور عاتکہ بنت امیہ بن ابی صلت ثقفی (۲۱) شامل ہیں۔

عاتکہؓ نامی باقی خواتین کے اسلام کے متعلق میں کچھ نہیں کہہ سکتی لیکن اگر کحالہ نے مسلمان عواتک ہی کا ذکر کیا ہے تو بھی ان میں عاتکہ بنتِ خالد یعنی ام معبد، عاتکہ بنتِ اسید بن ابوالعیص بن امیہ بن عبد شمس، عاتکہ بنتِ عوف بن الحارث اور عاتکہ بنتِ ولید بن مغیرہ کا اسلام ثابت ہوتا ہے اور ان کا ذکر کحالہ نے اپنی کتاب میں نہیں کیا۔(۲۲)

اب قبیلہ بنی سلیم کے متعلق معلومات اکٹھی کرنی شروع کیں تو عمر رضا کحالہ ہی کی کتاب "معجم قبائل العرب القدیمہ والحدیثہ" میں بنو سلیم کا تذکرہ ملا مگر اس میں رضاعی ماؤں کا ذکر کہیں نہ تھا۔ اسی طرح بنو سلیم کے متعلق مزید معلومات حاصل کی

گئیں تو معلوم ہوا کہ ڈاکٹر محمد یسین مظہر صدیقی بھی "عہدِ نبویؐ میں تنظیم ریاست و حکومت" میں بنو سلیم کے ذکر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رضاعت کے متعلق کچھ نہیں لکھتے۔(۲۴) نقوش جلد ۲ میں قبیلے کے متعلق کچھ معلومات ملیں کہ "بنو سلیم کے مکہ سے انتہائی قدیم اور قریبی تعلقات تھے۔ رسولِ خدا (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے اسلاف کی تیسری سے چھٹی نسل تک حضور (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی تین دادیاں جن کا ایک ہی نام "عاتکہ" تھا' بنو سلیم سے تعلق رکھتی تھیں۔ تاہم اس سے (یعنی اس قبیلہ سے) پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا۔ غالباً رسولِ خدا (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) سے تعلقات ظہورِ اسلام سے قبل ہی بگڑ چکے تھے"۔(۲۵)

قبیلہ بنی سلیم کے اس تذکرہ میں دادیوں کے علاوہ کسی عورت کی رضاعت کے بارے میں کچھ نہیں ہے۔ یعنی اس قبیلہ کی تین عدد رضاعی ماؤں کا کہیں وجود نہ تھا حالانکہ ڈاکٹر حمید اللہ کے اسی مضمون میں "بنو ہوازن" میں حضرت حلیمہؓ کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رضاعی ماں کے حوالے سے ذکر کیا گیا ہے۔(۲۶)

یہاں سے یہ راہ تو مل گئی کہ دراصل عاتکہ نامی خواتین آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دادیاں تھیں۔ مگر سیرتِ طیبہ میں باقی کئی اہم مسائل کے علاوہ رضاعت کا مسئلہ بھی بہت الجھا ہوا اور نازک مسئلہ ہے۔ اہلِ سِیَر نے اس سلسلے میں نہایت بے احتیاطی سے جو جی چاہا' اضافہ کیا۔ ڈاکٹر حمید اللہ نے دادیوں کا محض ذکر کیا' کوئی وضاحت نہ کی کہ وہ عاتکہ نامی تین دادیاں کون سی ہیں۔ اب اجداد میں سے انھیں تلاش کیا جانے لگا جو ایک مشکل کام یوں ہے کہ عرب کی خواتین کی جب تک شادی ہو کر پہلا بچہ نہیں ہو جاتا' ان کا نام اور رہتا ہے' بچے کی پیدائش سے نام بدل جاتا ہے اور پھر تمام عمر پہلا نام لیا ہی نہیں جاتا۔ مثلاً برکہ کا پہلا بچہ ایمن پیدا ہوا تو وہ ام ایمن ہو گئیں اور پھر یہی رہیں۔(۲۷) اجداد میں سے تلاش شروع کی تو اسرار کھلتے گئے اور مزید معلومات حاصل ہوئیں۔

عاتکہ کا معنی طاہر ہے۔ (۲۸) عاتکہ کلام عرب میں ایسی بی بی کو کہتے ہیں جو پاک و طاہر ہو۔ از روئے لغت عاتک و عاتکہ شریف و کریم و خالص اللون و صافی مزاج کو کہتے ہیں۔ خصوصاً وہ بیبیاں جو اس قدر خوشبو میں بسی ہوں کہ اس کی کثرت سے جسم سرخ ہو رہا ہو۔ عرب میں ان خواتین کی شرافت ضرب المثل تھی۔(۲۹)

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجداد میں عواتک کی تعداد میں اختلاف ہے۔ مثلاً ابن عساکر نقل کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی جدات میں عواتک کی تعداد چودہ ہے۔ بعض نے کہا گیارہ ہے۔(۳۰) طبقاتِ ابنِ سعد کے مطابق حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نسب شریف میں عاتکہ نامی بیبیوں کی تعداد تیرہ ہے۔(۳۱) حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اجداد میں حضرت مالک کی بیوی اور حضرت فہر کی والدہ کا نام عاتکہ اور عکرشہ تھا۔(۳۲)

حضرت فہر کی ایک بیوی جو حضرت غالب کی ماں تھیں' ان کا نام بھی عاتکہ ہذلیہ ہے۔(۳۳) غالب کی بیوی عاتکہ بنتِ مخلد بن النضر بن کنانہ ہیں۔ (۳۴) حضرت غالب کی یہ بیوی حضرت لوی کی والدہ ہیں۔(۳۵) حضرت لوی کی بیوی جو ماویہ کی والدہ ہیں' ان کا نام بھی عاتکہ بنتِ کاہل بن عذرہ تھا۔(۳۶) عبد مناف کی والدہ یعنی قصی کی بیوی عاتکہ بنتِ فالج بعض ذکوان بنی سلیم سے تھیں۔(۳۷) عبدِ مناف کی بیوی کا نام عاتکہ بنتِ مرہ بن ہلال بن فالج بن ذکوان بن ثعلبہ بن بشہ بن سلیم بن منصور ہے۔(۳۸) یہ ہاشم کی والدہ ہیں۔(۳۹) عبدالرحمٰن ابنِ جوزی لکھتے ہیں کہ "آپؐ کے والدِ ماجد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی والدۂ ماجدہ کا نام حضرت عاتکہ بنتِ ابی وہب بن عمر بن عائذ رضی اللہ عنہم ہے جو بنی مخزوم قبیلہ سے تھیں۔ ابنِ قتیبہ نے "المعارف" میں لکھا ہے کہ حضرت عاتکہ رضی اللہ عنہا کا نام فاطمہ (۴۰) بنتِ عمر بن عائذ بن عمران بن مخزوم ہے۔(۴۱)

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ننھیال بھی دراصل حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ددھیال ہی ہیں کیونکہ حضرت آمنہؓ کے اجداد حضور صلی اللہ علیہ

وآلہٖ وسلم کے اجداد سے جا ملتے ہیں۔(۴۲) حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نانا جان اور حضرت آمنہؓ کے والدِ ماجد حضرت وہب کی والدہ کا نام بھی عاتکہ تھا اور وہ بنی سلیم سے تھیں۔ ان کا نسب یہ ہے' عاتکہ بنت الاوقص بن مرہ بن ہلال بن فالج بن ذکوان بن سلیم۔(۴۳) اس کے علاوہ حضرت آمنہؓ کی والدہ کا نام برہ' ان کی والدہ کا نام ام حبیبہ' ان کی والدہ کا نام ذب اور ان کی والدہ کا نام عاتکہ لیلیٰ بن عوف تھا۔(۴۴) سلمان منصور پوری لکھتے ہیں کہ حضرت آمنہؓ کی نانی ام حبیب کی پرنانی کی نانی کا نام عاتکہ بنت عاضرہ تھے اور ان کا سلسلہ قصی سے جا ملتا ہے۔(۴۵)

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فرمان کہ "اَنَا ابنُ العَوَاتِک" (میں عاتکہ نامی عورتوں کا بیٹا ہوں) سے مراد یہی جدات ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد گرامی کے پیش نظر کہ "اَنَا ابنُ العَوَاتِک مِنْ بَنِیْ سُلَیْم" ۔(۴۷) ہمیں یہ دیکھنا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وہ دادیاں جو بنی سلیم سے بھی ہیں اور ان کے نام بھی "عاتکہ" ہیں' وہ کون ہیں۔ کیونکہ اگر یہ معلوم ہو جاتا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فرمانِ گرامی کا معنی سمجھ میں آجاتا ہے' ورنہ اہل سیر میں سے بعض حضرات نے تو عاتکہ نام کی بنی سلیم کی تین عورتوں کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رضاعی مائیں کہہ ہی رکھا ہے۔ خاصی چھان پھٹک کے بعد معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جدِ امجد عبدِ مناف کی والدہ جو قصی کی بیوی عاتکہ بنتِ فالج بن ذکوان (۴۸) اور عبدِ مناف کی بیوی عاتکہ بنتِ مرہ بن ہلال بن فالج بن ذکوان بن ثعلبہ بن بشہ بن سلیم بن منصور (۴۹) ہے اور حضرت آمنہؓ کی دادی عاتکہ بنت الاوقص بن مرہ بن ہلال بن فالج بن ذکوان بن سلیم (۵۰) ہیں--------- اور' یہی تین دادیاں ہیں جن کا ذکر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محولہ بالا حدیثِ پاک میں ہے۔

اس سے ہمارے محترم سیرت نگار حضرات کی اس اہم موضوع پر یہ بے احتیاطی سامنے آتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تو اپنی محترم دادیوں کا ذکر

فرماتے ہیں اور اپنے آپ کو بنی سلیم کی تین عواتک کا بیٹا قرار دیتے ہیں اور اس پر فخر کا اظہار فرماتے ہیں۔۔۔۔ اور ہمارے سیرت نگار کدو کاوش کی راہ اختیار کرنے کے بجائے اپنی مرضی سے یہ کہہ کر کہانی بنا لیتے ہیں کہ بنی سلیم کی عاتکہ نام کی تین خواتین نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دودھ پلایا۔ اور "سیرتِ حلبیہ" میں تو ان عواتک کو کنواری لڑکیاں کہہ کر اسے معجزہ بھی قرار دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے آقا و مولا' خالق کائنات کے محبوب و محب' حضور محمدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ذکر میں کچھ لکھنے کی کوشش میں مؤدب رہنے کی توفیق بخشے اور ہم کہانیاں بنانے کا ارادہ ترک کر دیں۔ آمین!

حواشی

○ ا۔ سیرتِ احمدِ مجتبیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۶۷/ محمد میاں۔ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۱۰

قدر آفاقی اپنی پنجابی کتاب "مکی مدنی ماہی" کے متن میں رضاعت کے سلسلے میں صرف حضرت آمنہؓ ثویبہؓ اور حلیمہؓ کا ذکر کرتے ہیں مگر حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ اپنی والدہ ماجدہ کے علاوہ ثویبہؓ' حلیمہؓ' خولہ بنت المنذر اور عاتکہ نامی تین عورتوں میں بھی آپؐ کو دودھ پلایا۔ (قدر آفاقی۔ مکی مدنی ماہی۔ ص ۲۰۳ متن و حاشیہ) محمد صالح صرف یہ لکھتے ہیں کہ اس کے بعد تین عورتوں نے دودھ پلایا۔ ان کے نام نہیں لکھتے کہ وہ عواتک تھیں۔ (سرورِ عالمؐ۔ ص ۳۲'۳۳)

○ ۲۔ سیرتِ احمدِ مجتبیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۶۷

○ ۳۔ عبدالشکور۔ ذکرِ حبیبؐ۔ ص ۵۴

○ ۴۔ محمد میاں۔ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۱۰ (حاشیہ)

یہاں ایک نئی بات سنیئے کہ "یہ تینوں خواتین قبیلہ عواتک کی تھیں"۔ (شیخ محمد رضا۔ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۳۶/ راجا محمد شریف۔ شہدائے عہدِ نبویؐ۔ ص ۳۷)

اب آپ عرب کی پوری تاریخ کو جتنا مرضی کھنگال لیں۔ آپ کو کوئی

ایسا نہیں ملے گا جس کا نام عواتک ہو۔ عواتک تو عاتکہ کی جمع ہے۔ شیخ محمد رضا اور راجا محمد شریف نے یہ بات بغیر سوچے سمجھے لکھ دی ہے جو غلط ہے۔

○ ۵۔ سیرتِ حلبیہ۔ جلد اول۔ ص ۱۴۴

○ ۶۔ اسد الغابہ۔ جلد چہارم۔ ص ۲۰۳

○ ۷۔ سیرتِ حلبیہ۔ جلد اول۔ ص ۱۴۴

○ ۷۔الف۔ حضرت ابوبکر کی بہو اور حضرت عبداللہ بن ابوبکر کی بیوی کا نام بھی عاتکہ تھا۔ (دخترانِ اسلام۔ ص ۱۱۱)

عاتکہ بنتِ زید ابن عمرو حضرت سعید بن زید کی بہن تھیں۔ انھوں نے مکہ سے مدینہ ہجرت کی۔ یہ سابقین اسلام میں سے تھیں۔ ان کی پہلی شادی حضرت عبداللہ بن ابوبکر سے ہوئی اور ان کی وفات کے بعد حضرت عمر بن خطاب سے شادی ہوئی اور ان سے عیاض نامی لڑکا پیدا ہوا۔ حضرت عمرؓ کی شہادت کے بعد حضرت عاتکہ کی شادی حضرت زبیر بن عوام سے ہوئی۔ زبیر کی وفات پر عاتکہ نے ایک مشہور مرثیہ لکھا۔ (اسلامی انسائیکلوپیڈیا۔ ص ۱۰۲۱) یہ حضرت عمرؓ کی چچا زاد تھیں۔(اسد الغابہ۔ جلد ۱۰۔ ص ۱۷۹)

حضرت عاتکہ مسجد جایا کرتی تھیں اس لیے جب ان کے پہلے شوہر عبداللہ بن ابوبکر کی وفات کے بعد حضرت عمر نے ان سے عقد کی خواہش بیان کی تو انھوں نے یہ شرط رکھی کہ انہیں مسجد جانے سے نہ روکا جائے۔ حضرت عمر راضی ہو گئے اور انھوں نے شادی کر لی اور حضرت عمرؓ کی شہادت کے بعد حضرت عاتکہ نے زبیر بن عوام سے شرط رکھی کہ انھیں مسجد جانے سے نہ روکا جائے۔ بظاہر زبیرؓ مان گئے مگر ایک دن حضرت عاتکہ مسجد جا رہی تھیں اور یہ ان کے راستے میں اندھیرے میں بیٹھ گئے اور انہیں ہاتھ مارا۔ حضرت عاتکہؓ نے اس دن کے بعد مسجد جانا چھوڑ دیا۔(اصح السیر۔ ص ۵۹۰)

○ ۸۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی چھ پھوپھیوں میں سے ایک عاتکہ بھی

تھیں۔(شرف النبیؐ۔ ص ۱۹۸)

حضرت عاتکہ بنتِ عبدالمطلبؓ نے جنگِ بدر سے چند دن پہلے ایک خواب دیکھا تو کافروں نے یہ خواب سن کر ان کی خوب ہنسی اڑائی کہ اب تو ہاشم کی لڑکیاں بھی نبوت کرنے لگیں۔ آخر اس خواب کی تعبیر پوری ہوئی۔ ان کا خواب تھا کہ ایک سوار ہے' اس نے کوہ ابو قیس سے ایک پتھر اٹھا کر رکن کعبہ پر کھینچ مارا اور اس پتھر کے ریزے ہو گئے اور ہر ریزہ قریش کے ہر گھر میں جا پہنچا۔ البتہ بنو زہرہ بچے رہے۔(منصور پوری۔ رحمت للعالمینؐ۔ جلد دوم۔ ص ۸۹/ واقدی۔ مغازی الرسولؐ۔ ص ۱۷۔۱۹/ شبلی۔ سیرت النبیؐ۔ جلد اول۔ ص ۱۳۵۔۱۳۸)

○ ۹۔ عمر رضا کحالہ۔ اعلام النسا فی عالی العرب والسلام (عربی) الجز الاول۔ دمشق ۱۳۵۹ھ/ ۱۹۴۰۔ ص ۹۴۳' ۹۴۴' ۹۴۹' ۹۵۰' ۹۵۱' ۹۵۴' ۹۵۷

○ ۱۰۔ جن عاتکہ کا ذکر کحالہ نے کیا ہے ان میں عاتکہ بنتِ زید بن عمرو بن نفیل القرشیہ کے بھائی حضرت سعیدؓ بن زید کے تیرہ بیٹے اور پندرہ بیٹیاں تھیں۔ بیٹیوں میں ایک عاتکہ بھی تھیں۔ (سیر الصحابہ۔ جلد دوم۔ مہاجرین حصہ اول۔ ص ۱۸۷)

○ ۱۱۔ حضرت مسعودؓ بن سوید بن حارثہ بن نضلہ کی والدہ کا نام عاتکہ بنتِ عبداللہ بن نضلہ تھا۔ (شہدائے عہدِ نبویؐ۔ ص ۳۱۰)

○ ۱۲۔ حضرت اسود بن ابی البجر کی والدہ کا نام عاتکہ بنت امیہ تھا۔ (اسد الغابہ۔ جلد اول۔ ص ۱۱۷)

○ ۱۳۔ حضرت معاویہ کے بیٹے عبداللہ بن معاویہ کی ایک ہی بیٹی عاتکہ تھیں۔ (کتاب المعارف۔ ص ۳۵۱)

○ ۱۴۔ حضرت مسوَر بن مخرمہ بن نوفل بن اہیب بن عبد مناف کی والدہ کا نام عاتکہ بنتِ عوف تھا۔ یہ عبدالرحمٰن بن عوف کی بہن تھیں۔ (اسد الغابہ۔ جلد ۸۔ ص ۱۵۵)

○ ۱۵۔ یہ حضرت زبیرؓ بن عبدالمطلبؓ کی بیوی تھیں۔ ان کے بیٹے عبداللہ بن زبیرؓ کو

حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میری ماں کے بیٹے فرمایا کرتے۔ (اسد الغابہ۔ جلد پنجم۔ ص ۲۲۲)

○ ۱۶۔ یہ حضرت ہشام بن عاص کی والدہ تھیں۔ ہشامؓ ابوجہل بن ہشام کے بھتیجے تھے۔ ان کا باپ کفر کی حالت میں غزوۂ بدر میں مارا گیا۔ (اسد الغابہ۔ جلد ۹۔ ص ۱۵۵)

○ ۱۷۔ یہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ کی والدہ ہیں۔ (سراپائے اقدسؐ۔ ص ۲۲۵/ سیرتِ رسولِ عربیؐ۔ ص ۶۹۸/ اصح السیر۔ ص ۵۷۷)

○ ۱۸۔ یہ ام المؤمنین حضرت سودہؓ کی والدہ ہیں۔ یہ خاندان بنی معیص بن عامر بن لوی سے تھیں۔ (اسد الغابہ۔ جلد ۶۔ ص ۱۵۷)

○ ۱۹۔ ہجرتِ مدینہ کے موقع پر یہ راستے میں حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی میزبان بنی تھیں اور آپؐ کا سراپا بھی بیان کیا تھا۔ انھیں ام معبد کہا جاتا ہے۔ (اسد الغابہ۔ جلد ۱۰۔ ص ۱۶۹/ سیرتِ رسولِ عربیؐ۔ ص ۱۰۶)

○ ۲۰۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے نابینا مؤذن صحابہ حضرت ابنِ ام مکتوم کی والدہ تھیں۔ اور حضرت خدیجہؓ کے سگے ماموں کی بیوی تھیں۔ (طالب ہاشمی۔ خیر البشرؐ کے چالیس جان نثار۔ ص ۱۱۹)

"قومی ڈائجسٹ" میں لکھا ہے کہ یہ عاتکہ حضرت خدیجہؓ کی پھوپھی تھیں۔ (قومی ڈائجسٹ۔ صحابہؓ کرام نمبر۔ جلد دوم۔ ص ۳۳۱)

○ ۲۱۔ مشہور عرب شاعر امیہ بن ابی الصلت ثقفی خود مسلمان نہ ہوا تھا مگر اس کی بہن عاتکہ مسلمان ہو گئی تھیں۔ (مختصر سیرۃ الرسولؐ۔ ص ۹۱)

○ ۲۲۔ اسد الغابہ۔ جلد ۱۰۔ ص ۱۶۸۔۱۷۵

○ ۲۳۔ عمر رضا کحالہ۔ معجم قبائل العرب القدیمہ و لحدیثہ۔ (عربی) الجز الثانی۔ موسسہ الرسالہ بیروت۔ ۱۴۰۵ھ / ۱۹۸۵ء

○ ۲۴۔ نقوش۔ جلد ۵۔ ص ۳۶۱۔۳۶۴

○ ۲۵۔ نقوش۔ جلد ۲۔ مضمون ۵۹۷

"مدینہ کے شمال مشرق میں بنو غطفان اور بنو فزارہ، مشرق میں بنو سلیم اور جنوب مشرق میں بنو ہوازن آباد تھے۔ یہ سب قبائل ایک ہی مورثِ اعلیٰ قیس کی اولاد تھے اور عم زاد قبائل تھے"۔

○ ۲۶۔ نقوش۔ جلد ۲۔ ص ۵۹۹

○ ۲۷۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انھیں ماں کہا کرتے تھے۔

○ ۲۸۔ سلمان منصور پوری۔ رحمت للعالمینؐ۔ جلد دوم۔ ص ۸۹

○ ۲۹۔ طبقاتِ ابنِ سعد۔ ص ۹۱ بحوالہ النبی الاطہرؐ۔ ص ۴۵، ۴۴ (حاشیہ)

○ ۳۰۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۱۳۰

○ ۳۱۔ النبی الاطہرؐ۔ ص ۴۶ (حاشیہ)

○ ۳۲۔ معارج النبوت۔ جلد اول۔ ص ۱۰۷

مالک اپنے وقت میں ملکِ عرب کے حاتم تھے۔ (معارج النبوت۔ جلد اول۔ ص ۱۰۷) فہر کی بیوی لیلیٰ بنتِ حارث بن تمیم بن سعد بن ہذیل بن مدرکہ کی نانی کا نام عاتکہ بنت الاسد تھا۔ (سلمان منصور پوری۔ رحمت للعالمینؐ۔ جلد دوم۔ ص ۲۷)

○ ۳۳۔ ابی حاتم اور ابن قتیبہ نے ان کا نام سلمیٰ بنتِ سعد لکھا ہے۔ (النبی الاطہرؐ۔ ص ۴۸)

○ ۳۴۔ سلمان منصور پوری۔ رحمت للعالمینؐ۔ جلد دوم۔ ص ۲۷

○ ۳۵۔ تاج دارِ دو عالمؐ کے والدین۔ ص ۱۳۔ لوی مکے کے مالک و مختار تھے اور بادشاہِ وقت تھے۔ (ایضاً)

○ ۳۶۔ سلمان منصور پوری۔ رحمت للعالمینؐ۔ جلد دوم۔ ص ۲۶

○ ۳۷۔ سیرتِ محمدیہؐ۔ جلد دوم۔ ص ۳۱۲/ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۱۳۰، ۱۳۱

○ ۳۸۔ سلمان منصور پوری۔ رحمت للعالمینؐ۔ جلد دوم۔ ص ۲۵/ انوارِ محمدیہؐ۔ ص ۳۱۲/ النبی الاطہرؐ۔ ص ۴۷

○ ۳۹۔ معارج النبوت۔ جلد اول۔ ص ۴۰۲

آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جدِ امجد عبدِ مناف بن قصی کی تین بیویوں میں سے پانچ لڑکے اور چھ لڑکیاں تھیں۔ جن میں سے تین بیٹوں میں ہاشم' عبدِ شمس' مطلب اور پانچ بیٹیوں میں تماضر' حیہ' ام الاخثم' قلابہ اور امِ سفیان کی والدہ کا نام عاتکہ بنتِ مرہ تھے۔ (اصح السیر۔ ص ۱/ شجرۂ رسول مقبولؐ۔ ص ۵۵)

○ ۴۰۔ حضرت عبدالمطلبؓ کی بیوی اور حضرت عبداللہؓ بن عبدالمطلبؓ کی والدہ حضرت فاطمہ کی والدہ مخرہ کی پڑنانی کا نام عاتکہ بنتِ عبداللہ بن وائکہ بن ظرب تھے۔ (منصور پوری۔ رحمت للعالمینؐ۔ جلد دوم۔ ص ۲۵ (متن و حاشیہ)

○ ۴۱۔ النبی الاطہرؐ۔ ص ۴۵۔ (حضرت عبداللہؓ کی والدہ کے نام کے بارے میں ابنِ جوزی کا خیال درست نہیں۔)

○ ۴۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے والدِ ماجد حضرت عبداللہ کی طرف سے چھ پشتوں اور والدہ حضرت آمنہؓ کی طرف سے پانچ پشتوں میں یہ دونوں خاندان کلاب پر جا کر مل جاتے ہیں۔ (سیرتِ احمدِ مجتبیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۵۶/ شجرۂ رسول مقبولؐ۔ ص ۲۳)

○ ۴۳۔ کتاب المعارف۔ ص ۱۱۶/ سیرتِ محمدیہؐ۔ جلد دوم۔ ص ۳۱۳/ انوارِ محمدیہؐ۔ ص ۲۱۲'۲۱۳/ النبی الاطہرؐ۔ ص ۵۱

○ ۴۴۔ معارج النبوت۔ جلد اول۔ ص ۴۸۷

○ ۴۵۔ منصور پوری۔ رحمت للعالمینؐ۔ جلد دوم۔ ص

○ ۴۶۔ النبی الاطہرؐ۔ ص ۴۵

○ ۴۷۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۱۲۹'۱۳۰

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اجداد میں سے حضرت الیاس کی اولاد سلیم کی اولاد "بنو سلیم" کہلائی۔ (منصور پوری۔ رحمت للعالمینؐ۔ جلد دوم۔ ص ۵۷)

○ ۴۸۔ سیرتِ محمدیہؐ۔ جلد دوم۔ ص ۳۱۲

○ ۴۹۔ سلمان منصور پوری۔ رحمت للعالمینؐ۔ جلد دوم۔ ص ۲۵
○ ۵۰۔ کتاب المعارف۔ ص ۱۲۶

خولہ بنت المنذر

آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دودھ پلانے میں خولہ بنت المنذر کا نام بھی لیا جاتا ہے۔ (۱) علامہ حلبی لکھتے ہیں کہ شاید خولہ بنت المنذر دو ہوں، ایک حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دودھ پلانے والی اور دوسری حضرت ابراہیم کی رضاعی والدہ۔ (۲) ''اعلام النسا'' میں خولہ بنت المنذر کا نام تک نہیں ملتا۔ (۳) اگرچہ ایک خولہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خادمہ تھیں۔ (۴) طالب ہاشمی نے کچھ خواتین کا ذکر کیا ہے جن کا نام خولہ ہے۔ ایک خولہ تو قبیلہ بنو سلیم کی بھی ہیں۔ حضرت اوسؓ بن صامت کی بیوی کا نام بھی خولہ تھا۔ (۶) حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلبؓ کی بیوی کا نام بھی خولہ بنتِ قیس ہے۔ (۷) ایک خولہ بنتِ ثامر انصاریہ ہیں۔ (۸) مگر ان سب کے والد کا نام المنذر نہیں۔

طالب ہاشمی امِ بردہ خولہ انصاریہؓ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ''بعض روایتوں میں ان کے والد کا نام منذر بن زید انصاری اور بعض میں زید انصاری آیا ہے۔ ان کا نکاح حضرت براء بن اوس انصاری سے ہوا۔ ایک روایت میں ہے کہ انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم کو دودھ پلایا۔ اس کے عوض حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انھیں نخلستان کا قطعہ مرحمت فرمایا۔ لیکن صحیح بخاری میں حضرت انس کی روایت کے مطابق حضرت ابراہیم کو دودھ پلانے کی سعادت حضرت امِ سیف کو نصیب ہوئی۔ قاضی عیاض نے لکھا کہ امِ سیف اور امِ بردہ ایک ہی ہیں لیکن علامہ شبلی نعمانی نے سیرۃ النبیؐ میں لکھا ہے کہ قاضی عیاض کی تاویل اگرچہ کچھ مستبعد نہیں مگر امِ بردہ کے شوہر براء بن اوس ابوسیف کی کنیت سے مشہور نہیں'' (۹)

حواشی

○ ۱۔ شیخ محمد رضا۔ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۳۶/ سیرتِ احمدِ مجتبیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۶۷/ محمد صالح۔ سرورِ عالمؐ۔ ص ۳۲'۳۳/ عبدالشکور۔ ذکرِ حبیبؐ۔ ص ۵۴/ شہدائے عہدِ نبویؐ۔ ص ۳۷/ قدر آفاقی۔ مکی مدنی ماہیؐ۔ ص ۲۳ (حاشیہ)

○ ۲۔ علامہ حلبی۔ سیرتِ حلبیہ۔ ص ۱۳۸

○ ۳۔ عمر رضا کحالہ۔ اعلام النسا

○ ۴۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خادمہ تھیں۔ ان کے باپ کا نام معلوم نہ ہو سکا۔ (محمد احمد پانی پتی۔ غلامانِ محمدؐ۔ ص ۲۵۵)

○ ۵۔ ان کی کنیت ام شریک تھی۔ ان کے والد کا نام حکیم بن امیہ بن حارثہ بن اوقص بن مرہ بن ہلال بن فالج بن ذکوان بن ثعلبہ بن بہثہ بن سلیم ہے۔ ان کا نکاح حضرت ابوالسائب عثمان بن مظعون جمحی سے ہوا۔ عثمان بن مظعون کی وفات کے بعد انھوں نے دوسری شادی نہ کی۔ حافظ ابنِ عبدالبر نے لکھا ہے کہ وہ ایک نیک اور قابلِ تکریم خاتون تھیں۔ انھیں شعرو شاعری کا شوق تھا۔

حضرت خولہ بنتِ حکیم سے پندرہ حدیثیں مروی ہیں۔ ان کے بارے میں یہ نہیں لکھا کہ انھوں نے آپؐ یا حضرت ابراہیم کو دودھ پلایا ہو۔ (طالب ہاشمی۔ تذکارِ صحابیات۔ ص ۳۷۴-۳۷۱)

○ ۶۔ ان کے والد کا نام ثعلبہ ہے۔ ان کا نسب خولہ بنت ثعلبہ بن اصرم بن فہر بن قیس بن ثعلبہ بن غنم بن سالم بن عوف ہے۔ (تذکارِ صحابیات۔ ص ۳۲۰)

○ ۷۔ تذکارِ صحابیات۔ ص ۳۵۴

○ ۸۔ ایضاً۔ ص ۵۵۹

○ ۹۔ ایضاً۔ ص ۳۵۳

بنی سعد کی ایک عورت

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی رضاعت کے سلسلے میں لکھا جاتا ہے کہ حلیمہؓ کے علاوہ بنی سعد کی ایک عورت نے بھی حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کو دودھ پلایا تھا۔ (۱) بنی سعد کی اس عورت نے حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلبؓ کو دودھ پلایا تھا۔ (۲) صفی الرحمٰن مبارک پوری زاد المعاد جلد ا۔ ص ۱۹ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے چچا حضرت حمزہ بن عبدالمطلبؓ دودھ پلانے کے لیے بنی سعد کی ایک عورت کے سپرد کیے گئے تو اس عورت نے ایک دن حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کو دودھ پلا دیا۔ ان دنوں آپؐ حضرت حلیمہؓ کے پاس تھے۔ اس طرح حضرت حمزہؓ اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم آپس میں دُہرے رضاعی بھائی بن گئے۔ ایک ثویبہؓ اور دوسرے بنی سعد کی اس عورت کی نسبت سے۔ (۳) اب کچھ سیرت نگاروں نے اس عورت کے نام یوں تخلیق کیا کہ اس عورت کا نام سعدیہ تھا۔ (۴)

بنی سعد کی اس گمنام خاتون یا سعدیہ نام کی خاتون کے بارے میں جو معلومات سامنے ہیں، خود انھی سے یہ بات کھل جاتی ہے کہ اس میں کچھ حقیقت نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے بارے میں گفتگو کرتے وقت افسانہ طرازیوں سے باز رہنے کی توفیق دے۔

حواشی

○ ا۔ عبدالشکور۔ ذکرِ حبیبؐ۔ ص ۵۴/ محمد صالح۔ سرورِ عالمؐ۔ ص ۳۲، ۳۳
○ ۲۔ ابنِ قیم جوزی۔ اسوہ حسنہ/ العطور المجموعہ۔ ص ۴۰
○ ۳۔ الرحیق المختوم۔ ص ۱۰۲، ۱۰۳/ حبیبِؐ خدا۔ ص ۶۰
○ ۴۔ شیخ محمد رضا۔ محمد رسول اللہ۔ ص ۳۶/ سیرتِ احمدِ مجتبیٰؐ۔ ص ۶۷/ راجا محمد شریف۔ شہدائے عہدِ نبویؐ۔ ص ۳۷

حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی یہی خادمہ حضرت عائشہؓ کے نکاح کا پیغام

لے کر گئی تھیں۔ (سیرتِ احمدِ مجتبیٰ۔ ص ۳۶۳)۔

اُمِ فروہ

محمد میاں صدیقی نے اپنی کتاب میں رضاعت کے سلسلے میں لکھا ہے کہ "تین لڑکیاں قبیلہ بنی سلیم کی تھیں جن میں سے ہر ایک کا نام عاتکہ تھا۔ ایک خاتون کا نام ام فروہ تھا۔ ام ایمنؓ کا نام بھی لیا جاتا ہے" (۱)

"اعلام النسا" میں ام فروہ نامی دو خواتین کا ذکر کیا گیا ہے۔ ام فروہ قاسم بن غنام کی دادی اور ام فروہ بنت ابی قحافہ (۲)۔ ام فروہ بنت ابو قحافہ حضرت ابوبکر صدیق کی بہن تھیں۔ (۳)

حضرت جعفر صادقؒ کی والدہ کا نام بھی ام فروہؓ ہے جو حضرت ابوبکر صدیق کے پوتے حضرت قاسم کی بیٹی ہیں۔ (۴) ابن سعد نے قاسم بن غنام کی دادی ام فروہ کے بارے میں لکھا ہے کہ اسلام لائیں اور نبیؐ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیعت کی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی۔ (۵)

اللہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موضوع پر قلم اٹھانے والوں کو معاف فرمائے' ہر آدمی نے کچھ نہ کچھ اضافہ کرنے کے "شوق" میں بات کہاں سے کہاں تک پہنچا دی ہے۔ حیقیقت البتہ صرف اتنی ہے کہ سیدہ آمنہؓ کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صرف ثویبہؓ اور حضرت حلیمہؓ نے دودھ پلایا' اور بس!

حواشی

○ ۱۔ سیرتِ حلبیہ۔ جلد ۱۔ ص ۹۵/ محمد میاں۔ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۱۰ (حاشیہ)

○ ۲۔ کحالہ۔ اعلام النسا (عربی) جز ثالث۔ ص ۱۴۴

○ ۳۔ ان کی شادی حضرت اشعثؓ بن قیس سے ہوئی تھی۔ یہ اپنے نکاح کے بعد بازار گئے۔ وہاں اونٹوں کی منڈی لگ رہی تھی۔ انھوں نے تلواریں سونت لیں اور جو اونٹ آتا گیا۔ اس کی کونچیں کاٹ کر زمین پر گراتے گئے۔ لوگوں کو حیرت ہوئی تو

بولے' میں اپنے وطن میں ہوتا تو اور ہی سروسامان ہوتا۔ پھر تمام اونٹوں کی قیمت ادا کر دی اور اہلِ مدینہ سے کہا کہ میرے ولیمہ پر آپ لوگوں کی دعوت ہے۔ (تذکارِ صحابیات۔ ص ۳۰۱'۳۰۲)

کحالہ ابنِ عبدالبر کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ امِ فروہ بنت ابو قحافہ حدیث کی روایت کرنے والوں میں سے ہیں۔ اسلام لائیں اور بیعت کی۔ (اعلام النسا۔ جز ثالث۔ ص ۱۴۴)

○ ۴۔ دائی حلیمہؓ اور ان کی سرسبز و شادی بستی۔ ص ۲۵۸

○ ۵۔ اعلام النسا۔ جز ثالث۔ ص ۱۴۴

رضاعی بھائی

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رضاعت کے سلسلے میں سیرت نگاروں نے نہایت بے احتیاطی ک مظاہرہ کیا ہے۔ مثلاً رضاعی ماؤں کی کثرت کے علاوہ حضرت ابوسفیانؓ بن حارث بن عبدالمطلبؓ کے بارے میں بھی کہا جاتا ہے کہ انھوں نے حضرت حلیمہؓ کا دودھ پیا۔ اس نسبت سے یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے رضاعی بھائی بن گئے۔ حضرت ابوسفیانؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا رضاعی بھائی لکھنے والے سیرت نگاروں میں علاقہ قسطلانی (۱)' ابنِ اثیر (۲)' شیخ عبدالحق محدث دہلوی(۳)' عبدالرؤف دانا پوری (۴)' صفی الرحمٰن مبارک پوری (۵)' علامہ نبہانی (۶)' محمد رحیم دہلوی (۷) اور محمود احمد غضنفر (۸) شامل ہیں۔

حضرت ابوسفیانؓ بن حارث بن عبدالمطلبؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے رضاعی بھائی ہو ہی نہیں سکتے کیونکہ ان کی بیٹی حضرت امِ حبیبہؓ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نکاح میں تھیں۔ صحیح بخاری میں ام المؤمنین حضرت امِ حبیبہؓ سے مروی ہے کہ میں نے ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں یہ عرض کیا کہ میں نے سنا ہے آپ ابوسلمہؓ کی بیٹی درّہ سے نکاح کرنا چاہتے ہیں۔ اس پر آپؐ

نے نہایت تعجب سے فرمایا۔ "ام سلمیٰ کی بیٹی سے؟ جو میری تربیت میں ہے' اگر درّہ میری ربیبہ نہ ہوتی' تب بھی میرے لیے حلال نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ میری رضاعی بھتیجی ہے' اس لیے کہ مجھے اور ابو سلمہؓ کو ثویبہؓ نے دودھ پلایا ہے (۹)۔ حضرت علیؓ نے عرض کیا یا رسولَ اللہ (صلی اللہ علیکَ وسلم) آپؐ حضرت حمزہؓ کی بیٹی سے نکاح کیوں نہیں کر لیتے۔ آپؐ نے فرمایا۔ وہ میری رضاعی بھتیجی ہے (۱۰)۔ کیونکہ مجھے اور حمزہؓ کو ثویبہؓ نے دودھ پلایا تھا (۱۱)

جب ام المؤمنین حضرت اِم حبیبہؓ نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضرت ابو سلمہؓ کی بیٹی سے شادی سے انکار کی وجہ سنی کہ میں ابو سلمیٰؓ کی بیٹی سے اس لیے شادی نہیں کر سکتا کہ وہ میری رضاعی بھتیجی ہے تو اگر حضرت اِم حبیبہؓ کے والد ابو سفیانؓ بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے رضاعی بھائی ہوتے تو حضرت اِم حبیبہؓ اس موقع پر فرماتیں کہ کیا میرا باپ آپؐ کا رضاعی بھائی نہیں لیکن یہ اس وقت ہوتا جب ابو سفیانؓ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے رضاعی بھائی ہوتے۔ جب ایسا نہیں تھا تو وہ کیوں فرماتیں۔

آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ رضاعی رشتہ خونی رشتہ کی طرح ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیدائش سے پہلے بھی رضاعی بھائی کو حقیقی بھائی کی طرح دیکھتے تھے۔(۱۲)

حیاتِ پاک کے گوشوں کو اجاگر کرتے ہوئے بعض سیرت نگار سوچے سمجھے اور غور کیے بغیر بے احتیاطی کا یوں مظاہرہ کر جاتے ہیں کہ بات تکلیف دہ ہوتی ہے۔ سیرت نگاری میں نئی بات کرنے کے شوق میں کوئی ایک آدھ سیرت نگار نئی بات کر دیتا ہے اور باقی حضرات سوچنے اور غور کرنے کے بجائے اس کی نقل کرتے جاتے ہیں بلکہ نمک مرچ لگاتے جاتے ہیں۔

حواشی

○ ۱۔ سیرتِ محمدیہؐ۔ جلد دوم۔ ص ۳۱۳

○ ۲۔ اسد الغابہ۔ جلد ۱۱۔ ص ۱۳۴۔۱۳۸
○ ۳۔ مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۸۳۸
○ ۴۔ اصح السیر۔ ص ۶
○ ۵۔ الرحیق المختوم۔ ص ۱۰۲
○ ۶۔ انوارِ محمدیہؐ۔ ص ۲۱۳ (یہ "المواہب اللدنیہ" از علامہ قسطلانی کی تلخیص ہے جو علامہ نبہانی نے کی)
○ ۷۔ دائی حلیمہؓ اور ان کی سرسبزو شاداب بستی۔ ص ۵۵
○ ۸۔ محمود احمد غضنفر۔ حیاتِ صحابہؓ کے درخشاں پہلو۔ ص ۱۲۰
○ ۹۔ ادریس کاندھلوی۔ سیرۃ المصطفیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۶۸
○ ۱۰۔ ابنِ عبدالشکور۔ سیرتِ سید الشہدا حضرت حمزہؓ۔ ص ۷۹
○ ۱۱۔ الوفا۔ ص ۱۳۸

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت حمزہؓ کی بیٹی امامہ کا نکاح حضرت ام سلمہؓ کے بیٹے سلمہؓ سے کر دیا۔(سیرتِ سید الشہدا۔ ص ۷۸)

○ ۱۲۔ عبدالصمد صارم۔ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۲۰

شقِ صدر

بعض سیرت نگار لکھتے ہیں کہ حضرت حلیمہؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دو سال بعد سیدہ آمنہؓ کے پاس مکہ معظمہ لے گئیں اور پھر واپس لائیں تو دو ماہ بعد شقِ صدر کا واقعہ پیش آیا (۱) ابنِ سعد نے "اخبار النبیؐ" میں لکھا ہے کہ شقِ صدر کا واقعہ چار سال کی عمر میں پیش آیا (۲) بعض لکھتے ہیں کہ حضرت حلیمہؓ شقِ صدر کے واقعے سے ڈر گئیں اور آپؐ کو مکہ میں آپؐ کے گھر پہنچا دیا (۳) یعنی یہ واقعہ چار یا پانچ سال کی عمر میں پیش آیا جس کے نتیجے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مکہ مکرمہ آپؐ کی والدہ کے پاس پہنچا دیا۔

حضرت حلیمہؓ بنتِ حارث کی روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ بھیڑ بکریوں میں موجود تھے کہ آپ کا رضاعی بھائی بھاگا بھاگا آیا اور اس نے بتایا کہ میرے قریشی بھائی کو سفید لباس میں ملبوس دو مردوں نے لٹایا' ان کا پیٹ چاک کیا۔ ہم دوڑتے ہوئے وہاں پہنچے تو حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کا رنگ متغیر تھا اور انھوں نے ہمیں بتایا کہ ایک ٹولی نے جن کے ہاتھوں میں سونے کے تھال میں برف بھری ہوئی تھی' مجھے پکڑ لیا۔ میرے ساتھی ڈر کر بھاگ گئے۔ ان لوگوں نے مجھے زمین پر لٹا دیا۔ اندرونی اجزا نکال کر برف سے اچھی طرح دھوئے اور پھر انہیں اپنی جگہ رکھ دیا۔ اب دوسرے نے میرے سینے میں ہاتھ ڈالا اور دل کو نکالا۔ اس نے میرا دل چیرا اور ایک سیاہ رنگ کا ٹکڑا باہر پھینک دیا۔ پھر اپنے ہاتھ کو فضا میں بلند کیا۔ اچانک ایک نور کی مہر اس کے ہاتھوں میں آ گئی۔ اس نے مہر دل پر لگائی تو وہ نور سے بھر گیا۔ دل کو اپنے مقام پر رکھ دیا۔۔۔۔۔۔

سورۂ "الم نشرح" کی تشریح میں ابنِ کثیر (۵) بھی اور کچھ دوسرے مفسّر بھی انشراحِ قلب کو اشتقاقِ قلب قرار دیتے ہیں۔ شاہ عبدالعزیز دہلوی لکھتے ہیں کہ پہلی بار کا شقِ صدر اس لیے تھا کہ آپ (صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم) کے دل سے وہ لہو و لعب جو لڑکوں کے دل میں ہوتا ہے' نکال ڈالیں۔ اور دوسری بار اس لیے کہ جوانی میں آپؐ کے دل میں رغبت ایسے کاموں کی جو مقتضائے جوانی خلافِ مرضئ الٰہی سرزد ہوتے ہیں' نہ رہے۔۔۔۔۔ اور تیسری بار اس لیے کہ آپؐ کے دل کو قوت تحمّلِ وحی کی ہو اور چوتھی بار اس لیے کہ آپ کے دل کو طاقت مشاہدۂ عالمِ ملکوت اور لاہوت کی ہو (۶)

علامہ شبلی نعمانی' قاضی محمد سلیمان منصور پوری اور جعفر سبحانی وغیرہ شقِ صدر کے قائل نہیں چنانچہ سیرۃ النبیؐ جلد اول' رحمت للعالمینؐ اور فروغِ ابدیت میں شقِ صدر کا ذکر ہی نہیں کیا گیا۔ عبدالعزیز دباغ شقِ صدر کو مانتے ہیں لیکن فرماتے ہیں کہ

"شقِ صدر نہ تو کسی اوزار سے کیا گیا اور نہ اس میں خون بہا اور بغیر سلائی اور آلے کے آپؐ کا سینۂ مبارک پھر سے جڑ گیا۔ اس تمام عمل کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوئی کیونکہ یہ اللہ سُبحانہٗ کا فعل ہے"۔ (۷)

عبدالعزیز دباغ تو سلائی کے بغیر سینۂ مبارک جُڑنے کی بات کرتے ہیں لیکن حضرت انسؓ بن مالک سے تو یہ روایت منقول ہے کہ وہ بچپن میں سینۂ اقدس پر زخم کی سلائی کرنے کے نشانات دیکھا کرتے تھے (۸)

محمد حسین ہیکل "مستشرقین اور مسلمان دونوں کا شقِ صدر سے انکار" کے عنوان سے لکھتے ہیں کہ "شقِ صدر کی روایت پر نہ تو مستشرقین مطمئن ہیں اور نہ کچھ مسلمان اسے تسلیم کرتے ہیں" (۹) ہیکل نے ان مسلمان اہلِ علم کا نام نہیں لیا جو شقِ صدر کی روایت یا روایات پر مطمئن نہیں۔ البتہ اردو کی حد تک شبلی (۱۰) منصور پوری (۱۱) جعفر سبحانی (۱۲)، پروفیسر فضل احمد (۱۳) اپنی تصانیف میں اس واقعے سے پہلو تہی کر جاتے ہیں اور سرسید احمد خاں (۱۴) اور سید سلیمان ندوی (۱۵) اس کے خلاف لکھتے ہیں۔

حضرت حلیمہؓ سعدیہ کے ہاں قیام کے زمانے میں شقِ صدر کی روایت سات مختلف سلسلوں اور مختلف صحابیوں سے لوگوں نے نقل کی ہے۔ ان سب روایتوں پر سید سلیمان ندوی نے الگ الگ بحث کی ہے۔ "شقِ صدر کی حقیقت" کے عنوان سے لکھتے ہیں۔ "علمائے ظاہر بین اس واقعہ کے ظاہر الفاظ کے جو عام اور سیدھے سادے معنی سمجھتے ہیں کہ واقعی سینۂ مبارک چاک کیا گیا اور قلبِ اقدس کو اسی آبِ زمزم سے دھو کر ایمان اور حکمت سے بھر دیا گیا، اس کو ہر مسلمان سمجھ سکتا ہے۔ لیکن صوفیائے حقیقت بیں اور عرفائے رمز شناس ان الفاظ کے کچھ اور ہی معنی سمجھتے ہیں اور تمام غیر متحمل الالفاظ معنی کو تمثیل کے رنگ میں دیکھتے ہیں" (۱۶)

چنانچہ شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں "لیکن سینہ کا چاک کرنا اور اس کو ایمان سے بھرنا اس کی حقیقتِ انوارِ ملکیہ کا روح پر غالب ہو جانا اور طبیعتِ بشری کے شعلہ کا بجھ

جانا اور عالمِ بالا سے جو فیضان ہو تو اس کے قبول کے لیے طبیعت کا آمادہ ہو جاتا ہے"
(۱۷)

روایات میں تو یہ ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں چار بار شقِ صدر ہوا (۱۸) بعض پانچ مرتبہ لکھتے ہیں۔ سید سلیمان ندوی کہتے ہیں "یہ بات ہر شخص کو کھٹک سکتی ہے کہ سینۂ مبارک کا آلودگیوں سے پاک و صاف ہو کر منور ہو جانا ایک ہی دفعہ میں ہو سکتا ہے اور وہ ایک دفعہ پاک و منور ہو کر پھر دوبارہ پاکی و طہارت کا محتاج نہیں ہو سکتا" (۱۹)

ہم کہتے ہیں کہ اور کسی نبی کا سینہ تو آلودگیوں سے بھرا ہوا نہیں تھا' صرف نبی الانبیا' امام الانبیا (علیہ التحیۃ والثناء) ہی کی صفائی اور طہارت کی بار بار ضرورت پیش آتی رہی اور ہر چند برس کے بعد (نعوذ باللہ) ملائکہ آ کر چیر پھاڑ شروع کر دیتے تھے۔ ہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سب انبیا و رسل کا سرتاج بھی مانتے ہیں' انھیں اللہ کا محبوب بھی سمجھتے ہیں' لیکن یہ بھی کہتے ہیں کہ "یہ عمل (شقِ صدر) ممکنہ آلائشات سے آپ کی تطہیر اور ممکنہ شیطانی اثرات کو زائل کرنے کے لیے تھا" (۲۰)

سید سلیمان ندوی نے قبیلہ بنو سعد والے' پہلے شقِ صدر کی روایات پر جس طرح جرح و تنقید کی ہے اور راویوں کی بحث اٹھائی ہے' اس پر مزید غور و خوض اور تحقیق و تدقیق کی ضرورت ہے۔ عزیز احمد عزیز قاضی نے شقِ صدر کے ایک واقعے پر کچھ سوال اٹھائے ہیں۔ انہوں نے "سرجن" مردوں کو قدسیہ قدرتیں' سونے کے طشت کو نوری توانائیوں کا حیرت انگیز منظر' چیر پھاڑ کے عمل کو ایکسرے میں استعمال ہونے والی توانائیوں کی طرح کی توانائیاں اور اندرونی وجود کو آبِ زمزم سے دھوئے جانے کو محاکمۂ نور کی شعاعوں' موجوں' رووٴں اور کششوں کا برسرِ عمل ہونا کہا ہے۔
(۲۱)

بہرحال' اس میں کوئی شبہہ نہیں کہ اگر حضور رحمتِ ہر عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام اور مرتبے والی سیکڑوں ہزاروں احادیث درست ہیں (اور یقیناً

درست ہیں) اور انبیا و رسل پر سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی فوقیت و افضلیت مسلم ہے' تو شق صدر کے مسئلے میں شرحِ صدر ہونا مشکل ہے۔

حواشی

○ ۱۔ محمد حسین ہیکل۔ حیاتِ محمدؐ۔ ص ۱۳۳/ ابراہیم سیالکوٹی۔ سیرت المصطفیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۱۳۰/ سیرتِ احمدِ مجتبیٰؐ۔ ظہورِ قدسی سے مسجدِ قبا تک۔ ص ۷۷/ محمد رضا مصری۔ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۳۸

○ ۲۔ سیرتِ احمدِ مجتبیٰؐ۔ ظہورِ قدسی سے مسجدِ قبا تک۔ ص ۷۶/ رسالتمآبؐ۔ ص ۲۲

○ ۳۔ تواریخِ حبیبِ الٰہ۔ ص ۱۸/ عوارف المعارف۔ ص ۲۵۸

○ ۴۔ ابن جوزی۔ الوفا۔ ص ۱۳۴/ ابنِ ہشام۔ سیرت النبیؐ۔ جلد اول۔ ص ۱۸۶

○ ۵۔ تفسیر ابنِ کثیر۔ (اردو ترجمہ) جلد پنجم۔ ص ۵۹۰

○ ۶۔ العطور المجموعہ۔ ص ۳۸، ۳۹/ تواریخِ حبیبِ الٰہ۔ ص ۱۸

○ ۷۔ خزینۂ معارف۔ ص ۳۳۴

○ ۸۔ سرسید احمد خاں۔ سیرتِ محمدیؐ۔ ص ۲۹۷/ سیرتِ احمدِ مجتبیٰؐ۔ ظہورِ قدسی سے مسجدِ قبا تک۔ ص ۷۶/ سعید اختر۔ سید المرسلینؐ۔ ص ۱۹ (حاشیہ)

○ ۹۔ حیاتِ محمدؐ۔ ص ۱۳۳

○ ۱۰۔ شبلی نعمانی۔ سیرت النبیؐ۔ جلد اول

○ ۱۱۔ سلمان منصور پوری۔ رحمۃ للعالمینؐ۔ جلد اول۔ ص ۴۱

○ ۱۲۔ فروغِ ابدیت۔ ص ۱۰۷ تا ۱۱۴

○ ۱۳۔ رحمتِ عالمؐ۔ ص ۲۱ تا ۳۲

○ ۱۴۔ سیرتِ محمدیؐ۔ ص ۲۹۴ تا ۲۹۸

○ ۱۵۔ سیرت النبیؐ۔ جلد سوم۔ ص ۲۶۹ تا ۲۷۹

○ ۱۶۔ ایضاً۔ ص ۲۷۶

○ ۱۷۔ حجۃ اللہ البالغہ۔ جلد ۲۔ ص ۲۰۶
○ ۱۸۔ محمد رضا۔ محمد رسول اللہ۔ ص ۳۹/ شرافت نوشاہی' شریف احمد۔ شریف التواریخ۔ جلد اول۔ ص ۱۸۰/ ساجد الرحمٰن۔ سیرتِ رسولؐ۔ ص ۹/ عبدالشکور۔ ذکرِ حبیبؐ۔ ص ۵۸' ۵۹
○ ۱۹۔ سیرت النبیؐ۔ جلد سوم۔ ص ۲۶۹
○ ۲۰۔ محمد رضا' شیخ۔ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۳۹
○ ۲۱۔ حکمۃ القرآن۔ مجلد دوم۔ ص ۱۱۲

بابا رتن

"روحانی ڈائجسٹ" میں "بابا رتن" نامی ایک شخص کے بارے میں مضمون شائع ہوا جس میں کہا گیا تھا کہ بابا رتن نے سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بچپن میں ملاقات کی تھی۔ جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عمر مبارک صرف چھ یا سات برس تھی۔ اس ملاقات پر آپؐ نے بابا رتن کو درازیٔ عمر کی دعا دی۔ اس واقعے کے قریبا چالیس برس بعد "شق القمر" کے معجزے پر بابا رتن حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ملنے گیا اور مسلمان ہوا۔ اس دوسری ملاقات پر آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اسے چھ کھجوریں کھلائیں اور بابا رتن کی عمر چھ سو سال سے زیادہ ہوئی مگر یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ اس کی وفات کب ہوئی اور کہاں ہوئی اور مزار کہاں بنا اور یہ کہ اس کے مزار کا نشان اب باقی بھی ہے یا نہیں۔(۱)

سید ابوالفیض قلندر علی سہروردی اپنی کتاب "جمالِ رسولؐ" میں بابا رتن کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بچپن میں ملنے کا واقعہ نہیں لکھتے بلکہ صرف اتنا لکھتے ہیں کہ شق القمر(۲) کے معجزے پر یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایمان لائے۔ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے دستِ مبارک سے چھ کھجوریں کھلائیں اور انہیں طویل العمر ہونے کی دعا دی اور اپنا پیراہن

مبارک بھی عطا فرمایا۔ چنانچہ اس دعا کے نتیجے میں حاجی بابا رتن نے چھ سو بتیس سال کی عمر پائی۔ اور اس کا مزار ریاست پٹیالہ بٹھنڈہ سٹیشن کے قریب ہے (۳)۔

"جمالِ رسولؐ" میں اس کا ذکر کسی حوالے کے بغیر مگر "روحانی ڈائجسٹ" میں اس کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے کہ "وحیدِ عصر و فریدِ روزگار علامہ ابنِ حجر عسقلانی نے اپنی شہرۂ آفاق تصنیف "**الاصابہ فی المعرفت الصحابہ**" جلد اول میں بابا رتنؓ کو اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں شمار کیا ہے" (۴)۔

جب اصابہ میں دیکھا گیا تو وہاں اس کی حیثیت بالکل دوسری تھی۔ ابنِ حجر نے اصابہ میں بابا رتن کا ذکر چوتھی قسم میں کیا ہے۔ اس چوتھی قسم کی تشریح میں خود ابنِ حجر لکھتے ہیں کہ اس قسم میں میں نے صرف انہی کا ذکر کیا ہے جن کے بارے میں وہم واضح ہے اور جن کے بارے میں وہم کا احتمال ہے' ان کا ذکر نہیں کیا گیا۔ ابنِ حجر نے صفحہ ۵۳۲ سے ۵۳۸ تک بابا رتن کا ذکر کیا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ میں نے متقدمین کی کتبِ صحابہ میں اس کا ذکر نہیں پایا۔ صرف ذہبی نے اپنی تجرید میں اس کا ذکر کیا ہے۔ ذہبی کہتے ہیں کہ رتن الھندی مشرق میں چھٹی صدی کے بعد ظاہر ہوا اور صحابی ہونے کا دعویٰ کیا۔ اس سے جاہلوں نے سنا اور اس کا کوئی وجود نہیں بلکہ بعض کذابوں نے اس کا نام گھڑ لیا ہے۔ میں نے حیرت کے طور پر اس کا ذکر کیا ہے۔ جیسے ابو موسیٰ نے سرہانک ھندی کا ذکر کیا ہے۔ یہ ابلیس ہے' لعین ہے' نہ اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھا اور آپؐ سے سنا۔ اس سے بھی تعجب انگیز بات یہ تصور ہے کہ وہ صحابی ہے اور صحابہ سے بھی افضل۔ المیزان میں بلاشبہہ اس کو شیخ دجال کہا گیا ہے جو چھ سو سال بعد منظر عام پر آیا۔ صحابی ہونے کا دعویٰ کیا اور صحابہ جھوٹ نہیں بولتے۔ یہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر جسارت ہے۔ انہوں نے اس بارے میں ایک جز تالیف کیا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ ۶۳۲ء میں فوت ہوا اور یہ کذاب تھا۔ ذہبی کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ یہ خرافات موسیٰ بن مجلی کی ہیں یا ان کو اس آدمی نے گھڑا ہے جس نے رتن کا ذکر گھڑا

ہے۔ اگر ہم اس کے وجود اور چھ سو سال بعد ظاہر ہونے کو صحیح مان بھی لیں تو یہی پتا چلتا ہے کہ یا تو یہ شیطان ہے جو انسانی صورت میں ظاہر ہوا ہے اور صحابی ہونے کا دعوی کیا ہے اور بہت زیادہ عمر ہونے کی وجہ سے خرافات گھڑلی گئی ہیں یا یہ بوڑھا گمراہ ہے۔ جس نے حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھوٹ تراش کر جہنم میں اپنے ٹھکانے کی بنیاد رکھ لی ہے (۵)۔

"روحانی ڈائجسٹ" میں یہ کہا گیا ہے کہ "وحیدِ عصر و فرید روزگار علامہ ابنِ حجر عسقلانی نے اپنی شہرۂ آفاق تصنیف "**الاصابہ فی المعرفت الصحابہ**" جلد اول (کتاب کا نام غلط لکھا گیا ہے۔ اصل نام "**الاصابہ فی تمیز الصحابہ**" ہے) میں بابا رتن کو اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں شمار کیا ہے"۔ کتنی افسوس ناک بات ہے کہ ابنِ حجر نے تو بابا رتن کا ذکر صرف اس بات کی تردید میں کیا ہے لیکن لوگوں نے "اصابہ" کا ذکر کر کے بابا رتن کو صحابی ثابت کرنا چاہا ہے' اس کتاب سے بابا رتن کے ذکر سے فائدہ اٹھاتے ہوئے عامۃ الناس کو گمراہ کرنے کے لیے اس کی تردید کی ہوا بھی کسی کو نہیں لگنے دی۔

"روحانی ڈائجسٹ" میں صلاح الدین صفدی (۶) کے بیان کردہ واقعے کو حقیقت کے نام سے نقل کیا ہے۔ حالانکہ ابنِ حجر عسقلانی نے یہ پورا واقعہ لکھ کر اس کی تردید کی ہے۔ "روحانی ڈائجسٹ" کا تو بہرحال علم و تحقیق میدان ہی نہیں ہے۔ تعجب انگیز بات صاحبزادہ محمد محب اللہ نوری صاحب نے میرے والدِ محترم راجا رشید محمود کو بتائی کہ "مفکرِ اسلام" ڈاکٹر پروفیسر محمد طاہر القادری نے اپنی ایک تقریر میں بابا رتن کو صحابی بتایا ہے اور اس کا واقعہ بیان کیا ہے۔ صاحبزادہ صاحب قبلہ نے بتایا کہ پروفیسر محمد طاہر القادری کی تقریر کیسٹ کی صورت میں دستیاب ہے اور کتابی شکل میں بھی چھپنے والی ہے۔

یہ بے حد افسوس ناک حقیقت ہے کہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مختلف گوشوں پر قلم اٹھانے اور زبان کھولنے والے اور روحانیات کی بات کرنے

والے تحقیق و تفحص سے کام کیوں نہیں لیتے اور افسانہ طرازی اور "بڑھا بھی دیتے ہیں کچھ زیبِ داستاں کے لیے" کی وجہ سے ایسی باتیں کیوں کر دیتے ہیں جن کی کوئی اصل نہیں ہوتی یا وہ ثابت نہیں کی جا سکتیں۔

حافظ ذہبی نے اور ابنِ حجر عسقلانی نے، شیخ مجد الدین شیرازی، قاضیٔ یمن نے اور عبدالوہاب بن اسمٰعیل الفارسی جذلی نے بابا رتن کو جھوٹا اور شیطان کہا اور اس کے ماننے والوں کو جاہل قرار دیا لیکن دورِ حاضر کے "پڑھے لکھے" کچھ اور ہی کہتے نظر آتے ہیں۔

حواشی

○ ا۔ روحانی ڈائجسٹ (ماہنامہ) شمارہ۔ ۷ فروری ۱۹۸۷ء۔ ص ۵۹۔۶۶ (مضمون ایک بھارتی صحابی بابا رتن از ادارہ)

○ ۲۔ "جمالِ رسولؐ" میں شق القمر کے معجزے کے زیر اثر راجا بھوج کے مسلمان ہونے کے بارے میں بھی لکھا ہے کہ "راجا بھوج ایک بڑے مشہور حکمران ہوئے ہیں۔ جو پلیا کے باشندے تھے جس کو عام لوگ بھوج پور بھی کہتے ہیں۔ وہاں ایک عمارت رصد خانہ کے نام سے مشہور ہے۔ مگر جنتر منتر اس کا عرف عام ہے۔ وہ بہت پرانی عمارت ہے اور فلکیات کے زائچے اور نجوم کے حسابات اس پر نقش ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ اسی جگہ راجہ بھوج کے شاہی محلات تھے۔ راجہ بھوج شق القمر کے معجزہ سے متاثر ہو کر مسلمان ہو گئے تھے۔ ان کا اسلامی نام شیخ عبداللہ تھا۔ ان کے ایمان لانے سے ان کے گھر والے اور سب دوسرے لوگ مخالف ہو گئے اور وہ ترکِ وطن کر کے دھاروار (گجرات) چلے گئے اور باقی زندگی انہوں نے سلطنت کو خیرباد کہہ کر یادِ الٰہی میں گزار دی"۔ (ابوالفیض قلندر علی سہروردی، سید۔ جمالِ رسولؐ۔ ص ۱۱۴)

○ ۳۔ جمالِ رسولؐ۔ ص ۱۱۵

○ ۴۔ روحانی ڈائجسٹ۔ ص ۴۰ (کتاب کا نام غلط لکھا ہے)

○ ۵۔ ابن حجر عسقلانی۔ **الاصابہ فی تمیز الصحابہ** (عربی) ص ۵۳۲ تا ۵۳۳۔ داراحیاء التراث العربی۔ بیروت۔ الطبعہ الاولی۔ سنہ ۱۳۲۸ھ

○ ۶۔ "روحانی ڈائجسٹ" میں صفدی کو صفوی لکھا ہے۔

تاریخوں کی جدید تعیین

حضور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادتِ پاک کا دن تو بہرحال پیر (دوشنبہ) ہے اس لیے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خود اس کی نشان دہی فرما دی ہے (۱) اس بات پر بھی تمام سیرت نگار متفق ہیں کہ ربیع الاول کا مہینا تھا (۲) لیکن علمائے متقدمین نے تاریخِ ولادت کے بارے میں کسی قدر اختلاف کا اظہار کیا۔ تاریخ کی تعیین میں چار اقوال مشہور ہیں۔ دوسری' آٹھویں' دسویں اور بارھویں (۳)

برِصغیر پاک وہند میں شبلی نعمانی کی سیرت النبیؐ میں محمود پاشا فلکی کے حوالے سے ۹ ربیع الاول کی بات چلائی گئی۔ دعوٰی یہ کیا گیا کہ محمود پاشا فلکی نے تقویمی حسابات کے ذریعے یہ تاریخ نکالی ہے۔ چونکہ پیر کے دن پر اختلاف ہو ہی نہیں سکتا' مذکورہ بالا مفوضہ حسابات کے حوالے سے کہا گیا کہ پیر کا دن ۹ ربیع الاول کو آتا ہے' ۱۲ کو نہیں۔

اصل میں ریاضی اور تقویم کے ذریعے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تاریخِ ولادت کی تعیین کا دعوٰی صرف قوم کو مرکز سے ہٹانے اور تفریق پیدا کرنے کے لیے کیا گیا ہے۔ کیونکہ ابن البزار نے ۱۲ ربیع الاول پر اجماع نقل کر دیا اور کامل ابنِ اثیر نے بھی اسی کو اختیار کیا۔

اور یہ اجماع کیوں نہ ہوتا کہ ابنِ ابی شیبہ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور جابر بن عبداللہ (رضی اللہ عنھم) کا قول نقل کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ

وسلم ۱۲ ربیع الاول کو پیدا ہوئے تھے۔ (۴) صحابہؓ کرامؓ کے قول کے مقابلے میں اس تقویم پر انحصار جس کا کوئی اور چھور نظر ہی نہیں آتا، عقل مندی سے بعید ہے۔

جس تقویمی حساب کا ذکر محمود پاشا فلکی کے حوالے سے کیا جا رہا ہے اور اس کی بنا پر مسلمہ حقیقت سے روگردانی کر کے ملتِ مسلمہ میں تفریق پیدا کرنے کی کوشش ہو رہی ہے، اس کی حقیقت تو یہ ہے کہ مکی کیلنڈر اور مدنی کیلنڈر میں فرق تھا اور سیرت کی کسی قمری تاریخ کے ساتھ اس بات کی وضاحت نہیں ملتی کہ مدنی کیلنڈر کی بات ہے یا مکی کیلنڈر کی۔ مولوی اسحاق النبی علوی نے دونوں کیلنڈروں کے فرق پر تفصیلی بحث کی ہے۔ ایک جگہ سن ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰ ہجری کے مکی مدنی کیلنڈروں کے فرق پر مشتمل جدول دے کر انہوں نے لکھا ہے کہ اس جدول پر سرسری نظر ڈالنے ہی سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس کے ذریعے واقعات سیرت کی توقیتی تشریحات ممکن نہیں (۵)

اسحاق النبی علوی اس موضوع پر اتھارٹی کی حیثیت رکھتے ہیں اور انہوں نے اس حقیقت کا اظہار سن ہجری کے اجرا کے بعد کے بارے میں کیا ہے۔ اس سے پہلے تو حساب کسی صورت ممکن نہیں کیونکہ اس سے قبل تو عرب میں کوئی باقاعدہ کیلنڈر تھا ہی نہیں۔ وہ اپنی مرضی سے مہینوں میں ردوبدل کر لیا کرتے تھے۔ قرآن مجید میں ہے۔ "بے شک مہینوں کی تعداد اللہ کے نزدیک بارہ مہینے ہے، اللہ کی کتاب میں، جب سے اس نے آسمان اور زمین بنائے۔ ان میں سے چار حرمت والے ہیں۔ ان کا مہینے پیچھے ہٹانا کفر میں اور بڑھنے کے سوا کچھ نہیں (۶)

کفار عرب محترم مہینوں یعنی رجب، ذیقعدہ، ذوالحجہ اور محرم کی حرمت کے معتقد تھے اور مثلاً محرم کی حرمت کو صفر کی طرف ہٹا کر محرم میں جنگ جاری رکھتے اور بجائے اس کے صفر کو ماہ حرام قرار دے لیتے۔(۷) عرب نسئی کی خاطر سال کے تیرہ یا چودہ مہینے بنا دیتے تھے(۸)

مولوی اسحاق النبی کہتے ہیں۔ یہ مسئلہ ہنوز تشنہ ہے کہ سن ایک ہجری سے دس ہجری تک نسئی کا مہینا کن برسوں میں بڑھایا گیا، اس سلسلے میں مجھے اعتراف کرنا

ہے کہ تلاش و کوشش کے باوجود اوراقِ تاریخ میں کوئی اشارہ نہ مل سکا جس کی بنا پر کوئی اصول یا قاعدہ کلیہ پیش کیا جا سکے (۹) عہدِ حاضر کے مشہور ماہرِ تقویم ضیاء الدین لاہوری بھی کہتے ہیں کہ قابلِ اعتماد ذرائع کی غیر موجودگی میں گزشتہ تاریخوں کا تعین بھی وثوق کے ساتھ نہیں کیا جاسکتا۔ اور اگر بالفرض کسی جگہ کی بالکل درست معلومات میسر آجائیں تو بھی جگہ بہ جگہ اختلاف کے باعث کسی تقویم پر مکمل انحصار نہیں کیا جاسکتا (۱۰)

اس صورتِ حال میں کسی محمود پاشا فلکی کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادتِ مبارک کی تاریخ ۹ ربیع الاول نکالنا محض ملتِ اسلامیہ کو مغالطے اور تفریق میں ڈالنے کی کوشش ہے اور اس کو بنیاد بنا کر اور اسے جدید ریاضی کا نام دے کر ۹ ربیع الاول کی تاریخ کو رواج دینا کسی طرح لائق ستائش نہیں۔

امام غزالی، ابنِ خلدون، مصطفیٰ غلامنی، ابنِ اسحاق، ابنِ ہشام، ابنِ کثیر، ابنِ حجر عسقلانی، طبری، ابنِ جوزی، علامہ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، سرسید احمد خان، عبدالشکور فاروقی لکھنوی، مولانا احمد رضا بریلوی، مفتی عنایت احمد کاکوروی، ملا معین واعظ کاشفی، مفتی عبدالقدوس ہاشمی (ماہرِ تقویم) علامہ محمد عالم آسی، عبدالرؤف دانا پوری، نواب صدیق حسن خان، میرزا حیرت دہلوی، نور بخش توکلی اور شیعہ محدث یعقوب کلینی لکھتے ہیں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت ۱۲ ربیع الاول کو ہوئی۔ اور دنیا بھر میں اسی تاریخ کو میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جشن منایا جاتا ہے۔

ان حقائق کی روشنی میں یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادتِ پاک کا دن صحابۂ کرام ور تابعین اور بعد کے جلیل القدر علماءِ کرام اور مؤرخین نے ۱۲ ربیع الاول کو قرار دیا۔ تو کسی محمود پاشا فلکی یا اس کے کسی متبع کا کہنا کوئی حیثیت نہیں رکھتا، خاص طور پر تقویمی حساب کے نام پر۔ لطیفہ یہ ہے کہ ایک طرف تو سیرت نگار کسی ایک بات پر، کسی ایک تاریخ پر متفق نہیں، دوسری

طرف بعض حضرات نے کارروائی ڈالنے کے لیے مختلف واقعات کے ساتھ مہینا اور دن بھی لکھ دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کی ان کے پاس دلیل کوئی نہیں۔ یا اگر دلیل ہو گی تو وہی کہ محمود پاشا فلکی قسم کے کسی تقویمی حساب کو بنیاد بنا کر سب کچھ کر دیا ہو گا۔ سیرت نگاروں کے اختلاف تاریخ کے ساتھ کسی صاحب کا مہینا اور دن لکھنے کی مثال دیکھیے:

کسی نے لکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عمر ابھی آٹھ سال نہ ہوئی تھی کہ دادا حضرت عبدالمطلبؓ کا انتقال ہو گیا (۱۱) کچھ نے آٹھ سال لکھی (۱۲) آٹھ سال دس دن والے بھی ہیں (۱۳) ایک صاحب نے آٹھ سال دو ماہ لکھا (۱۴) لیکن کچھ سیرت نگاروں نے آٹھ سال دو ماہ دس دن کا حساب لگا لیا ہے (۱۵)

ایک اور مثال ملاحظہ فرمالیں۔ حضور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے چچا ابوطالبؓ کے ہمراہ سفرِ شام کے لیے تشریف لے گئے تو آپ کی عمر کتنی تھی؟ اس کے مختلف جواب سنیے۔ کچھ نے نو برس بتائی (۱۶) گیارہ برس (۱۷) بارہ برس (۱۸) بارہ سال دو ماہ (۱۹) کے بعد بارہ سال دو ماہ دس دن (۲۰) کی وضاحت بھی موجود ہے۔

انتہا یہ ہے کہ راجا محمد شریف نے "حیاتِ رسالتمآبؐ" میں ہر واقعے کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عمر مبارک سال اور دن کی تعیین کے ساتھ، اس اعتماد سے لکھی ہے جیسے بالکل درست ہو۔ حالانکہ مکی مدنی کیلنڈر کے اختلاف اور سال کے مہینوں میں اپنی مرضی سے اضافہ کرنے اور اپنی خواہش سے مہینوں کو آگے پیچھے کرنے کی عرب عادت کے تناظر میں مہینوں اور دنوں کی تعیین ممکن نہیں۔ لیکن جب محمود پاشا فلکی قسم کی تحقیقیں چلتا ہوا سکہ بن جائیں گی تو پھر یہی ہو گا۔

حواشی

- ۱۔ مسندِ احمد بن حنبل / مسلم شریف / بیہقی
- ۲۔ نبیِ رحمت۔ ص ۱۰۲/ اسوۃ الرسولؐ۔ جلد دوم۔ ص ۸/ شبلی۔ سیرت النبیؐ۔

جلد اول۔ ص ۱۷۶/ نعت (ماہنامہ) میلاد النبیؐ نمبر۔ حصہ اول۔ اکتوبر ۱۹۸۸ء۔ ص ۴۳

○ ۳۔ مفتی محمد شفیع۔ سیرتِ خاتم الانبیاؐ۔ ص ۱۸

○ ۴۔ سیرتِ سرورِ عالمؐ۔ جلد دوم۔ ص ۹۳، ۹۴

○ ۵۔ نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۲۔ ص ۷۵ (مضمون "سیرتِ نبویؐ توقیت کی روشنی میں" از اسحاق النبی علوی)

○ ۶۔ التوبہ۔ ۹: ۳۶، ۳۷

○ ۷۔ تفسیر الحسنات۔ جلد دوم۔ ص ۸۱۲/ مفتی احمد یار خاں نعیمی۔ تفسیرِ نور العرفان۔ ص ۹۸۴

○ ۸۔ تفسیرِ خازن۔ جلد اول/ تفہیم القرآن۔ جلد دوم۔ ص ۱۹۲

○ ۹۔ نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۲۔ ص ۱۱۲

○ ۱۰۔ ضیا الدین لاہوری۔ جوہر تقویم۔ ص ۲۳

○ ۱۱۔ مختصر سیرت الرسولؐ۔ ص ۳۵

○ ۱۲۔ انوارِ محمدیہؐ۔ ص ۵۲/ شرف النبیؐ۔ ص ۶۴/ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۲۴۳/ حیاتِ محمدؐ۔ ص ۱۲۵

○ ۱۳۔ سلمان منصور پوری۔ رحمت للعالمینؐ۔ جلد اول۔ ص ۴۱/ ہادیٔ کونینؐ۔ ص ۱۳۹

○ ۱۴۔ ہادیٔ عالمؐ۔ ص ۵۱

○ ۱۵۔ اصح السیرؐ۔ ص ۷/ النبی الاطہرؐ۔ ص ۵۳/ حیاتِ رسالت مآبؐ۔ ص ۵۸

○ ۱۶۔ مصطفیٰ غلامینی۔ سیرت المختارؐ۔ ص ۲۹/ نوادرات۔ ص ۱۰

○ ۱۷۔ عبدالصمد صارم۔ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۱۸

○ ۱۸۔ مختصر سیرت الرسولؐ۔ ص ۳۹/ انوارِ محمدیہؐ۔ ص ۵۳

ہیکل لکھتے ہیں "اس وقت سِن مبارک بھی ہنوز ۱۲ سال سے زیادہ نہ تھا

(حیاتِ محمدؐ۔ ص ۱۳۶)۔ شیخ محمد رضا نے عیسوی سن بھی متعین کر دیا ہے۔ "جب آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی عمر بارہ سال ہوئی تو آپؐ ۵۸۲ ع میں ایک تجارتی قافلے میں اپنے چچا ابو طالبؓ کے ہمراہ شام کے سفر پر روانہ ہوئے (محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۵۱)

○ ۱۹۔ مفتی محمد شفیع۔ سیرتِ خاتم الانبیاءؐ۔ ص ۲۳

○ ۲۰۔ ابنِ جوزی۔ تلقیح الفہوم۔ ص ۷۵۔ بحوالہ الرحیق المختوم۔ ص ۱۰۷/ شاہ ولی اللہ دہلوی۔ سیرت الرسولؐ۔ ص ۲۱/ ابنِ جوزی۔ النبی الاطہرؐ۔ ص ۵۳/ رسالتمآبؐ۔ ص ۲۶

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم